سہ ماہی مجلّہ

معارف اولیاء

(حضرت داتا گنج بخشؒ نمبر)

مرکز معارف اولیاء
دربار حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ،
محکمہ مذہبی امور و اوقاف پنجاب

Marfat.com

مجلّہ

معارفِ اولیاء

جلد 2 | مارچ / صفر المظفر 2004ء 1425ھ | شمارہ 1

سرپرست اعلیٰ

صاحبزادہ سیّد سعید الحسن شاہ

صوبائی وزیر اوقاف و مذہبی امور پنجاب

سرپرست

محمد جاوید اقبال اعوان

سیکرٹری و چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف پنجاب

مخدوم امم

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نمبر

مجلسِ مشاورت

★ جناب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

★ جناب ڈاکٹر خورشید احمد رضوی

★ جناب جسٹس میاں محبوب احمد

AUQAF DEPARTMENT

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر سیّد محمد قمر علی

مجلسِ منتظمہ

محمد شبیر ملک
ڈائریکٹر مذہبی امور اوقاف پنجاب

مرزا محمود الحسن
ایگزیکٹو آفیسر مرکز معارفِ اولیاء

مشتاق احمد
ریسرچ فیلو مرکز معارفِ اولیاء

حافظ مختار احمد ندیم
ریسرچ آفیسر مرکز معارفِ اولیاء

کمپوزنگ / ڈیزائننگ: طاہر مقصود

مرکز معارفِ اولیاء

دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

محکمہ اوقاف و مذہبی امور۔ حکومت پنجاب

Marfat.com

حقوقِ طبع محکمہ اوقاف پنجاب کے لیے محفوظ ہیں

تعداد : 1000

ایڈیشن : اوّل۔ جلد 2، شمارہ 1

صفر المظفر ۱۴۲۵ھ بمطابق مارچ ۲۰۰۴ء

پتہ : مرکز معارفِ اولیاء۔ دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

فون : 7233481 ، 7113464

Marfat.com

فہرست

★ اداریہ		1
1. مرشدِؒ لاہور کے حضور رازونیاز کی کچھ اور باتیں	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	5
2. کشف المحجوب اور اکیسویں صدی	پروفیسر عازم بیگ قادری	21
3. کشف المحجوب اور ردِّ بدعات	علامہ محمد صدیق ہزاروی	45
4. کشف المحجوب کا مردِ مومن	سیّد محمد یوسف عرفان	63
5. تصانیف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ قلمی، مطبوعہ نسخہ جات اور تراجم کا ایک جائزہ	میاں سلیم حماد ہجویری	77
6. مقامِ ولایت، کشف المحجوب کی روشنی میں	محمد عبدالحکیم شرف قادری	101
7. کشف المحجوب کے عربی ترجمہ پر ایک نظر	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	109
8. حضرت سیّد علی ہجویریؒ کا بین الاقوامی کتب خانہ درزمانہ مسعود (سوم) بن ابراہیم غزنوی	پروفیسر ڈاکٹر آغا یمین	133
9. سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہی رسومات	مشتاق احمد	135
10. کشف المحجوب اِک کامل مرشد	پروفیسر سعادت ثاقب	155

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

انسانی اوصاف میں علم کی برتری ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ امتیازِ علم کے سبب ہی فضیلت کے معیار طے پاتے ہیں۔ انسانی زندگی کا خارج اور داخل ہر وقت علم و شعور کا طالب اور محتاج رہتا ہے۔ زندگی کا ہر مرحلہ اندھیروں سے گزرتا ہے بالآخر علم ہی اس کی دستگیری کرتا ہے تو روشن راہ نصیب ہوتی ہے۔ جسے علم و حکمت کی نعمت میسر آتی ہے، وہی خیرِ کثیر سے مالا مال ہوا کرتا ہے۔

" وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا "

(جسے حکمت سے نوازا گیا تو اُسے بہت زیادہ خیر عطا کی گئی)

کے مصداق افراد و اقوام نعمتِ حکمت کے بعد غنی ہوا کرتے ہیں۔ علم کائنات ہے اور کائنات علم ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے ساتھ ہی یہ قصۂ علم و جہالت، ایمان و یقین اور پاکیزہ سوچ کے اعتبار کی بنیاد بن گیا اور پھر قصۂ آدم علیہ السلام و ابلیس نے نئے نئے پیرائے اور اسالیب کے زینے طے کیے، نئے نئے رنگ اختیار کیے اور کٹھن مرحلوں سے عزت و محبت کی یہ کہانی گزری۔

آدم علیہ السلام بہر حال صاحبِ فضیلت و تکریم تھے اور

" عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا " (اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھا دیے)

کے سکّہ بند قانون نے انہیں سب مخلوقات میں عظیم و برتر کر دیا۔ دوسری جانب شکست خوردہ قوتوں نے اپنی پسپائی کو تسلیم نہ کرتے ہوئے قانونِ تکوینی میں اپنی کارگزاری کی گنجائش رکھوالی اور پھر باقاعدہ سے معرکۂ خیر و شر کی ابتداء یوں ہوئی کہ آدم علیہ السلام معرضِ امتحان میں آ گئے۔

" فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ " (تو شیطان نے اُس (جنت) سے اُنہیں لغزش دی)

اور پھر " بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ " (تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو گے)

کا فرمانِ حقیقت ترجمان جاری ہوا اور یوں آدم علیہ السلام و ابلیس کی مستقل دشمنی کا آغاز ہوا۔ شیطان کی انسان دشمنی نے انسانیت کو نقصان پہنچانے کا مستقل بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ اور ادھر حال یہ ہے کہ ابنِ آدم کی غفلت و حق فراموشی نے معاشرۂ انسانی کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا ہے اور وہ شیطان کی چمک دمک

اور دھنک بھری ترغیبوں کے جال میں اس طرح سے گرفتار ہوا جاتا ہے کہ اسے احساس تک نہیں ہوتا ہے۔

"یَعِدُهُمْ وَ یُمَنِّیْهِمْ" (وہ اُن کو وعدے دلاتا ہے اور تمنائیں دلاتا ہے)

کے مصداق، شیطان ابنِ آدم کو سبز باغ دکھاتا ہے، وہ شیطان انہیں تمناؤں اور کبھی آرزوؤں کے جال میں پھانستا ہے۔ انسانی نفسانیت اور نفسیات پر گہری نظر رکھتے ہوئے اسے خدا کے فضل سے مایوس کرتا ہے اور بے حیائی پر اکساتا ہے، فحاشی کی راہیں سمجھاتا ہے تاکہ مقاصدِ حیات ابن آدم سے اوجھل ہو جائیں۔

خدائے بزرگ و برتر کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ اس نے انسان کو معرفتِ حق کا نور عطا فرمایا اور انسان کے دشمن اور دوست کی شناخت عطا فرمائی۔

وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۔

اور شیطان کی پیروی مت کرو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

حضور رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان تمہاری رگوں میں تمہارے خون کے ساتھ گردش کرتا ہے۔

گویا یہ دشمنِ ازلی ہمہ وقت اپنی جملہ قوتوں اور ہمراہیوں کے ساتھ اولادِ آدم کو گھیرا ڈالے ہوئے کوئی لمحہ اور موقع ضائع کیے بغیر آدم کشی پر آمادہ رہتا ہے۔

ہدایتِ الٰہی کے علمبردار حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے مقابلے میں اس نے جن وانس میں سے لاتعداد لشکر تیار کیے اور آدم دشمنی پر کمر کس کے آمادۂ فساد رہا اور انسان کی بے عملی اور بھول اس کی حرکاتِ شنیعہ کے لیے معاون ثابت ہوئیں لیکن یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ وحی الٰہی کے دائمی اور حقیقی نورِ علم نے انسانیت کی کشتی کو ہمیشہ ساحلِ مراد تک پہنچایا اور

"اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ" (خبردار بے شک اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب لوگوں کی جماعت ہے)
کے حقیقت پرور قانونِ الٰہی نے عظمتِ آدم کو ہر لمحہ اور ہر جگہ بلند مقام عطا کیا ہے...... جبکہ اس کے مقابلے میں
"اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ" (خبردار یقیناً شیطان کی جماعت ہی نقصان اُٹھانے والی ہے)
نے شیطانی قوتوں کی کمر توڑ ڈالی۔

یوں سمجھ لیجیے کہ زندگی کے میدان میں دو قوتیں دو گروہوں کی شکل میں معرکہ آرائی میں مشغول ہیں۔ ایک "حزب اللہ" اور دوسری "حزب الشیطان"۔

صاحبو! اسی معرکہ آرائیِ حق و باطل سے میدانِ حیات میں ہل چل ہے۔ گنبدِ فلک کے تلے

Marfat.com

گھما گھمی ہے۔ ایمان واستقامت کی امتحان گاہ، یہی جنگِ خیر وشر ہے۔ نفس وشیطان کی قوتیں ہر لحہ انسان اور انسانیت کی تباہی پر آمادہ ہیں جبکہ باطن کے اندھیروں نے انسان کو اندھا کر دیا ہے اور شیطانی قوتوں کے گماشتے انسان، اپنے ہی بھائیوں کے قتل پر آمادہ ہیں۔ درندوں سے بڑھتے ہوئے ان کے طرزِ زندگی نے خیر کے طالب اور پُرامن انسانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا ہے۔ اسی سبب سے آج امنِ عالم بربادیوں کی پاتال کو چھو رہا ہے۔

انسان کا دشمن نفس ہے اور انسانیت کا دشمن شیطان۔ بقائے انسانیت اور فروغِ انسانیت کے فکری و عملی علمبرداروں کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے طاقتور اور کھلے دشمن کی پہچان کریں۔ انسانی معاشرے کے فساد کا سببِ اوّل ہی ابلیس کی وہ ازلی سازش اور کوشش ہے جس کا شکار ہابیل وقابیل ہوئے جس سے وہ ابنِ آدم کو شکست وذلت کی گھاٹیوں میں اتارنا چاہتا ہے۔

نفسیاتی اور روحانی علوم سے آشنا لوگ بخوبی اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ ایک خفیہ قوت ہمیشہ فسادِ زندگی کا سبب بنی ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک یہ انجانی ہے اور بعضوں کے نزدیک جانی پہچانی ہے۔ اسی قوت کا نام ابلیسیت ہے جو انتشارِ باطن اور فسادِ ظاہر کا باعث ہوئی۔ انسانوں میں علمِ وحی کے نور سے منور سینے آئینۂ دل پر منعکس ہونے والی تجلیاتِ الٰہیہ اور انواراتِ نبویہ کی برکات کا وافر حصہ قبول کرتے ہیں اور خیر وشر کی قوتوں کے وجود کو خوب پہچانتے ہیں اور یہی لوگ اہلِ صفا ہوتے ہیں، ہمہ وقت آدم کی نیابتِ علمی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں اور بطفیل سرکارِ ختمی مرتبت ﷺ طالبانِ خدا اور اُمتِ مصطفیٰ ﷺ کو ابلیسی وساوس کے اندھیروں سے نکال کر نورِ الٰہ ونورِ مصطفیٰ ﷺ کی جانب منتقل کرتے رہتے ہیں۔ اور اسی سبب سے نوری احوال سے مزین روشن کردار کے حامل افراد، انسانی معاشرے میں خیر کا معیار اور شرافت کا اعتبار بنتے ہیں۔ اور سچے انسانی فلاحی معاشرے کی تشکیل کے معاون ہوتے ہیں اور اس نیک سیرت جماعت کا نام ''حزبُ اللہ'' ہے۔ ''حزبُ اللہ'' کے غلبے کی نوید تو قرآن نے دی ہے۔ اگر ہم معاشرۂ انسانی میں خیر وفلاح کا چلن دیکھنا چاہتے ہیں اور انسانیت کو معاشرے پر غالب دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں ''حزبُ اللہ'' کی سنگت اختیار کرنا ہوگی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ کائناتِ ارضی میں جو بھی روشن خطے ہیں، وہ ''حزبُ اللہ'' کی برکات کے فیضان سے ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں ''حزبُ اللہ'' کے سرِ خیل حضرت علی بن عثمان الہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ داتا صاحب '' کفرکدۂ ہند میں رشد وہدایت کا وہ بلند مینار ہیں جس کی روشنی دنیا کے کونے

Marfat.com

کو نے کو نورِ ایمان سے فیض یاب کر رہی ہے۔ آپؒ کا آستان اور آپؒ کی کتاب ''کشف المحجوب''، فیض رسانی کے دو شیریں چشمے ہیں۔ جن سے تشنگانِ علم و روحانیت نہ صرف سیراب ہوتے ہیں بلکہ کثیر مخلوقِ خدا کو سیراب کرتے ہیں۔

مرقد او پیرِ سنجر را حرم

(اُن (حضرت داتا گنج بخشؒ) کا مزار تو پیرِ سنجر (خواجہ معین الدین چشتیؒ) کے لیے حرم کی طرح محترم ہے)

حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات ایک ایسے سچے کردار کے حامل افراد اور پاکیزہ اطوار والی اہلِ ایمان کی جماعت کا تقاضا کرتی ہیں جو انسانیت کی علمبردار ہو، انسان ساز ہو نیز بقائے انسانیت کے لیے ابلیسی لشکروں سے نبرد آزما ہونے پر ہمہ وقت آمادہ رہے، تاکہ فضیلتِ آدمیت اور وقارِ انسانیت مائل بہ فروغ رہے۔ اور جہالت و عصبیت کے حجابات اٹھادے اور نورِ علم سے ابنِ آدم کے باطن کو پاکیزہ کر دے تاکہ وہ نیابتِ الٰہیہ کے بارِ امانت کو رضائے خداوندی کے مطابق اٹھا سکے اور معاشرۂ انسانی کیلئے نویدِ فلاح بن جائے اور مرضیاتِ خداوندی بھی اسی حقیت میں پوشیدہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۔

(اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور نیک لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ)

بزمِ صادقین کی فہرست میں حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا اسم مبارک بہت ہی روشن اور دلنواز ہے۔ آپؒ کی تعلیمات، آپؒ کا کردار، آپؒ کا پیغام اور آپؒ کا فیضان انسانوں کے دل و دماغ کو مسلسل خیراتِ علم و عمل اور یقین و اطمینان بانٹ رہا ہے۔ ہم سب اپنے اپنے انداز سے اُن کی یاد اور شکریے کے اظہار کا اہتمام کرتے ہیں۔ ماہِ صفر المظفر 1425ھ، میں اُن کی 960ویں یاد عرس کی شکل میں منائی جارہی ہے۔ عرس کی مختلف تقریبات کے ذریعہ سے محکمہ اوقاف پنجاب نے جہاں مخدوم اُمم حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اظہارِ عقیدت کا اہتمام کیا ہے۔ وہاں مجلّہ ''معارف اولیاء'' نے قلم و قرطاس کے حوالے سے حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دینی اور روحانی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرنے کیلئے ''خصوصی اشاعت'' (داتا گنج بخشؒ نمبر) کی صورت میں ایک علمی ارمغانِ عقیدت پیش کرنے کی جسارت کی ہے۔ اور یہ خاص نمبر فیض عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی کے فیضانِ عطا کا ایک سلسلہ ہے۔

ربنا تقبل منّا إنك أنت السميع العليم

۹ رصفر المظفر ۱۴۲۵ھ/ ۳۱ مارچ ۲۰۰۴ء

مدیر

Marfat.com

مرشدِ لاہورؒ کے حضور راز و نیاز کی کچھ اور باتیں

☆ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

آج کی نماز عصر آپ کی خوبصورت و جاذبِ قلب و نظر تاریخی مسجد میں ادا کرنے کی توفیق عطا ہوئی اور دولتِ مسرت وطمانینت سے سرفراز ہوا۔ دعا کے بعد مشرق کی سمت نظر گئی تو آپ کی ضریحِ مبارک کے جوار میں واقع اس حجرے پر مرکوز ہوئی جہاں بقولِ علامہ اقبالؒ ''پیرِ سنجر'' برعظیم پاک و ہند میں سلسلۂ چشتیہ کے بانی و علمبردار، خواجہ حسن سنجری معین الدین اجمیریؒ (م 633ھ/1236ء) نے مراقبہ فرمایا تھا۔ وہی حسن سنجری اور خواجہ اجمیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جن کا پیغامِ عمل ہے:

''دریا کے سے فیاض، سورج کے سے گرم جوش، اور زمین کے سے مہمان نواز بن کر زندگی گذارو!''

انہوں نے ہی تو مراقبہ و چلہ کشی کے بعد آپ کے متعلق پیار بھرے خراجِ عقیدت کے انداز میں ہمیں یہ پُر کیف پیغام دیا اور ارشاد فرمایا تھا کہ:

گنج بخشِ فیضِ عالم، مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما!

پھر معاً مجھے خیال آیا کہ ایک مدت ہوئی آپ کی اسی مسجد میں ایک شام کو نمازِ مغرب ادا کر کے جب باہر نکلا تھا تو رنگِ ماحول دیکھ کر ششدر سا رہ گیا تھا۔ آپ کی مسجد کے آس پاس کے گلی کوچوں میں ہر چہرہ دہشت زدہ دکھائی دیتا تھا۔ ہر آنکھ ڈبڈبائی اور حیرت سے پتھرائی ہوئی، ہر آنے والے کو شک کی نظر سے دیکھ رہی تھی، دراصل اطلاع یہ آئی تھی کہ آپ کی اس ہر دلعزیز و دلنواز نگری میں کچھ انسان نما درندے گھس آئے ہیں۔ ایک مسجد میں سربسجود بندگانِ حق کو لہو میں نہلا کر موت کی نیند سلا گئے ہیں! کلمہ گو اور اپنے کلمہ گو بھائی کا گلا کاٹے اور وہ بھی حضرت ابوالحسن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے اس فکری و ثقافتی دارالحکومت میں!؟ یقین نہیں آیا تھا اور اب تک بھی اس شک و ارتیاب میں ہوں کہ مسلمان تو اپنے ہاتھ سے بلاوجہ گھاس اور درخت بھی

☆۔ سابق پرنسپل اورینٹل کالج و ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ، پنجاب یونیورسٹی لاہور

Marfat.com

نہیں کاٹتا اور کسی جانور پر بھی دست درازی نہیں کرتا چہ جائیکہ اپنے ابنائے جنس اولادِ آدم کا خون بہائے اور وہ بھی اپنے کلمہ گو بھائیوں کا؟! میں نے اس وقت بھی مشرقی جانب سڑک پر کھڑے ہوکر آپ کی ضریحِ مبارک پر ایک نظر ڈالی تھی تو دور و دراز کے سفر کی صعوبت و مشقت اٹھاتے ہوئے بتکدۂ ہند میں آپ کے ورودِ مسعود کے منظر کو چشمِ تصور سے دیکھا تھا اور دینِ حق کی تبلیغ کے لیے آپ کی مساعیٔ جمیلہ کے سامنے کفر و شرک کے فولادی قفل ٹوٹتے ہوئے محسوس کیے تھے۔ لوگوں کو جوق در جوق اور فوج در فوج حلقہ بگوشِ اسلام ہوتا چشمِ تصور سے دیکھ کر شاعرِ مشرقؒ کا یہ خراجِ عقیدت میری زباں پر رواں ہو گیا تھا کہ:

عہدِ فاروقؓ از جمالش تازہ شد
حق زِ حرف او بلند آوازہ شد!

اور یہ بھی کہ:

خاکِ پنجاب از دمِ او زندہ گشت
صبحِ ما از مہرِ او تابندہ گشت!

لیکن پھر مجھے آپ کی مسجد کے بلند و بالا منقش مینار بہت غمگین، سہمے سہمے سے بلکہ لرزتے ہوئے دکھائی دیئے تھے، مجھے بعض بزرگوں نے بتایا کہ آپ کی روحِ پُرفتوح لاہوریوں کی خوشی پر خوش ہوتی اور ان کے دکھی ہونے پر غمگین ہوتی ہے!! مجھے لگتا ہے اس وقت بھی آپ اپنے بے گناہ لاہوریوں کے خونِ ناحق پر روئے تھے؟ لیکن پھر اچانک ایک بار پھر میری نگاہِ تخیل صدیوں کے فاصلے کو پار کرتی ہوئی آمدِ لاہور پر آپ کے استقبال کے لیے اٹھ گئی تھی۔ آپ اپنی عربی، فارسی اور ٹوٹی پھوٹی مگر پُرمعنی مقامی بولی میں لوگوں کو پیغامِ حق سناتے اور تبلیغِ اسلام کے لیے سعیٔ مشکور فرماتے ہوئے دکھائی دیئے تھے! اس وقت بھی میرے دہشت زدہ، خون خون، دلِ مضطر و غمگین سے ایک صدا بلکہ آہ بلند ہوئی تھی کہ آپ کی اس نگری کو یہ درندے اور یہ اژدہے کیوں پامال کر رہے ہیں؟ پھر گھر پہنچتے پہنچتے میری یہ صدا اور یہ آہ ایک فریاد میں ڈھل گئی تھی جسے میں نے قرطاس و قلم کے حوالے کر دیا تھا جسے بعد میں ''نوائے وقت'' والے نے شائع کر دیا تھا! اس لئے میری یہ فریاد بے وقت، بلاجواز اور بے سود نہ تھی! بلکہ اپنا اثر دکھانے اور اہلِ لاہور کے دلوں میں اترنے میں شاعرِ مشرقؒ کے اس ارشاد کا مصداق ثابت ہوئی تھی کہ:

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے!!

Marfat.com

حضور!...... آپ نے میری یہ فریاد سنی ہو گی تاہم میرے دکھی دل سے نکلنے والی اس فریاد نے اہلِ دل اور اہلِ ایمان لاہوریوں بلکہ سب مسلمانوں کو متاثر کیا۔ اہلِ لاہور اور اس خطۂ پاک کے مردانِ حق پر جو اثر ہوا اور ان کا جو ''فیڈ بیک'' یا ردِ عمل مجھ تک پہنچا اور میرے عملی مشاہدے میں آیا وہ بھی بیان کرنے اور سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ اسے بھی نوکِ قلم کسی روز صفحۂ قرطاس پر سجادے گی تو نذر کروں گا! تاہم اس وقت آج کا سورج غروب ہونے کے لیے پر تول رہا ہے۔ ایک سرخ انگارا ہے جو افقِ آسمان پر خونیں آنسو کا قطرہ بن کر ڈبڈبا رہا ہے اور بار بار مجھے ان تجلیات کی طرف متوجہ کر رہا ہے جو مجھے خواجہ اجمیر کے اس حجرہ پر محسوس ہو رہی ہیں جس میں وہ چالیس روز تک مراقبے میں مشغول رہے تھے۔ ڈوبتے سورج اور تجلیات کا یہ منظر شاید مجھے اس فریاد سے زیادہ اہم، وسیع الاثر اور کشش و تاثیر سے لبریز کسی اور کہانی کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے تاکہ راز و نیاز کی کچھ اور باتیں عرض کر کے آپ سے حسنِ نتائج کے لیے دعا کی درخواست کر سکوں!!

عظیم لاہور کے دردمند مرشدِ حق نواز و حق شناس!...... تقویمِ ہجری کے مطابق جب اسلام کی چودہ صدیاں مکمل ہوئی تھیں تو دنیا بھر کے مسلمانوں نے چودہ سو سالہ جشن منانے اور پندرھویں صدی ہجری کا استقبال کرنے کے متنوع اور رنگا رنگ پروگرام بنائے تھے۔ ہر ایک کی زبان پر یہ نعرہ تھا کہ پندرھویں صدی ہجری غلبۂ اسلام اور مسلمانوں کی اقبال مندی و سربلندی کی صدی ہو گی! اپنے گونا گوں پروگراموں میں خواہشوں، آرزوؤں اور اُمیدوں کی ایک دنیا سجادی گئی تھی۔ تمام اسلامی ممالک بلکہ غیر اسلامی ممالک میں بھی بڑے بڑے دعوے کیے گئے تھے۔ عجب عجب اعلانات ہوئے تھے اور بڑے بڑے عزائم سامنے آئے تھے مگر سب توکل علی اللہ کی دولت سے محروم تھے!! بس ڈینگیں تھیں جو ماری گئیں اور کچھ ''بڑھکیں'' تھیں جو ہوا میں تحلیل ہو کر رہ گئیں! دراصل ہوا یوں کہ ادھر اہلِ اسلام تو دھواں دھار تقاریر و خطبات سے فضاؤں کو غبار آلودہ اور اپنے مخاطبین مسلمانوں کو معجزانہ حالات کے ظہور اور آنے والے وقت کے لیے پیشین گوئیوں اور خوشخبریوں کے نشے سے مست بنا رہے تھے اور بلند بانگ دعووں کی بوچھاڑ تھی جو تھمنے کا نام نہیں لے رہی تھی خود آپ کی اس نگری، شہرِ لاہور کے زندہ دل، مردہ عمل خوردوں اور بزرگوں نے کیا نہیں کیا تھا مگر کام صرف آرزو کرنے یا خواہش و ارادہ کرنے سے انجام نہیں پا جاتے! جس طرح علم کے لیے عمل درکار ہوتا ہے آپ نے خود بھی تو اپنی ''کشف المحجوب'' میں علم کی یہی شان بیان فرمائی ہے! اسی طرح عزم و ارادہ بھی اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے میدانِ عمل میں کود پڑنے سے پورا ہوتا ہے! آپ کے جدِّ اعلیٰ سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے کتنے سادہ مگر پرکارانہ انداز میں ہمیں نصیحت و وصیت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

Marfat.com

لــو كــان هــذا الــعــلــم يُــدرك بــالــمــنــى

مــا كــان يــبــقــى فــى الــبريّة جــاهــل!

فــاجــهــد و لا تــكــســل و لاتَك غــافــلا

فــنــد امة الــعــقــبــى لــمــن يتكــاســل!

یعنی اگر علم و معرفت اور اقبال مندی محض آرزو کرنے سے میسر آ سکتے ہوتے تو دنیا میں تمہیں نہ کوئی جاہل نظر آتا نہ بدنصیب! تو ہاں! کوشش کرو، سستی مت کرو، کیونکہ جو سستی و بے عملی کا مظاہرہ کرتے ہیں انجامِ کار ندامت اور پچھتاوا انہی کا مقدر ہوتا ہے!!

صاحبِ کشف و پیرِ کامل!......ایک طرف تو ہم آپ کے اور آپ کے بزرگوں کے نام لیوا یونہی آرزوؤں اور ارادوں کے خیالی پلاؤ پکار رہے تھے اور دعوؤں اور بڑھکوں کے انبار لگا رہے تھے اور دوسری جانب دشمنانِ اسلام ہماری آرزوؤں پر پانی پھیرنے اور دعوؤں کو خاک میں ملانے کے منظم مگر مؤثر منصوبے بنا رہے تھے! یہ سادہ لوح اور بے عمل گرد و پیش سے غافل اسلام کی پندرھویں صدی ہجری کی اقبال مندیوں کے خواب دیکھ رہے تھے اور اغیار، امتِ مسلمہ کی آرزوؤں کو جلتی اور جلاتی ہوئی حسرتوں میں بدلنے کے عملی اور فوری پروگرام بنا کر اپنی اکیسویں صدی عیسوی کے جشن منانے اور دنیا پر چھا جانے کے پروگرام بنا رہے تھے۔ جو منصوبے 1980ء میں بنائے گئے اور گزشتہ رُبع صدی کے دوران میں ان کی عملی تشکیل ہوتی گئی آج 2004ء میں ان کا نقشہ سب کے سامنے ہے! جب مسلمان جاگتے تھے اور قول و عمل کا حسین مرقع تھے تو انہوں نے بھی صرف رُبع صدی میں قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ کر دنیا کے نقشے بدل کر اور عدل و مساوات کا متوازن نظام قائم کر کے خلافتِ راشدہ کو صرف رُبع صدی ہی میں تین براعظموں پر حکمران بنا دیا تھا! اغیار نے بھی جاگتے اور عمل کرتے ہوئے رُبع صدی میں یہ سب کچھ کر دکھایا ہے! پندرھویں صدی ہجری کے آغاز پر مسلم نوجوان کی بیداری کے چرچے تھے! مسلمان ایک عزمِ نو لے کر اٹھتے دکھائی دیے تھے مگر وہ بزعم خویش مسلم نوجوان کو کچل چکے یا خود مسلمانوں کے ہاتھوں کچلوا چکے تھے اب تو مسلمانوں کا عزم نو بھی عارضی نشے کی طرح ہرن ہوتا محسوس ہوتا ہے! کم سے کم یہ اغیار، یہ دشمنانِ اسلام تو یہی سمجھتے اور یہی کہتے ہیں! وہ تو اب مسلمان کو ''دنیا کا مردِ بیمار'' تصور کرتے ہیں بالکل ایسے ہی جیسے بیسویں صدی کے آغاز پر مسلمانوں کے مرکز اور علامتِ اتحاد، خلافتِ عثمانیہ ترکی کو یہ لوگ ''یورپ کا مردِ بیمار'' کہتے تھے۔ اب وہ بیدار مسلم نوجوان اور عزمِ نو رکھنے والے مسلمانوں کے عالمِ اسلام کو بھی دنیا کا مردِ بیمار تصور کرتے ہوئے اسی طرح آپس میں تقسیم کر کے ہڑپ

Marfat.com

کرنے کی آرزو پال رہے ہیں جس طرح وہ خلافتِ عثمانیہ کو ٹکڑے کر کے اور آپس میں بانٹ کر دنیا سے محو کر چکے ہیں...... لیکن...... مرشدِ لاہور!...... میرا ذاتی خیال یہ نہیں ہے کہ ایسے ہوگا! اس لیے کہ اسلام تو اللہ رب العزت کا پسند کردہ دین ہے جو آدم سے نوح، پھر ابراہیم سے موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سے ہوتا ہوا محمد مصطفیٰ ﷺ پر مکمل ہوا مگر ہم خالی آرزوئیں پالنے والے اور ارادے کر کے کچھ نہ کرنے والے مسلمان شاید اس قانون قدرت کی زد میں آجائیں گے کہ:

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ۔

''یعنی اگر تم باز نہ آئے اور خود کو نہ بدلا تو اللہ جل شانہ یہ منصب قیادتِ اسلام تمہارے علاوہ کسی اور قوم کے سپرد فرما دیں گے۔ پھر وہ تمہاری طرح (خالی آرزوئیں پالنے والے، کھوکھلے دعوے کرنے والے اور عمل سے عاری و محروم رہنے والے!!) نہیں ہوں گے۔'' (1)

مخدومِ امم!...... مؤدبانہ معافی کا خواستگار ہوں! جذبات میں بہتا جا رہا ہوں اصل بات سے ہٹ رہا ہوں مگر آپ کے توسط سے ان لاہوریوں، اس خطۂ پاک کے مردانِ حق اور ہر جگہ ملت کے بہی خواہوں سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ میری اس لغزش اور اعراض سے درگذر فرمایئے گا! دراصل آپ کے واسطے سے ان لوگوں سے کچھ تلخ باتیں کہنا چاہتا ہوں اگر آپ کی ذاتِ مقدس اور آپ کا نام نامی بیچ میں ہوگا تو میری بے نوائی بھی شاید ایک نوا، ایک آواز اور ایک استغاثہ و فریاد محسوس ہو سکے! ایک بے ربط بات، ایک جملہ معترضہ اور ایک حدیثِ درد زبان پر لانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ مجھے اس براعظم ایشیا کی فکر ہے!! وہی ایشیا جس کے خس و خاشاک کے لیے اقبالؒ رویا، جس کی قیادت و زمامِ کار کو وہ اسلام کے ہاتھ میں دیکھنے کے آرزومند تھے! وہ اس براعظم کی بھلائی اور سربلندی اسی میں دیکھتے تھے کہ اس کی قیادت بھی اسی مسلمان کے ہاتھ میں ہو اور اس بات سے اغیار بھی پریشان ہیں! اس لیے تو بنیا اور صیہونی بھارت اور اسرائیل کو ایک قوت بنا کر اسے ناکام کرنا چاہتے ہیں! اسی لیے تو وہ آپ کے دونوں پیارے وطنوں........ غزنی اور لاہور.......... کو ایک نہیں ہونے دے رہے!! کیونکہ شاعرِ مشرقؒ کے نزدیک ایشیا کی نجات اور بھلائی اسی میں ہے کہ افغانوں کو اس کی تعمیر و سربلندی میں اپنا کردار ملے!

سیّد ہجویر و مرشد لاہور!...... یہی کردار ہے جو ملتِ اسلامیہ افغانیہ سے چھینا جا رہا ہے۔ محمود غزنوی و احمد شاہ ابدالی کے اسی تاریخی کردار سے وہ خائف ہیں اور یہ کردار صحیح معنی میں اس وقت ادا ہو سکتا ہے جب آپ کا غزنی اور آپ کا لاہور ایک ہو جائیں اسی کردار سے بنیا لرزتا ہے اور یہی کردار صہیونیوں کو پیچ و تاب میں

مبتلا کیے ہوئے ہے اور اسی کردار کا رستہ بند کرنے کیلئے بنیا صیہونی اتحاد قائم ہے۔ سامراجی غزنی ولاہور اور کابل و اسلام آباد کے اتحاد سے تو لرزاں و پیچاں ہیں ہی، مگر نئی دلی اور تل ابیب کے ناپاک اتحاد پر سب بغلیں بجا رہے ہیں، اسی لیے تو ملتِ افغان کو اس کی مرضی کے خلاف ڈھالنے اور چلانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اسے ایشیا میں اپنے کردار کے لیے نکلنے سے باز رکھا جا رہا ہے اور شاعرِ مشرق ؒ کو یہی خدشات لاحق تھے جب انہوں نے فرمایا تھا کہ:

آسیا یک پیکرِ آب و گل است
ملتِ افغاں درآں پیکر دل است
از فسادِ او فسادِ آسیا!
در کشادِ او کشادِ آسیا!!

''ایشیا ایک جسم ہے جو پانی اور مٹی سے عبارت ہے اور ملتِ افغان کو اس جسم میں ایک دل کی حیثیت حاصل ہے۔ اگر افغانستان ویران و برباد ہوا تو سمجھو پورا ایشیا فساد و بربادی کی نذر ہو گیا لیکن ملت افغان کے لیے کردار ادا کرنے کی راہیں اگر کھول دی گئیں تو یقین کر لو کہ ایشیا کی غلامی کے تمام بندھن کھل گئے!!''

اے بتکدۂ ہند میں توحید کا پودا لگانے والے پیرِ حق پرست!...... آپ کے لگائے ہوئے اس شجرۂ طیبہ کو باطل پرست نقصان پہنچانے کی فکر میں ہیں! مگر انہیں کیا معلوم کہ جو پودا آپ جیسے اولیاء اللہ نے لگایا، جسے خواجۂ اجمیر معین الدین والحق ؒ جیسے صبر و ہمت کے کوہِ گراں نے سینچا اور بابا فریدؒ و نظام الدین اولیاءؒ جیسے سینکڑوں نہیں ہزاروں اصحابِ طریقت نے پروان چڑھایا اس شجرۂ طیبہ کو یہ باطل پرست کیا گزند پہنچائیں گے؟! یہ تو کلمۂ توحید کا شجرۂ طیبہ ہے جس کی جڑیں تحت الثریٰ میں ثابت و دائم ہیں اور چوٹیاں آسمانوں میں ہیں بقول مولانا ظفر علی خان:

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا!!

حضور!...... آپ کی اس نگری کو جو ہر کس و ناکس کو اور زمانے کے ہر ستائے ہوئے بیکس کو یوں اپنے آغوشِ شفقت میں لے لیتی ہے جس طرح ماں اپنے فرزندوں کو اپنی گود میں پناہ دیتی ہے! آپ کی اس نگری کو تو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''قطب ارشاد'' قرار دیا ہے۔ جو بلادِ اسلامیہ

کے لیے رہنمائی کا مینار ہے اور یہ شرف آپ کے طفیل ہے کہ آپ نے یہاں پر دینِ حق کا جھنڈا گاڑا جو قیامت تک لہراتا پھڑ پھڑاتا اور دلوں کو گرماتا رہے گا، مگر حضور! یہ لوگ آپ کی اس نگری اور آپ کی جائے پیدائش کی سرزمین کا اتحاد نہیں ہونے دے رہے! قیامِ پاکستان سے اب تک تمام کوششیں اس پر مرکوز ہیں کہ غزنی و کابل کو لاہور و اسلام آباد سے دور اور بیگانہ رکھا جائے! مگر دشمنانِ حق کو کیا معلوم کہ پاک افغان مردانِ حق کے دل تو ایک ساتھ دھڑکتے ہیں، ان دلوں کو کب تک دور رکھا جا سکے گا! کوشش یہی ہو رہی ہے کہ انہیں دور رکھا جائے اور ملتِ افغان کو ایشیا کی تعمیر اور آزادی میں اپنے مقدر و معہود کردار سے محروم رکھا جائے جو لاہور اور غزنی کے ایک ہونے کے بعد شروع ہوگا مگر سعیِ ناکام و نامسعود اس بات پر مرکوز و مبذول ہے کہ بقول شاعرِ مشرق ؒ:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو!
فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو!
افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو!
اہلِ حرم سے ان کی روایات چھین لو
آہو کو مرغزارِ ختن سے نکال دو!!

داعیٔ حق!......ایک راز کی بات ہے! بنیا برہمن آپ کے لگائے ہوئے شجرۂ توحید سے بہت جلتا ہے! مگر وہ اسے جس قدر مرجھانے، کملانے اور ہلانے کی کوشش کرتے ہیں یہ شجرۂ طیبہ اسی قدر پھلتا پھولتا اور پھیلتا ہے! ہزاروں سال سے چھوت چھات کی لعنت میں گرفتار متعفن ذہن ہیں جنھوں نے معاشرے کو طبقات میں بانٹ رکھا ہے۔ دلت اور اچھوتوں کی غالب اکثریت ہے جسے ایک چھوٹی سی اونچی ذات کی بنیا برہمن اقلیت نے جکڑ رکھا ہے۔ وہ اس غالب اکثریت کو طبقاتی تفاوت کے کابوس میں اس طرح جکڑے ہوئے ہیں کہ نہ اسے اسلام کا حلقہ بگوش ہونے دیتے ہیں اور نہ سوچنے سمجھنے کے لیے دماغ استعمال کرنے دیتے ہیں۔ مگر تا کَے!؟ اس خطے میں امن کا قیام بلاشبہ اشاعتِ اسلام اور اچھوت کی آزادی کے حق میں بہتر ہوگا! باطل نے آخر شکست کھانا ہی ہے اور حق نے غلبہ حاصل کرنا ہی ہے! حضور!...... یہ کردار آپ کی نگری کے زندہ دلوں نے ادا کرنا ہے اور یہ اس خطۂ پاک کا مقدر ہے! قراردادِ پاکستان بھی تو آپ کی اسی نگری میں منظور ہوتی

Marfat.com

تھی؟! باطل پرست حملہ آوروں کے سامنے یہی آپ کی نگری ہی تو تھی، جو ناقابلِ شکست قلعہ ثابت ہوئی تھی! یہی داتا کی نگری تو ارضِ پاک کا دھڑکتا ہوا دل ہے اسی دل کی پاکیزہ دھڑکن انہیں پریشان کرتی اور جلاتی ہے اور اسی لیے غزنی سے اس کے اتحاد کو روکتے اور کابل و اسلام آباد کے درمیان بدگمانیوں کو ہوا دیتے ہیں!!

لیکن سیّدی!......ایک اور راز کی بات بھی عرض کر دوں؟ بہت اہم ہے اور آپ کے توسط سے خطۂ پاک کے نوجوان مسلم کو سنانا مقصود ہے! قراردادِ پاکستان کے منظور ہونے کے بعد سے اور قیامِ پاکستان کے بعد سے تو اور بھی بڑی شد و مد کے ساتھ آپ جیسے نیک لوگوں کے پاکیزہ ہاتھوں سے لگائے گئے شجرۂ توحید سے جلنے والے اسے معاذ اللہ نابود کرنے کی آرزوئے باطل کی پرورش کرتے آرہے ہیں اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے جتن بھی کرتے آرہے ہیں! آپ کے علم میں ہے اور سبھی جانتے ہیں کہ ''باب الاسلام'' سندھ سے محمد بن قاسم کا داخلہ اور مسلم سپین پر طارق بن زیاد کی یلغار ایک ہی وقت میں ہوئی! اندلس میں آٹھ سو سال تک مسلمان حکمران رہے مگر وہاں سے اسلام اور مسلمانوں کو صلیب کے ناخداؤں نے ہمیشہ کے لیے دیس نکالا دے دیا! یہ واحد اور انوکھی مثال ہے کہ مسلم حکمرانی کے خاتمہ کے ساتھ ہی کسی سرزمین سے اسلام اور مسلمان کو بھی دیس نکالا مل گیا! ورنہ جہاں اسلام گیا اور مسلمان ہوئے وہاں خواہ مسلم حکومت ہو نہ ہو اسلام اور مسلمان اسی طرح وہیں رہے ہیں! یہ صورتِ حال دیکھ کر ہمارے بنیا برہمن کے منہ میں پانی بھر آیا اور ایک ہچکی لیتے ہوئے ان اسباب کا جائزہ لینے کیلئے سپین جا پہنچے کہ جن کے باعث وہاں سے اسلام اور مسلمان کو دیس نکالا ممکن ہوا تھا! مگر آج تک شاید کچھ نہیں ملا! مگر مجھے معلوم ہے کہ سپین میں اسلام کیوں نہ زندہ و پائندہ رہا جیسا کہ برعظیم میں ہے! حضور! ...... میرا ڈاکٹریٹ کا مقالہ اسلامی اندلس سے تعلق رکھتا ہے اور اندلس کے مسلمانوں کی سیاسی، دینی، ادبی اور ثقافتی تاریخ پر میں نے کام کیا ہے اس کے بارے میں ابھی کچھ اور بھی عرض کروں گا۔ مگر اسلام وہاں جڑ کیوں نہ پکڑ سکا؟ اور یہاں برعظیم پاک و ہند میں شجرۂ توحید کی جڑیں کیونکر ثابت و دائم ہیں! عرض کروں گا!

ناقصوں کے پیر کامل!......بنیا برہمن بھی سپین میں وفود بھیجتا رہا اور میں نے بھی تحقیق کی ہے! اسے تو کچھ ملا یا نہیں تاہم اب مایوسی و نامرادی اس کا تو مقدر بن گئی ہے اور وہ اسلام اور مسلمان کے سامنے سپر اندازی کی روش پر مجبور ہو گیا ہے۔ اس نے بھی سپین میں دیکھا ہے اور میں نے بھی مشاہدہ کیا ہے کہ اسلام اور مسلمان کو سپین سے دیس نکالا دینے والے حسرت و یاس کی تصویر بنے بیٹھے ہیں! اقبالؒ کے نزدیک اسلام کی گم گشتہ فردوس، اندلس میں اسلام پھر سے جڑ پکڑ رہا ہے!! جو پہلے نہیں پکڑ پایا تھا!! اسلام آج فرانس کی طرح سپین میں بھی دوسرا بڑا مذہب ہے! جس طرح پاکستان میں سندھ پنجاب سب سے بڑا خطہ ہے، اسی طرح

سپین کا سب سے بڑا صوبہ آج بھی ''اندالوسیا'' کہلاتا ہے اسی لیے عربوں نے اس صوبے کے نام کی نسبت سے پورے ملک کا نام ''اندلس'' رکھ دیا تھا۔ اس ''اندالوسیا'' میں کالے بالوں اور کالی آنکھوں والے بڑی کثرت سے ہیں اور انہیں پتہ چل گیا ہے کہ وہ ان مسلمانوں کی اولاد ہیں جنہیں زبردستی عیسائی بنایا گیا تھا۔ اب وہاں مسلمان مبلغ بھی پہنچ گئے ہیں یہ اللہ کے نیک بندے آپ ہی کی طرح اور حضرت خواجہ اجمیرؒ کی طرح۔ اسلام کی بے لوث خدمت کر رہے ہیں اور اب وہاں اسلام جڑ پکڑ رہا ہے! اس سلسلے میں ایک واقعہ سناتا ہوں جو میں نے دورۂ مراکش کے موقع پر شہر ''دارِ بیضا'' (کاسابلانکا) میں سنا تھا!

مراکش کے عظیم وقدیم شہر ''الدار البیضاء'' (کاسابلانکا یعنی سفید محل) میں میرا ایک شاگرد ہے۔ محمد فہمی شنطی نام ہے۔ اس نے ہمارے ہاں سے ایم اے اور میری نگرانی میں پی ایچ ڈی کی ہے۔ اس نے ایک کالج اور کئی ایک سکول کھول رکھے ہیں۔ 1981ء کی بات ہے میں عرب لیگ کے ادارہ ''الیسکو'' کے زیرِ اہتمام مراکش کے دارالحکومت رباط میں منعقدہ دس روزہ سیمینار میں شرکت کے لیے گیا۔ درمیان میں ایک اتوار کی چھٹی پڑتی تھی۔ ڈاکٹر محمد فہمی اور ان کی بیگم ''کاسابلانکا'' سے مجھے لینے آئے۔ اتوار کی دوپہر کو جناب حسن لوزی کے ہاں کھانا تھا جو ''کاسابلانکا'' کے امیر لوگوں میں سے ہیں اور مراکش کی قومی اسمبلی کے رکن اور شاہ حسن مرحوم کے خاص آدمی ہیں۔ وہ شہر کے سب سے بڑے محلے ''حی الاندلس'' (یعنی اندلس کا محلہ، یا قبیلہ) میں ایک شاندار محل کے مالک ہیں۔ کھانا اتنا پرتکلف اور دسترخوان پر انواع واقسام کے اتنے کھانے سجے تھے کہ ان کا شمار مشکل تھا اور اتنے لذیذ تھے کہ آج تک ان کی لذت نہیں بھولی! حسن لوزی صاحب نے ایک دلچسپ مگر انتہائی حوصلہ افزا اور عبرت آموز واقعہ سنایا اور وہ یوں کہ گزشتہ عید الفطر کے موقع پر پانچ سو نو مسلم سپین سے آئے اور بندرگاہ پر اترنا چاہا۔ کسی کے پاس کوئی پاسپورٹ نہیں تھا۔ سب نے کہا کہ ہم آپ لوگوں کے ساتھ عید الفطر کی نماز ادا کرنے آئے ہیں اور نماز کے بعد واپس چلے جائیں گے مگر اتریں گے اس شرط پر کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر ''کاسابلانکا'' کے ایک ہزار مسلمان ہمارے پاس سپین آئیں گے جو ہمارے صوبے اندالوسیا کے دارالحکومت میں ہمارے ساتھ عید کی نماز پڑھیں گے اور قربانی بھی کریں گے! حکومت کے لیے بغیر پاسپورٹ کے اجازت دینا ایک مسئلہ بن گیا؟ مگر شاہ حسن ثانی کے حکم پر سب کو خصوصی پرمٹ جاری ہوئے اور نماز کے بعد وہ واپس چلے گئے۔ ہمیں بھی ان کی دعوت پر اور بادشاہ کے حکم پر ''اندالوسیا'' جانا پڑا۔ وہاں جا کر پتہ چلا کہ شمالی افریقہ کے رفاعی اور شاذلی صوفی واصحاب طریقت کے علاوہ دیگر ملکوں کے مسلم مبلغین دعوت اسلام کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور لوگ دھڑا دھڑ حلقہ بگوشِ اسلام ہو رہے ہیں۔ مسلم

Marfat.com

اندلس کے حکمرانوں کو یہ توفیق نہ ہو سکی تھی کہ وہ اپنی طرف سے لوگوں کو قبول اسلام کی ترغیب دیتے ۔ بالکل جیسے برعظیم میں مسلم ہندوستان کے حکمرانوں کو دعوت اسلام کی کبھی بھی توفیق نہ ہو سکی ۔ الا ماشاء اللہ! مگر یہاں مرشدِ لاہور سے لے کر حضرت خواجہ اجمیرؒ اور بابا فریدؒ تک نہ جانے کتنے اصحابِ طریقت نے تبلیغ اسلام کیلئے اپنا سب کچھ قربان کیا اور لوگ رضا و رغبت سے ان کے ہاتھ پر حلقہ بگوشِ اسلام ہوتے گئے ۔ مقامی لوگوں نے اسلام کو ذریعۂ نجات سمجھ کر قبول کیا ۔ اس طرح یہاں دینِ حق کی جڑیں مضبوط ہو گئیں ۔ ان بزرگانِ ملت کو نومسلموں نے سر آنکھوں پر بٹھایا اور وفات کے بعد ان کے مزارات و خانقاہیں بنائیں جو آج اس بتکدۂ ہند میں اسلام کے قلعے اور ہدایت کے مینار ہیں!

مخدومِ امم!...... اللہ تعالیٰ کی آپ پر اور آپ کے ساتھی ان تمام نفوس قدسیہ پر رحمتیں اور بخششیں کہ آپ کی بدولت آج ہم دینِ حق کے پیروکار ہیں مگر اندلس میں باہر سے کبھی عرب اور کبھی بربر مسلمان تو وارد ہوتے رہے مگر مقامی لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کر کے راہِ حق پر لگانے والا کوئی ہجویریؒ، کوئی اجمیریؒ، کوئی ملتانیؒ اور کوئی دہلویؒ نہ باہر سے گیا نہ وہاں پیدا ہوا ۔ ایک شیخ ابن عربی پیدا ہوا تھا مگر اسے بھی تشدد پسند فقہاء اور مفتیوں نے وہاں سے بھگا دیا ۔ مجھے اندلس میں کسی بزرگ صوفی کا نام یا مزار کا ذکر کہیں نہیں ملا! مگر برعظیم پر اللہ کا یہ خاص کرم ہوا کہ یہاں اولیاء کرام آئے، پیدا ہوئے اور آج بھی ان کی خانقاہیں اور مزارات ہیں جن کی ہیبت سے آج بھی بنیا ۔ برہمن لرزتے ہیں! یہی وہ راز ہے کہ اسلام کی اندلس میں جڑیں نہ پیدا ہو سکیں مگر یہاں اس برعظیم میں یہ جڑیں آج بھی مضبوط ہیں تاہم سپین میں بھی اب اسلام جڑیں پکڑ رہا ہے ۔ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے ہیں ۔ قرطبہ کی مسجد واگذار ہو گئی ہے اور غرناطہ میں نئی شاندار مسجد تعمیر ہو چکی ہے ۔

بنیا ۔ برہمن جو ساٹھ سال سے بھارت میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کیے ہوئے ہے اور انہیں برگشتہ کرنے کی سعی نامشکور کر چکا ہے کہ کسی طرح یہ اسلام چھوڑ دیں یا بھارت چھوڑ دیں مگر وہ ناکام ہو چکا ہے اب وہ مسلم اندلس کے زوال اور وہاں سے اسلام کے اخراج سے بھی دلچسپی نہیں رکھتا کہ اسے پتہ چل چکا ہے کہ وہاں کیا ہوا تھا اور یہاں اسلام کیوں مضبوط ہے! اس لیے اب وہ مسلمان سے صلح کرنے، دوستی کرنے اور اسے زہر کے بجائے گڑ سے مارنے کی فکر میں ہے مگر اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام ''بدھ مت'' ہے نہ ''جین مت''! یہ تو دینِ حق، دینِ فطرت ہے جس کے متعلق کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ :

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے!!

Marfat.com

بتکدۂ ہند میں رسمِ سجدہ کے اوّلین علمبردار سیدِ ہجویرؒ! آپ کے توسط سے ایک اور راز کی بات بلکہ خاص الخاص راز کی بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ اقبال کی زبان پر ایک ترانہ رواں ہوا تھا جس میں یہ بھی ہے کہ یہ وطن برعظیم وہ سرزمین ہے کہ:

''میرِ عرب ﷺ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے''

اسی لیے تو نظامِ قدرتِ خداوندی نے یہاں پاکستان قائم کروایا ہے!! انگریز نہیں چاہتا تھا، ہندو اس پر راضی نہ تھا حتیٰ کہ مسلمانوں کا مخلص رہنما بھی مسلمانوں کے لیے دستوری ضمانتوں اور شرائط کے ساتھ متحدہ ہندوستان کے لیے سمجھوتہ کرنے پر آمادہ رہا مگر قدرت کا منشا کچھ اور تھا! پھر مسلمانوں نے جب قیامِ پاکستان کا عزم کر لیا اور توکل علی اللہ کے ساتھ اپنے محبوب لیڈر کی قیادت میں معرکۂ آزادی میں کود پڑے تو اسی محبوب قائد کی زبان سے یہ جملہ بھی سنا گیا کہ :

"Pakistan is the will of God and it must be fulfilled."

یعنی پاکستان اللہ تعالیٰ کا منشا ہے اور یہ ضرور پورا ہو کر ہی رہے گا۔

یہ دولتِ خداداد ہے اور اس کی حفاظت بھی اسی نے کی ہے اور وہی کرے گا! انگریز۔ برہمن نے بادل ناخواستہ تقسیم منظور کی! ظالمانہ نقشہ اور غیر منصفانہ تقسیم! پھر مسلمانوں کا منظم قتل عام! بجٹ اور اثاثوں میں سے پاکستان کا حصہ غصب! پھر پہلے بھارتی وزیر داخلہ ولبھائی پٹیل کی یہ ''بڑھک'' کہ پاکستان چار دن کا مہمان ہے بہت جلد ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دے گا! پھر بنیا۔ برہمن نے کیا کیا ''مہربانیاں'' نہیں کیں! مگر یہ دولت خداداد ہر بحران سے نکل کر آج اللہ کے فضل و کرم سے ایٹمی طاقت ہے! یہاں پر سال کے تمام موسم میسر! سمندر، دریا، پہاڑ، جنگل اور پھر اس سرزمین میں دنیا کا ہر غلہ اور ہر میوہ تنوع اور اعلیٰ معیار کے ساتھ! یہ سب کچھ یونہی نہیں ہے!

مرشدِ لاہور!......سچ کہتا ہوں! رسول اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت برحق ہے اور آپ کے اس گنہگار عقیدت مند کو اس کا دو دفعہ شرف حاصل ہوا ہے! یہ بات ہے 1967ء کی! اس گنہگار نے خواب میں دیکھا کہ میں ان خوش نصیب لوگوں میں ہوں جو ہجرتِ مدینہ کے وقت حضور ﷺ کے ہمراہ آئے تھے۔ مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہے۔ پتھر اور گارا اٹھانے والوں میں شامل ہوں! عصر کی نماز ہوتی ہے۔ آپ ﷺ جماعت کراتے ہیں مگر دورانِ نماز ہی کام کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ تعمیر کا کچھ کام ہوتا ہے۔ پھر باقی نمازِ عصر مکمل ہوتی ہے! کوئی نہیں بولتا! سب مہاجرین و انصار باادب خاموش ہیں! گستاخانہ جسارت میں ہی

Marfat.com

کرتا ہوں کہ: حضور ﷺ! دورانِ نماز عمل کثیر سے تو نماز ٹوٹ نہیں جاتی؟
ارشاد ہوتا ہے: جب مسجد خطرے میں ہو تو نماز چھوڑ کر پہلے خطرہ دور کرو، پھر نماز مکمل کرلو، نماز ہو جائے گی!!
پھر حکم ہوتا ہے: اب پھر تُو ہی اٹھ کھڑا ہو اور مسجد اقصیٰ کے بارے میں تقریر کر!
مسجد اقصیٰ خود بخود میرے سامنے آجاتی ہے جسے دیکھ کر ٹوٹی پھوٹی عربی میں کچھ کہتا ہوں مگر کچھ یاد نہیں کیا کہا اور کیسے کہا! اس پر خواب کی بساط لپیٹ دی جاتی ہے!

میں نے یہ خواب اپنے ایک دوست علامہ محمد اقبال ندوی (جن کا اب انتقال ہو گیا ہے) کو سنایا تھا جو ایک اچھے معبر تھے! چند ماہ بعد ہی مسجد اقصیٰ کو ایک بدبخت یہودی نے آگ لگائی جو مسلمانوں کے لیے تازیانہ عبرت اور جوشِ عمل کے لیے ایک چنگاری ثابت ہوئی! مراکش کے شہر رباط میں پہلی مسلم سربراہ کانفرنس ہوئی جس کا دوسرا اجلاس حضور! آپ کی اسی نگری میں فروری 1974ء میں منعقد ہوا تھا!

دوسرا خواب اس سے بھی عجب تر ہے! خواب میں یوں دیکھا کہ حکومت سعودی عرب کے ملازمین کے ایک گروپ میں شامل ہوں جس کا کام خانہ شماری ہے۔ ایک گھر سے دوسرے گھر اور ایک بستی سے دوسری بستی تیزی سے نمبر لگاتے جا رہے ہیں۔ ایک بستی سے نکل کر دوسری بستی کی طرف بڑھتے ہیں تو ایک سفید لباس بزرگ تیزی سے ہمارے آگے آگے ہیں۔ ایک طرف سے چہرہ مبارک دکھائی دیتا ہے تو دل کہتا ہے کہ یہ تو وہی رحمت عالم آقا ﷺ ہیں جن کی اقتدا میں میں نے خواب میں نماز ادا کی تھی۔ میرے ساتھی سست رفتار ہیں۔ ڈر ہے کہ آقا جلدی میں کہیں آگے نہ نکل جائیں اور میں شرف زیارت سے محروم نہ ہو جاؤں! سب کو پیچھے چھوڑ کر چپکے سے آگے لپکتا ہوں مگر ان کی رفتار اس قدر تیز ہے کہ میرے پاؤں جواب دینے لگتے ہیں!
پھر گستاخانہ جسارت! بلند آواز سے کہتا ہوں:

السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ!

جواب آتا ہے:

وعلیک سلام اللہ!

بات عربی میں آگے بڑھتی ہے:

مسلم من ارض باکستان یا سیّدی! (میرے آقا سرزمین پاکستان سے ایک مسلمان ہوں!)

جواب عطا ہوتا ہے:

مرحبا بارض باکستان (مرحبا سرزمینِ پاکستان!!)

پھر کیا ہوا؟...... کچھ یاد نہیں!!

رہنمائے کاملاں!...... زیارت نبوی ﷺ سے یہ شرف 1971ء میں نصیب ہوا۔ پھر 16 دسمبر کا

Marfat.com

المناک دن آتا ہے! پاکستان کے پہلے وزیرِ صنعت اور پہلے اٹارنی جنرل چوہدری نذیر احمد خان مرحوم کی گلبرگ والی وسیع وعریض کوٹھی ہے جو اب ایک ہیبت ناک نئی بلڈنگ میں تبدیل ہو چکی ہے! جسٹس ایس اے رحمٰن اور ڈاکٹر سیّد عبداللہ بھی مہمانوں میں شامل تھے۔ ڈھاکہ سے بری بری خبریں آ رہی تھیں جب ٹائیگر نیازی کے سرنڈر کی خبر آئی تو سب آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ آہیں اور چیخیں بلند ہونے لگیں! آنسو تو میرے بھی نکل آئے مگر مجھ پر حیرت اور دہشت زدگی کی کیفیت طاری تھی! دراصل مجھے وہ اپنا خواب یاد آ رہا تھا کہ خواب ہی میں سہی اور سننے والا ایک حقیر گنہگار ہی سہی مگر آواز تو زبان نبوت ہی سے سنائی دی تھی! انہیں پاکستان کا کچھ نہیں بگڑ سکتا! مگر بعض ذرائع اطلاع یہ بھی بتا رہے تھے کہ کالی دیوی مغربی پاکستان پر بھی دانت گاڑنے کی فکر میں ہے اور خاکم بدہن غلط بٹوارے کا خاتمہ کر کے دم لینا چاہتی ہے مگر پھر انکل سام کے بڑے نکسن کی آواز گونجی ہے کہ پاکستان کا دفاع اور تحفظ ہماری پالیسی کے لیے کارنر سٹون کی حیثیت رکھتا ہے!! یوں صنم خانے سے کعبے کو پاسبان مل گئے! اندازہ ہوا کہ "صدق رسول اللہ ﷺ" آپ نے سرزمین پاکستان کو جو مرحبا فرمایا ہے تو میرا غیر متزلزل ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان اور برعظیم کے مسلمانوں سے کوئی کام لینا چاہتا ہے! آج میرا وطن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور سرکارِ مدینہ ﷺ کی دعا و برکت سے ایک ایٹمی طاقت ہے! میں تو اپنے تاریخی بلکہ تاریخ ساز یوٹرن میں بھی حکمتِ خداوندی کارفرما دیکھتا ہوں! بنیا۔ برہمن جس طرح پاکستان کو دولخت کرنے کو "چانس آف دی سنچری" کہتے تھے اسی طرح وہ 2001ء کو بھی پاکستان کو افغانستان بنانے اور غلط بٹوارہ کی درستگی کے لیے اکیسویں صدی کا تاریخ ساز اور گولڈن چانس تصور کر رہے تھے مگر سب امیدیں خاک ہوئیں۔ تمام آرزوئیں جلتی ہوئی حسرتوں میں بدل گئیں۔

داتا پیر!...... میرا یہ وطن ایک بار پھر تاریخ ساز اقدامات کی راہ پر گامزن ہے! اس میں صرف آپ ہی کی نہیں بلکہ آپ کے تمام بھائیوں...... خواجہ اجمیرؒ، بابا فریدؒ، سچل سرمستؒ، عبداللطیف بھٹائیؒ، رحمان بابا پیر کا کاخیلؒ اور بری شاہ لطیفؒ جیسے بزرگوں...... کی دعائیں بھی شامل ہیں۔!

مرشدوں کے مرشد!...... آپ کو اپنے دل کی بات بھی بتاتا ہوں تاکہ میرے خطۂ پاک کے تمام بھائی اور برعظیم کا ہر دلِ مسلم اسے غور سے سن سکے! میری سوچ یہ ہے کہ برعظیم میں اسلام کو اپنا آزادانہ کردار ادا کر کے یہاں کی اکثریت کا دین بننے کا موقع ہی نہیں ملا! تمام اچھے مواقع مسلم حکمرانوں کی بزدلی، بداندیشی، کج فہمی اور برہمن کی عیاری سے ضائع ہوتے رہے۔ اگر یہاں جمہوری سوچ، آزادانہ اظہارِ رائے اور علم کی روشنی میں قیام امن ممکن ہوا تو فتح دینِ حق کی ہوگی، جو امن و رحمت، عدل و مساوات اور اخوت کا دین ہے! برعظیم کا انسان انہی چیزوں کے لیے صدیوں سے ترس رہا ہے! دوسری بات یہ ہے کہ کوڑمغز بنیا۔ برہمن اسلام کو بھی "بدھ مت" اور "جین مت" سمجھتا رہا ہے اس لیے تو اس کا خیال ہے کہ یہاں چھوت چھات کو عام

Marfat.com

کر کے، نفرت و دہشت پھیلا کر قتل عام کا بازار گرم کر کے یا صلح کے جھانسوں کا گڑ کھلا کر وہ مسلمانوں کو بھی ''بدھ مت'' اور ''جین مت'' کی طرح ہانک کر اپنے مندروں میں لے جائے گا یا کہیں بھگا دے گا! مگر اسے یہ معلوم نہیں کہ مسلمان تو زندگی سے بڑھ کر شہادت کی موت کا دلدادہ ہے۔ بنیا جتنا موت سے ڈرتا ہے مسلمان اس سے کہیں زیادہ اس دنیا کی زندگی کو ایک آزمائش تصور کرتا ہے۔ اگر شہادت کے بدلے اس آزمائش سے چھٹکارا ملے تو یہ تو اس کی پہلی اور آخری آرزو ہے! اس بات کا یقین اب دنیا کو بھی ہو گیا ہے۔ مگر دنیا سے پہلے برہمن بنیا اور یہودی کو بھی ہو چکا ہے! اصل بات قیام امن کے راستے نکالنا ہے جس کے لیے مسلمان کو حکم ہے کہ:

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ (2)

(اگر وہ امن کے لیے مائل ہیں تو تم بھی امن کو ترجیح دو مگر بھروسہ صرف اپنے اللہ پر کرنا!)

اب ہم نے دنیائے انسانیت پر ثابت کرنا ہے کہ اسلام دینِ امن ہے اور مسلمان امن کے لیے بھی اتنا ہی آرزومند ہے جتنا شہادت کی موت کے لیے ہے!!

پیارے داتا!...... انتہائی ادب کے ساتھ معذرت خواہ ہوں، بات کہیں سے کہیں لے آئی ہے۔ اصل بات تو اس منصوبہ سازی کی ہو رہی تھی جو 1990ء میں ''میڈرڈ'' میں دنیا کے نام نہاد سیکولرعین اس وقت مکمل کر رہے تھے جب ہمارے خوش فہم ابھی امیدوں، دعووں اور بڑھکوں سے نکل کر سقوط غرناطہ کی المناک یاد منانے کی بھی نہیں سوچ پائے تھے! ادھر مسلمانوں کے دعوے تھے اُمیدیں تھیں اور توکل علی اللہ سے عاری ارادے تھے مگر ادھر سیکولرزم کے دعویدار مسلمانوں پر مظالم توڑنے، انہیں دبانے اور عالمی تجارت کے نام سے ان کی دولت لوٹنے کے پروگرام بنا رہے تھے! محض اس لیے کہ وہ کلمہ گو ہیں جو اپنے دین کو کسی حال میں قربان کرنے کے لیے تیار نہیں بلکہ وہ انہیں جتنا ستاتے ہیں وہ اپنے دین پر اتنے ہی سختی سے کاربند ہوتے ہیں لیکن سیکولرازم کے ان جھوٹے جنونی مذہبی متعصبوں کی سازشوں سے پردہ اٹھانے سے پہلے آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ یہ داستان سنانے کی جسارت کیسے ہوئی؟! دراصل میں نے آپ کی کشف المحجوب پڑھ لی ہے۔ آپ کی باتوں نے قلب و جگر کو اپنا اسیر بنا لیا ہے۔ آپ نے اولین تبع تابعین صوفی حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''منهم شجاع طریقت و متمکن اندر شریعت حبیب العجمی رضی اللـه عنه، بلند همت و باقیمت بود و اندر مرتبه گاه مردمان قیمتی و خطرے عظیم داشت''

یعنی ان اتباع تابعین میں سے طریقت کے بہادر اور شریعت پر دست رس رکھنے والے حبیب عجمی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ وہ بلند ہمت والے اور بڑی قیمت والے تھے۔ مردانگی و

Marfat.com

بہادری میں ان کی بڑی قدر و قیمت تھی!!

آپ کے اس بیان نے مجھے چونکا دیا تھا کہ ایک صوفی اور مردانگی و بہادری میں بڑی قدر و قیمت والا؟! صوفی تو گوشہ نشین ہوتا ہے پھر اس کی بہادری! مگر جب آپ نے ان کا منتخب مقولہ ذکر فرمایا تو پتہ چلا کہ آپ بہادر کسے فرمارہے ہیں دراصل حضرت حبیب عجمیؒ حق گوئی میں بے مثال تھے اور منافقت وریاکاری پر لعنت بھیجتے تھے۔ ان سے جب پوچھا گیا تھا کہ "اللہ تعالیٰ کی رضا کس چیز میں ہے؟" تو انہوں نے فرمایا تھا کہ:

"في قلب ليس فيه غبار النفاق"۔

"اللہ تعالیٰ کی رضا تو اس دل میں ہے جس میں منافقت وریاکاری کا شائبہ بھی نہ ہو!"

کتنی بڑی بات کہہ دی حضرت حبیب عجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے! گویا جو منافق، سازشی اور ریاکار ہے وہ تو پرلے درجے کا بزدل ہے! انسانیت کی تمام بیماریاں اور مصائب اس بزدلانہ منافقت اور مکاری میں پنہاں ہیں! دنیا کے یہ تمام بزدل سیاستدان ہی انسانیت کے تمام عذابوں کا سرچشمہ ہیں! اسی حق گوئی پر آپ نے حضرت حبیب عجمی کو مردانگی و بہادری میں بڑی قدر و قیمت والا قرار دیا! داتا! آپ کا یہی تو کمال ہے کہ آپ نے اپنی کشف المحجوب (جسے میں "کشف المحبوب" کہا کرتا ہوں!) میں علم و ہنر اور اخلاق و آداب کے یہی موتی تو پروئے ہیں! شاعر مشرق نے آپ کے لیے جو القاب پسند فرمائے وہ ان کی حقیقت بیانی ہے۔

پیر و مرشد!...... قومی و عالمی سطح پر منافقت و مکاری کے غلام سیاست گردوں سے فریاد ہے! یہی جو دعوے اسلام کے کرتے ہیں مگر دل میں کچھ اور ہوتا ہے! وہی جو دعویٰ تو سیکولر ہونے کا کرتے ہیں مگر اندر سے بہت غلیظ و متعصب مذہبی جنونی ہوتے ہیں! یہی جو مسلمانوں کو مذہبی ہونے اور اپنے دین پر فخر کرنے کا طعنہ دیتے ہیں۔ یہی جن کے مربی عالمی صیہونی ہیں اور جن کا اتالیق ابلیسِ لعین ہے!! میڈرڈ میں بھی یہی سیکولرسٹ تھے جو خفیہ فیصلے کر کے اٹھے تھے کہ سپین سمیت کہیں بھی یورپ میں کوئی مسلمان ملک نہیں بننے دیا جائے گا! فحاشی اور فاقہ کشی کی دلدل اب ہر مسلمان معاشرے کا مقدر ہوگا! انہیں دبا کر اور غلام بنا کر لوٹا جائے گا مگر جب یہ باہر آئے تھے تو سب نے سیکولرزم کے خول چڑھا رکھے تھے۔ کوئی جمہوریت کا راگ الاپ رہا تھا اور کوئی محکوم و مقہور مسلم رعایا کے غم میں گھلا جارہا تھا اور سب کی زبان پر گلوبلائزیشن اور عالمی تجارت کا ورد تھا مگر ہوا یہ کہ پندرھویں صدی ہجری کی خوشیاں منانے والوں کے خلاف خفیہ ہاتھ کام کرنے لگے! سازشوں کا نفاذ شروع ہو گیا! گذشتہ ربع صدی کے دوران میں انہوں نے مسلمانوں کو وہ خفیہ مار دی ہے کہ اب تک پوری اسلامی دنیا جسم سہلا رہی ہے۔ دراصل آج کی تمام دنیا مسلمان سے امتیازی سلوک کر رہی ہے۔ اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ عالمی صیہونیت کے گماشتوں نے اسلام اور مسلمان کا تصور اس قدر بگاڑ دیا ہے کہ سب لوگ اسلام اور مسلمان کو اپنی نفرت و حقارت کا مستحق سمجھتے ہیں لیکن سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے زعماء

اس امتیازی سلوک اور تعصب پر مہر بلب ہیں! یہ اگر بول اٹھیں تو ہماری دنیا ہی بدل جائے!!

پندرھویں صدی ہجری کی آمد کے جشن منانے والوں پر پہلی بجلی اس وقت گری جب مصر کے شہر قاہرہ میں اسلامی کانفرنس کے وزرائے خارجہ اپنا اجلاس کر رہے تھے! ''خوشخبری'' آئی کہ عراق نے اسلامی جمہوریہ ایران پر حملہ کر دیا۔ ہے! پھر کیا تھا! کردوں اور ایرانیوں کو مروانے کے لیے ''سیکولرازم'' کے ہر داعی نے عالمی تجارت کی راہ ہموار کرنے کے لیے اسلحہ کا سیلاب بھیج دیا! پھر کویت پر حملہ کروا کر مشرق وسطیٰ پر قبضہ جمانے کا رستہ ہموار کرالیا! ''ریگستانی آندھی'' نے بڑے بش کو فاتح عالم بنایا تھا چھوٹا بش آیا تو سکندر اعظم بننے کے شوق میں پہلے افغانستان پر اور پھر عراق پر ٹوٹ پڑا! لطف کی بات یہ ہے کہ جن مسلم مجاہدین کے خون نے افغانستان میں سرخ سامراج کا بھرکس نکال کر انکل سام کو واحد سپر پاور بنایا تھا وہ پہلے رجعت پسند، پھر بنیاد پرست اور آخر میں دہشت گرد بنا کر گوانتاناموبے میں بند کر دیے گئے اور جن عربوں کے تیل نے بڑے بش کو فاتح عالم بنایا تھا چھوٹا بش اسی تیل سے عربوں کو محروم کرنے کے لیے عراق پر چڑھ دوڑا! چیونٹیوں کے ہاتھوں منہ کے بل گر کر بکھرنے سے پہلے یہ مست ہاتھی ابھی کچھ اور پینترے بدلے گا!

گنج بخش فیضِ عالم!..... گستاخانہ جسارت کی معافی کے ساتھ سب سے آخر میں ایک بچگانہ سا سوال ہے! اگر عالمی سیاست گری کے یہ سیکولر بزدل منافقت و مکاری سے کام لیتے ہیں تو اسلامی دنیا ان کے ساتھ سلوک بالمثل سے کیوں عاجز ہے؟ ان سیکولرزم کے علمبرداروں کے اپنے ہاں بربریت کو شرما دینے والے اور انسانیت دشمن انتہا پسند ہیں، بنیاد پرست ہیں، دہشت گرد ہیں مگر انہیں صرف مسلمان انتہا پسند، بنیاد پرست اور دہشت گرد ہی کیوں نظر آتے ہیں؟ وہ اپنے انتہا پسندوں، بنیاد پرستوں اور دہشت گردوں کو مارنے کے بجائے ہمارے پر امن ملکوں میں سازشوں کے ذریعے خانہ جنگی کی کیفیت کیوں پیدا کرتے ہیں اور عوام اور حکمرانوں کو آمنے سامنے کیوں لا کھڑا کرتے ہیں؟! ہمارے دین پرست اور حریت پسند عوام اور اسلامی دنیا کے حکمرانوں کے درمیان دین و وطن کی ناموس کے حوالے سے غلط فہمیاں کیوں پروان چڑھتی ہیں۔

میرے داتا!............ دعا کیجئے کہ انتہا پسندی اور بنیاد پرستی کے باب میں ہمارے عوام اور حکمرانوں کی سوچ میں یکسانیت آجائے۔ اور وقارِ ملت و وطن کی خاطر ایک آواز اور ایک قوت بن کر خرمنِ باطل پر کڑکتی بجلی بن کر گریں۔

اے دلوں پر راج کرنے والے مرشد!............ دعا مانگیے کہ ہماری قلبی کدورتیں دور ہو جائیں، ہماری فکری کجی کی اصلاح ہو جائے اور حق کو غلبہ نصیب ہو۔

اے مرشد کامل!............ ہم آپ کی کشف المحجوب کیوں نہیں پڑھتے؟!

Marfat.com

کشف المحجوب اور اکیسویں صدی

☆ پروفیسر عازم بیگ قادری

تمام ادیانِ عالم میں سے اسلام وہ واحد دین ہے جس نے اپنے عین وقتِ ورود پر شعوری طور پر اپنی جامعیت اور کمال کا ابدی دعویٰ کیا۔ ارشاد ہوا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً (1)

(آج میں نے آپ کیلئے آپ کے دین کو درجۂ کمال تک پہنچا دیا اور آپ پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور آپ کیلئے اسلام کو بطورِ دین پسند فرمایا۔)

اور سیّد الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثتِ عظیمہ کی سرمدیّت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْراً وَّنَذِیْراً (2)

(اور ہم نے آپ کو بلا تخصیص سب لوگوں کی طرف بشارت و نذارت کیلئے بھیجا)

پھر اس آفاقیت کی توجیہ و حکمت اور تائید و تقویت یوں فرمائی:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ (3)

(اور ہم نے آپ کو ہی تمام جہانوں کیلئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا)

اس ہمہ گیریت کا دعویٰ انسان و کائنات کے مابین موجود ربطِ فعّال کی ٹھوس بنیاد پر کیا گیا اور ہر ذی شعور اور سلیم الفطرت انسان پر واضح کر دیا:

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ (4)

(کوئی خشک و تر نہیں ہے جو اس بیان کر دینے والی کتاب میں نہیں ہے)

اتمامِ حجت کی اس قطعیت اور انسانیت پر رسالتِ سیّد المرسلین ﷺ اور دینِ حیاتِ کائنات کے دیگر تمام ادیان پر حقِ تام کی وضاحت فرما دی:

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ (5)

☆ شعبہ انگریزی گورنمنٹ پی ایس ٹی کالج کمالیہ

Marfat.com

(اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدایت اور دینِ حق اس لیے دے کر بھیجا کہ اسے ہر دوسرے دین پر غالب کر دے)۔

غلبۂ دینِ اسلام کو غلبۂ الٰہی قرار دینے کی متعدد حکمتیں اور وجوہات ہیں جن میں سے ایک جامع حکمت یہ ہے کہ اسلام وہ دینِ حیات ہے جو معاملاتِ ظاہر و باطن کی تہذیب و تدبیر ایسے اوامر و نواہی کے ذریعے سے کرتا ہے کہ انسان اور کائنات، فرد اور معاشرہ، قوم اور اقوام کے مابین باہمی رشتوں میں حیات آفرین توازن قائم ہو جاتا ہے اور یہی وہ توازن ہے جو انفرادی و اجتماعی، معاشرتی و معاشی، عمرانی و سیاسی، قومی و بین الاقوامی، ظاہری و باطنی اور سائنسی و ماورائی سطحوں پر تسلسلِ حیات کا کفیل ہے جس سے تخلیق کو قیام، تحریک کو دوام اور مثبت اقدار کو مقام ملتا ہے۔ اور انسان اس حدیثِ رسول ﷺ کا مصداق بنتا ہے:

اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ (6)

اسی مرتبۂ علیا کی توضیح و تائید اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں کئی مقامات پر مختلف انداز میں فرمائی ہے۔ (7) مگر اس منہاج پر عوام کی تہذیب و تربیت کے اہم ترین اور دشوار ترین کام کو خلائے محض میں نہیں چھوڑا گیا بلکہ صاحب المعراج ﷺ کے بعد اسے علماء راسخین (اہلِ ذکر) کو تفویض کیا گیا۔ لہٰذا حکم دیا گیا کہ:

فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (8)

(سو اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہلِ ذکر سے پوچھو)

کیونکہ یہی اہلِ ذکر "وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ" (9) درجۂ نبوّت سے "اقرب" (10)، "افضل الناس" (11)، "احب العلم باللہ" (12) ہیں اور علم کی اسی سطحِ مرتفع پر رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ (13)

(میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کی طرح ہیں)

پھر اس اعزاز کے ساتھ ایک بشارتِ ابدی سے بھی مشرف فرمایا کہ:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (14)

(سنو اللہ کے دوستوں کیلئے کوئی خوف اور غم نہیں ہے)

دستارِ نیابتِ نبویہ ﷺ سے آراستہ، تاجِ خلافتِ الٰہیہ جل جلالہ سے پیراستہ، وسیع القلب، کشادہ آفاق اولیائے کرامؒ کی یہ نورانی جماعت بامرِ رب العالمین: وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ (15) ظلمت کدوں کو اسلام کے نورِ مستنیر اور فیضانِ

Marfat.com

سراجِ منیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ترسیل کے لئے اقصائے عالم میں آفتابِ حیات بن کر پھیل گئی اور خطہ ہائے ارضی کو اپنے نورِ فیضان سے منور کر دیا۔ برکاتِ عظیمہ کی یہ امین جماعت سلسلہ در سلسلہ آج تک مخلوقِ خدا کے دلوں کو قرآن وسنت کے حقیقی فیض سے سیراب کر رہی ہے اور تا ابد اپنے اس کارِ خیر میں مشغول رہے گی۔

اس گروہِ قدسی کا فریضہ اوّلین، تزکیۂ نفس، تعلیمِ کتاب وحکمت اور تعلیمِ باطن ہے۔ اس لیے کہ جس مسندِ تبلیغ وارشاد پر انہیں متمکن کیا گیا، وہ اسی بات کا متقاضی ہے کہ وہ نائبینِ رسولِ کائنات ﷺ ہونے کی بدولت وہی عظیم کام سرانجام دیں جو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دیتے رہے۔ صرف اسی صورت میں وہ اس اعزاز کے مستحق قرار پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ انور ﷺ نے عطا فرمایا ہے۔ قرآنِ عظیم میں سرتاجِ انبیاء ﷺ کے منصبِ عالی کی وضاحت میں ارشادِ ربانی ہے:

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (16)

(جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تمہیں میں سے ایک عظیم رسول بھیجا جو کہ تم پر ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا ہے، تمہیں پاک کرتا ہے، تمہیں کتاب وحکمت کا علم دیتا ہے اور وہ کچھ بھی تعلیم کرتا ہے جو تم ہرگز نہ جانتے تھے)۔

قرآنِ مقدس کی مذکورہ بالا وضاحت کے مطابق حضور ﷺ کا منصب جلیل مندرجہ ذیل پانچ فرائض کا متقاضی ہے:

1۔ تلاوتِ آیاتِ الٰہیہ
2۔ تزکیۂ نفوس
3۔ تعلیمِ کتاب
4۔ تعلیمِ حکمت
5۔ تعلیمِ غیر معلوم

یہ وہ فرائضِ خمسہ ہیں کہ جن کی بطریقِ احسن انجام دہی سے روحِ اسلام اور مقاصدِ اسلامیہ کو فروغ اور مقبولانِ بارگاہِ ایزدی کو ہمیشہ سے عروج حاصل رہا۔ واقعاتِ عالم کبھی بھی آغوشِ جمود میں آسودہ نہیں رہے بلکہ گہوارۂ تغیرات میں، ہر عہد میں کروٹوں سے دوچار رہے مگر اسلام کے ان عظیم فرزندوں نے مصافِ زندگی میں ایسے جواں ہمت تربیت یافتگان مہیا کیے جنہوں نے بصیرت افروز فتوت اور جلابخش محبت سے ہر نو آمدہ مسئلے کو ایسے احسن طریق سے حل کیا کہ مسلمان تسخیرِ کائنات کی ان انتہاؤں کو پہنچے کہ دنیا ابھی تک ورطۂ حیرت میں گم ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ ایک تہذیب وتمدن کی شکل میں نمودار ہوا کہ جس میں ظاہری اور باطنی طور

Marfat.com

پر اقدارِ حیات کا امتزاج ایسے مثبت انداز میں ہوا کہ انسانی رویوں اور کائناتی تناظر میں جذباتی تنوعات کے مابین حسنِ اعتدال قائم رہا۔ پاکیزہ ماحول میں ایسی تخلیق انگیز فضا پیدا ہوئی کہ ان حضرات نے انسانوں کی بھرپور رہنمائی کی اور دائمی ہدایت کیلئے اپنے نورانی شاہکاروں سے اہلِ علم کے قلوب کو منور رکھنے کا فیصلہ کیا تاکہ اپنے فرائضِ خمسہ کی تاثیر کو اپنے عہد اور اپنے عہد سے ماوراء پہنچائیں۔ اِنھی نورانی شاہکاروں میں سے ایک عہد ساز شاہکار ''کشف المحجوب'' ہے جسے اسلام کے بطلِ جلیل، عہد آفریں شناورِ بحرِ معرفت امام سیّد ابوالحسن علی ہجویری جلابی المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے تخلیق فرمایا۔

''کشف المحجوب'' کی تخلیق آج سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے ہوئی۔ مگر یہ ہمہ گیر اصولوں اور آفاقی قواعد پر مبنی ہے کہ آج اکیسویں صدی میں اس کی اہمیت پہلے سے بھی کئی گنا زیادہ ہوگئی ہے۔ بنیادی وجہ وہ زمانی و مکانی تبدیلیاں ہیں۔ جن کی نحوست سے دنیائے اسلام معاشرتی، معاشی، سیاسی اور ملی ادبار اور نتیجتاً جغرافیائی تقسیمات اور اندرونی و بیرونی انقلابات سے نبرد آزما ہوئی۔ غیر مسلم طاقتیں شروع ہی سے سلطنتِ اسلامیہ میں خلفشار پیدا کرنے کیلئے سرگرمِ عمل رہیں مگر اسلامیانِ عالم کبھی بھی مراکزِ رشد و ہدایت سے دور نہ ہوئے۔ لہٰذا ایمان سے قلوب معمور اور گرمیٔ دین سے ذہن مسحور رہے۔ مجالسِ اولیاءِ کرامؒ نے عشقِ رسول ﷺ کی جوت دلوں میں جگائے رکھی اور اس کے تحت مسلمان کامیابی کے ساتھ مقاصدِ اسلامیہ کے حصول میں تگ ودو میں مصروفِ عمل رہے۔ اس عالم میں پوری دنیا پر ایک ہزار سال سے بھی زیادہ عرصے تک ''برتر قوت'' (SuperPower) کے طور پر حکمران رہے۔

اس اوج و ترقی کے ساتھ عالمِ اسلام کی صفوں میں مخالف عناصر بھی کارگر رہے۔ جس کی وجہ سے امت اندرونی و بیرونی کشاکش سے دوچار رہی۔ کئی گمراہ فرقوں نے جنم لیا اور باعثِ تزلزل ہوئے، حکمرانوں کا تساہل، عوام کا تغافل اور باہمی تنافر کئی گل کھلاتا رہا۔ وحدتِ ملت کا شیرازہ کئی مرتبہ بکھرنے کو آیا، مگر خانقاہی نظام نے اپنا مثبت کردار ایسی حقیقت شناسی کے ساتھ ادا کیا کہ شیرازہ بندی کا تسلسل ٹوٹنے نہ پایا مگر اٹھارہویں صدی عیسوی اور بارہویں صدی ہجری کے ابتدائی عشروں میں کفر و شرک کی قوتوں نے ایک نئی، توانا اور جاندار کروٹ لی۔ برطانیہ اس ریشہ دوانی کی آماج گاہ بنا اس سازش کا نکتۂ محوری یہ ٹھہرا کہ مسلمانوں میں ایسے مؤثر اشخاص تلاش کیے جائیں جو عوام الناس کو خانقاہی نظام اور اولیاء اللہؒ سے دور کریں تاکہ دلوں سے آتشِ عشقِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ اصلِ ایمان اور وجۂ فلاحِ اسلامیان ہے فرو ہو۔ جس کا لازمی نتیجہ مسلمانوں کے باہمی افتراق، نظریاتی آویزش اور مغلوبیت کی صورت میں برآمد ہوگا۔ حسبِ منشا و مقصود

Marfat.com

مسلمانوں کے اندر سے مطلوبہ نفوس تلاش کر لئے گئے (17) اور انہوں نے انگریز کی نگرانی میں اس تنظیم سے کام کیا کہ اہل اسلام پر سقوط و زوال مسلط ہو گیا۔ وحدتِ اسلامیہ کا شیرازہ چھوٹے چھوٹے غیر موثر جغرافیائی حصوں میں منتشر ہو گیا۔ مسلمانوں کو افلاس وادبار اور اندرونی و بیرونی خلفشار نے محیط کر لیا اور یہ احاطہ آج تک اس لیے نہ ٹوٹ سکا کہ مخالفینِ اسلام کی تربیت یافتہ وہ فتنہ انگیز قوتیں بڑے منظم انداز میں سرگرمِ عمل ہیں۔ لہٰذا مسلمان انھی حالات میں غلطاں و پریشان اکیسویں صدی میں داخل ہوئے ہیں۔ ان احوال کی منجدھار میں نشأۃِ اسلامیہ کے لیے درج ذیل اصول انتہائی اہم ہیں کہ:

1۔ مراکزِ علم وعرفان کی طرف جذبہ وآہنگِ نو کے ساتھ رجوع کیا جائے اور قلوب کو اسی شمعِ عشقِ رسول ﷺ سے منور کیا جائے جو عینِ ایمان ہے۔

2۔ گذشتہ دو صدیوں کے دوران میں عالمِ جدید جن قومی اور بین الاقوامی، زمانی و مکانی تبدیلیوں، سائنسی اور تکنیکی انقلابات اور ان سے پیداشدہ اثرات و حالات سے گزرا ہے اور گزر رہا ہے ان کا معاشرتی و معاشی، انفرادی و اجتماعی، عمرانی و سیاسی اور قومی و بین الاقوامی تناظر میں حقیقت پسندانہ جائزہ لیا جائے۔

3۔ اس حقیقت پسندانہ جائزے میں بنیادی معیار قرآن وسنت اور آثارِ علمائے راسخین کو بنایا جائے۔

4۔ بوقتِ معیار سازی وسیع المشربی کا رویہ اپنایا جائے اور نظریاتی تعصبات وگروہی اشتعالات کو خیر باد کہہ کر وحدتِ ملت کا علم بلند کیا جائے۔

5۔ وحدتِ ملت کا جذبہ اکنافِ عالم میں پھیلایا جائے تاکہ چشمہ ہائے رشد وہدایت کی سیرابی عام ہو اور بین الاقوامی سطح پر امن وسلامتی، اخوت ومروّت اور حریت وآزادی کی فضا میں وحدتِ انسانی انجام پائے۔

ان پانچ بنیادی قواعد کے زیرِ فکر لانے سے اقوامِ عالم کے مخفی گوشوں سے نقاب کشائی ہو گی اور موجود ومعدوم کی آگہی بھی حاصل ہو گی اور یہی وہ آگہی ہے جسے فراستِ مومن سے تعبیر کیا گیا۔ (18) اس مقصد کے حصول کے لئے قرآن وسنت اور ان کے حقیقی ترجمان اولیائے کرام رحمہ اللہ علیہم کے آثار کا مطالعہ اور اجتہادی بصیرت کے ساتھ ان کی فہم وتفہیم ہمارا اوّلین فریضہ ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر گروہ بندی کا فساد ختم نہیں ہو پائے گا۔

اکیسویں صدی کے تناظر میں اتفاقِ ہمہ جہت کی اس سطح سے جب ہم ''کشف المحجوب'' کو پرکھتے

Marfat.com

ہیں تو یہ کتاب ہمارے سامنے بطور ایک رہنمائے کامل کے ابھرتی ہے۔ اس لئے کہ اسے ایک صاحبِ طریقت، ولی اکمل، مرشدِ کامل حضور داتا گنج بخشؒ نے تصنیف فرمایا جن کا دستِ طریقت ہمیشہ نبضِ حیات پر ہوتا تھا جو اس کی ہر دھڑکن اور ہر پھڑک کی گہرائی اور گیرائی کو کتاب وسنت کے مقیاسِ حقیقی سے ماپتے اور طرح طرح سے اسے محبت وآشتی کی خوراک دے کر فعلِ الٰہی سے مربوط کرتے تھے۔ کیونکہ طریقت اوامرو نواہی کے بدرجۂ احسان انفرادی واجتماعی سطح پر اس نفاذ کا نام ہے کہ اعتبار ومنتہائے شریعت کا بتوحیدِ ظاہرو باطن حصول ہو۔ اور اعتبارِ شریعت:

"اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّه يَرَاكَ" (19)

اور منتہائے شریعت "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ" ہے۔ (20) جس کے حصول کے لئے علم حاصل کرنا اوّلین فریضہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت کی متابعت میں تمام اولیائے حق نے حصولِ تعلیم پر سب سے زیادہ زور دیا ہے مگر داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا تخصص یہ ہے کہ رغبت تعلیم دلاتے وقت ان کا اسلوب نہایت لوچدار اور برہانی ہے۔ ''کشف المحجوب'' میں پہلا باب ہی ''علم'' پر باندھتے ہیں اور آغاز میں ہی انتہائی عملیت پسندی اور حقیقت شناسی سے یہ بات واضح کر دیتے ہیں کہ ہر قسم کا علم حاصل کرنا انسان پر فرض نہیں ہے۔ بلکہ صرف وہ علم جو مقاصدِ شریعت کے حصول کیلئے ضروری ہے۔ اور حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی نگہِ رسا میں شریعت، معاملاتِ حیات کی قرآن وسنت کے مطابق بجا آوری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب شریعت کے حوالے سے علم کی تعیین فرمائی تو قرآنی حوالے سے علم کی دو قسمیں بیان کیں:

1۔ نقصان دہ علم　　　　2۔ مفید علم

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ

(وہ ایسا علم حاصل کرتے ہیں جو انہیں نقصان دیتا ہے اور فائدہ نہیں دیتا)

اور پھر اس پر حدیث پاک سے مہرِ تصدیق ثبت کر دی:

اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ

(اے اللہ میں نفع نہ دینے والے علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں)

گویا ہر وہ علم جو معاملاتِ حیات سے نبرد آزما ہونے کے لئے ضروری ہے وہ نافع ہے اور ہر علمِ نافع عین منشائے شریعت ہے اس کے برعکس جو علم انسانیت کے لئے ضرر کا باعث ہے، غیر نافع ہے۔ لہٰذا عین خلافِ منشائے شریعت اسلامیہ ہے۔ غیر نافع کا حصول ممنوع اور علمِ نافع کا حصول فرضِ عین ہے اور اس بات

Marfat.com

کی قطعی وضاحت سیّد علی ہجویری قدس سرہ نے مروّجہ علوم میں سے چند کے نام لے کر بطور مثال کے فرمادی ہے:

چون علم نجوم وطب و علم حساب و صنعتہائے بدیع و آنچہ بدین ماند (21)

(مثلاً علم نجوم وطب اور حساب اور دیگر نئی صنعتیں جو اس کی مثال دوسرے علوم ہیں)

اس جملے میں ''صنعتہائے بدیع'' کی ترکیب بڑی جامع اور اہمیت کی حامل ہے۔ فارسی لغت میں ''بدیع'' کا معنی ہے: تازہ، نو، شگفت: موجد و مبتدع'' (22) اور صنعت کا معنی ہے: پیشہ، ہنر، کار (23) پوری ترکیب کا معنی ہوگا تازہ بہ تازہ پیشے اور کام۔ جسے ہم آج فنیات (Technology) کہتے ہیں اور جملے کے اگلے حصے ''وآنچہ بدین ماند'' سے ہر قسم کے فنیات، جو کہ مقاصدِ شریعت کے حصول کے لئے وقت کی ضرورت ہیں کے اکتساب کو فریضہ قرار دیا۔ پھر اسی بات کی مزید تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

وفریضہ بربندہ علم وقت باشدو آنچہ برموجب وقت بکار آید ظاہر و باطن (24)

یہاں پر یہ بات یاد رہے کہ داتا حضور رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ ''وقت'' کا استعمال صوفیائے کرامؒ کی مخصوص اصطلاح میں نہیں کیا ہے۔ کیونکہ اولاً علم باللہ کا تعلق کسب سے نہیں، عطا سے ہے اور عطا فرض نہیں ہوا کرتی۔ ثانیاً فقرے کے آخر میں ''ظاہر و باطن'' کی قید بھی لگائی گئی ہے۔ پھر اسی کے مطابق علم کو اصول و فروع کی دو اقسام میں تقسیم کیا گیا انہیں اصول و فروع کو مزید دو دو حصوں میں منقسم کیا ظاہرِ اصول کو قولِ شہادت اور باطنِ اصول کو معرفت جبکہ ظاہرِ فروع کو ''برزش معاملت'' یعنی امورِ حیات کو بطریق شریعت اسلامیہ متواتر انجام دینا اور باطنِ فروع کو ''تصحیح نیت'' (نیت کو درست رکھنا) سے تعبیر کیا گیا اور نہایت ژرف نگاہی سے ظاہر و باطن کو بیک دیگر اس طرح سے لازم ملزوم قرار دیا کہ ایک کے بغیر دوسرا بے مقصد ٹھہرا۔ ملاحظہ فرمایئے:

''قیام ہریك ازایں، بے دیگر محال باشد ظاہر حقیقت، بے باطن نفاق، وباطن حقیقت بے ظاہر زندقہ، ظاہر شریعت بے باطن نفس و ظاہر بے باطن ہوس۔''

(ان میں سے ایک کا دوسرے کے بغیر قیام ناممکن ہے۔ باطن کے بغیر حقیقت کا ظاہر منافقت اور ظاہر کے بغیر حقیقت کا باطن کفر و بے دینی ہے۔ اسی طرح باطن کے بغیر شریعت کا ظاہر نفس اور ظاہر کے بغیر باطنِ شریعت ہوس ہے)

دقتِ نظر سے اگر غور کیا جائے تو علم کی یہ تقسیم عملی اعتبار سے نہایت حقیقت پسندانہ ہے اس سے اگلا اہم ترین قدم یہ ہے کہ حاصل کردہ علم کو اگر زیورِ عمل سے آراستہ نہ کیا جائے تو علم بذاتِ خود بے معنویت و بے

Marfat.com

مقصدیت کا درجہ اختیار کر جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ داتا حضور رحمۃ اللہ علیہ علم سے بڑھ کر عمل کی تاکید فرماتے ہیں:

"از علم اندک عمل بسیار تواں گرفت۔ وباید کہ علم مقرون عمل باشد" (25)

(تھوڑے سے علم سے زیادہ عمل کی تحریک حاصل کی جاسکتی ہے لہٰذا چاہیے کہ علم عمل سے الگ نہ ہو کیونکہ عمل کے بغیر علم، علم ہی نہیں ہے اور اسی طرح علم کے بغیر عمل بھی عمل نہیں ہوتا)۔(26)

انہیں خطوط پر جب ''باب اثباتِ علم'' کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہوگی کہ داتا حضور رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انسان کی اپنی پہچان کا زینۂ اوّلین علم ہی ہے۔ اسی کے ذریعے سے اسے کائنات اور خالقِ کائنات کے ساتھ اپنے رشتوں سے روشناسی ہوتی ہے۔ پھر اسی علم پر عمل کے وسیلے سے ان روابطِ کائناتی اور رشتۂ الٰہی کو پاکر موجودات کا فعال رکن بن جاتا ہے اور وجودِ قائم بالذات سے قربتِ سرمدی کی اس معراج کو پالیتا ہے جہاں فعلِ بندہ، فعلِ الٰہی ہو جاتا ہے اور یہی منتہائے شریعت ہے۔

مسلمانوں کے زوال اور مغرب کے عروج اور اب پھر مغرب کے زوال میں یہی راز مضمر ہے کہ مسلمان جہالت اور بدعملی کا شکار ہوئے ان کے ظاہر و باطن میں افتراق واقع ہوا تو مغرب کو عروج ہوا کیونکہ ظاہرِ مغرب ظاہرِ مسلم سے اقوی تھا۔ اور مغرب چونکہ بے باطن تھا، ظاہرِ مغرب کو سمت نما سہارا نہ ملا تو وہ خود سے خود شکست وریخت کا شکار ہونا شروع ہو گیا۔ آج ان دگرگوں حالات میں انسان خصوصاً مردِ مسلم کو مردِ حق داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی واضح ترین تلقین یہ ہے کہ دین کی تنگ نظرانہ تعبیر نہ کی جائے کیونکہ امورِ شریعت کی انجام دہی اور مقاصدِ شریعت (جو کہ حقیقتاً مقاصدِ انسان ہیں) کے حصول کے لئے تمام مروجہ علوم کو حاصل کیا جائے۔ اکیسویں صدی ٹیکنالوجی، بائیوٹیکنالوجی، سائنس، کمپیوٹر اور جوہر کا دور ہے۔ یہ حکمتِ الٰہی کی امارات اور ظاہرِ شریعت کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انتہائی ضروری ہیں۔ لہٰذا یہ جہاں کہیں سے اور جیسے بھی ملیں ان کا حصول عین فرض اور پھر انہیں قرآن وسنت کے منشا کے مطابق استعمال میں لایا جائے تاکہ دنیا ایک فعال قیادت کے تحت امن وسلامتی کا گہوارہ بنے۔ جب معاشرہ امن وسلامتی سے شگفتہ ہوگا تو مرد و زن کے مابین تعلقات بھی متوازن ہو جائیں گے اور اسے وہ معزز و مقدس مقام مل جائے گا جو شریعتِ مطہرہ نے عطا کیا ہے۔

علم کی درست توجیہہ اور ظاہر کو باطن کے زیرِ حکم رکھنے کے لئے اسلام نے تطہیرِ نفس کا بہت عمدہ و فعال نظام ترتیب دیا ہے۔ بشریت کو درجۂ انسانیت، پھر انسانیت کو انسانیتِ کاملہ تک پہنچانے کیلئے بشر کو درجۂ بشریت پر اور انسان کو درجۂ انسانیت پر مخالفتِ نفس کا درس دیا گیا ہے۔ کیونکہ نفس وہ قوتِ امارہ ہے جو فعل

Marfat.com

انسانی کو فعل انسانی پر منحصر کر کے اپنی ذات کے محور سے تجاوز کرنے پر ابھارتی ہے۔ اس ضمن میں جو مزاحمت بھی حائل ہو اسے ہر ممکنہ طریقے سے دور کر کے خون دیگراں سے قصر راحت تعمیر کرتی ہے۔ لہٰذا کسی شخص کے اندر اس قوت کی فعالیت اس میں فخر و تکبر، خود بینی و خود پرستی اور بے حسی و بے ادبی پیدا کر دیتی ہے اور جب ایسے اشخاص معاشرتی، معاشی، سیاسی، قومی یا بین الاقوامی سطح پر عملی میدان میں اترتے ہیں تو شر و فساد پھیلتا ہے۔ اسی بنا پر نفس کو "منبع شر" اور "مخالفتِ نفس" کو تمام عبادتوں کا راز اور سب مجاہدوں کا کمال کہا گیا ہے۔ (27)

تاریخ عالم پر محض ایک طائرانہ نظر اس حقیقت کا انکشاف کر دیتی ہے کہ جب نفس، سوارِ بشر ہوا تو جبر و تشدد، آمریت و بربریت، فرعونیت، عریانی و فحاشی، حیوانیت و جنس پرستی اور مغربیت و ہوا پرستی کو غلبہ حاصل ہوا اور جب انسان سوارِ نفس ہوا تو ذوالقرنینیت و سلمانیت، موسویت و داؤدیت، محمدیت و انسانیت، صدیقیت و عمریت، علویت و حسینیت، محبت و دوستی، امن و امان اور غزنویت و عالمگیریت کو سلطان حاصل ہوا۔ بیسویں صدی میں سائنسی ایجادات اور فضائی معرکہ آرائیوں نے نفس و ہوا کو بے مثال انداز میں تحریک مہیا کی ہے اور اسی ساز و سامان کے ہمراہ انسانِ جدید اکیسویں صدی میں داخل ہوا اور اگر اب بھی انسان نے قصرِ نفس و ہوا کو ویران کرنے کی سعی بلیغ نہ کی تو اکیسویں صدی بھی خیر و برکت اور امن و سلامتی سے محروم رہے گی۔ اس حرماں نصیبی کے تدارک کے لیے انتہائی اہم بات یہ ہے کہ اتحاد و تنظیم کی فکر کی جائے۔ امورِ حیات کی نشاندہی میں مخالفتِ نفس اور للّٰہیت کے رویوں سے اپنی کردار سازی کی جائے تاکہ مقاصدِ شریعت کا حصول اور انسانیت کو عروج حاصل ہو۔ اسی للّٰہیت کی وضاحت بغایت خوش اسلوبی سے حضرت داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں:

> "اغراضِ نفسانی اندر امور، آن بود کہ بندہ اندر کارے کہ می کند بجز خوشنودیِ خدائے تعالیٰ باشد و نجاتِ نفس از عقوبت طلب نکند۔" (28)

(امورِ حیات میں اغراضِ انسانی سے مراد یہ ہے کہ بندہ جو کام انجام دے اس میں رضائے الٰہی سے سعادت مند ہو اور نفس سے نجات کیلئے تکلیف کا طالب نہ ہو)۔

گویا ہر کام میں ہر سمت بندے کے سامنے اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کچھ نہ ہو۔ فعلِ بندہ نفسانی خواہش کی بنیاد پر نہ ہو بلکہ اس کی تحریک ذاتِ مولا سے ہو۔ اس وجہ سے فعلِ بندہ بے لگام نہ ہوگا اور مقاصدِ شریعت کی تحصیل ہو جائے گی۔ فعل انجام پذیر ہوگا۔ لیکن اگر اغراض نفسانی کے

تحت آغاز ہوتا ہے تو "رعوناتِ نفس راحدے پیدا نباشد" (29) یہی انسانی تجربہ اور یہی تاریخی فیصلہ ہے۔

سیّد علی ہجویری قدس سرہ نفسیاتی سلیقے سے توضیح فرماتے ہیں کہ نفس شناسی کیلئے حقیقتِ انسانیت کا علم ضروری ہے کیونکہ خود شناسی خدا شناسی کی طرف رہنمائے ثابت ہے۔(30) اس کے بعد نفس، ہوا، شیطان، انسان اور رحمان تعالیٰ میں روابط وضوابط کے منطقیانہ اسلوب میں عملی فلسفیانہ اور سائنسی تجزیہ بڑی کامیابی سے کرتے ہیں سب سے پہلے اس بات کو واضح فرماتے ہیں کہ گھٹیا اور کمینے اخلاق اور برے افعال کا سبب نفس ہے اور ان کی دو قسمیں ہیں: اول معاصی، دوم اخلاقِ بد۔ دونوں شرع وعقل کے اعتبار سے ناپسندیدہ اور ان دونوں کا تدارک ریاضت سے کیا جاسکتا ہے۔ بعدازاں حقیقت انسانی کا تجزیہ نہایت حقیقت پسندانہ انداز میں کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ: انسان تین چیزوں سے مرکب ہے۔ اول روح، دوم نفس اور سوم جسم۔ روح کی صفت عقل، نفس کی صفت خواہش اور جسم کی صفت حس ہے اور خود انسان نمونۂ عالم ہے اور عالم دونوں جہانوں کو شامل ہے۔ انسان کے اندر ہر جہاں کی امارات موجود ہیں۔ اس جہان (دنیا) کی امارات ہوا، پانی، مٹی، آگ ہے اور اس جہان (عقبی) کا نشان بہشت، دوزخ اور عرصات ہیں۔ بوجہ لطافت، روح کا مقام بہشت، بوجہ آفت و وحشت، نفس کی جگہ دوزخ اور جسم کا مقام عرصات ہے اور ان دونوں معنی کا جمال قہرِ الٰہی کا آئینہ دار ہے لہٰذا رضائے الٰہی کی تاثیر بہشت اور غضب الٰہی کا نتیجہ دوزخ ہے۔ اسی طرح سے روحِ مومن معرفتِ الٰہیہ کی رحمت سے متعلق ہے جبکہ اس کا نفس پردۂ گمراہی ہے۔ لہٰذا بندہ جب تک دنیا میں نفس سے نجات حاصل کر کے درجۂ تحقیق تک نہیں پہنچتا قرب ومعرفت کی حقیقت سے محروم رہتا ہے، لہٰذا جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کو پہنچانتا ہے، ماسوا سے گریز پا اور شریعتِ مطہرہ پر عمل پیرا ہے، قیامت کے دن دوزخ اور پل صراط دیکھنے بھی نہ پائے گا۔ الغرض روحِ مومن دنیا میں بہشت کی طرف بلاتی ہے کہ وہ اسی کا نمونہ ہے جبکہ نفس دوزخ کی طرف بلاتا ہے کہ دنیا میں وہ اسی کا نمونہ ہے امورِ روح کی تدبیر عقلِ تمام کرتی ہے اس لیے اس میں درستی وراستی ہوتی ہے جبکہ نفس کی رہنمائی خواہشات کرتی ہیں اس لئے وہ نقص وخطا میں ڈوبا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طالبانِ خدا ہمیشہ مخالفتِ نفس کو اپنا شعار بناتے ہیں تاکہ روح وعقل کی معاونت کریں اور امورِ حیات درست سمت کے ساتھ انجام پائیں (31) مزید آگے چل کر ہوائے نفسانی کا بڑے مدبرانہ انداز میں تجزیہ کیا گیا ہے اور ساتھ ہی امورِ انسان میں مداخلتِ شیطانی کے نقطۂ آغاز کی نشاندہی کی ہے کہ اپنی اصل کے اعتبار سے شیطان کو دل وباطنِ انسان میں مداخلت کی ہمت نہیں کیونکہ شیطان ایک

Marfat.com

معروضی طاقت ہے لیکن جب آدمی بازیچۂ نفس بن جاتا ہے اور ہوائے معصیت دل میں ظاہر ہوتی ہے تو اس وقت شیطان دل تک راہ پالیتا ہے لہٰذا وہ اس ہوائے نفسانی کو آراستہ و پیراستہ کر کے دل کے سامنے پیش کرتا ہے اسی کو ''وسواس'' کہتے ہیں۔ ایسے میں شیطان امورِ انسان کی سمت بندی کرتا ہے یہاں تک کہ اسے گمراہی میں دھکیل دیتا ہے جہاں اس کا احساسِ انسانیت ختم ہو جاتا ہے۔ فعلِ بشر فعلِ شیطان ہو جاتا ہے اور وہ مکمل طور پر اسیر شیطنت ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ:

ترک ہوا بندہ را امیر کند وارتکاب آن امیر را اسیر کند (32)

(ترک خواہشاتِ نفسانی بندے کو امیر، اور ان کا ارتکاب امیر کو قیدی بنا دیتا ہے)

جب شیطنت کی گرفت بندے پر قوی ہو جاتی ہے تو جسم کی اندر مقاماتِ ہوا و ہوس، (حواس خمسہ) کو شہوت کی آگ اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور بندہ ہر معنی سے محجوب ہو جاتا ہے ایسے میں بندہ خود کو اللہ کے حوالے نہ کرے گا نہ اسیری سے نجات ہوگی اور نہ محرومی کا اختتام ہوگا۔ (33)

شیطانی گرفت سے آزادی اور سعادتِ نعمت سے بہرہ یاب ہونے کیلئے اسلام نے تزکیۂ نفس کے نقطہ نگاہ سے پاکیزہ اخلاق و آداب کا ایک عملی نظام تشکیل دیا جس کی تعمیل ہمیشہ سے اولیاء کرامؒ کرتے رہے ہیں اور عوام الناس کو اسی نظام کی تعلیم و تلقین کرتے آئے ہیں تاکہ مقاصدِ شریعت کے حصول سے قومی و بین الاقوامی سطح پر ایک فلاحی معاشرہ قیام پذیر ہو۔ اکیسویں صدی میں اس نظام پر عمل پیرا ہونے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے تاکہ مغرب کے ''تحت الحیوانی'' معاشرہ کا سدباب اور خود اس مغربی معاشرہ کی اصلاح اور مثبت انسانی اقدار پر مبنی تہذیب و تمدن کی ترویج ہو سکے۔ ''کشف المحجوب'' اس ضمن میں بہترین رہنما ہے کیونکہ تصوف میں جس نمائندہ، طریقتِ علیا میں داتا حضور رحمۃ اللہ علیہ کی تہذیب و تربیت ہوئی وہ آج تک عالمِ رنگ و بو میں اعلیٰ اخلاق اور آداب کی مبلغ بھی رہی ہے اور اس وجہ سے اس طریقت کے مشائخ و مریدین کی ایک الگ شان ہے۔ اس بات کا اندازہ داتا حضور رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عدم و فنا کے مفہوم سے لگایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

مراد عدم و فنا اندر عبارات ایں طائفہ سپری شدن آلت مذموم بود و صفتی ناستودہ اندر طلب صفتی محمودہ (34)

(گروہِ اولیاءؒ کی عبارات میں عدم اور فنا سے مراد برے اسباب و سامان سے دور ہونا اور ناپسندیدہ صفات کو پسندیدہ صفات اپنانے کی غرض سے ترک کرنا ہے)

Marfat.com

عدم وفنا کی اتنی عمدہ اور عملی تشریح شاید ہی تصوف کی کسی کتاب میں ہو۔ اور یہی عملیت وحقیقت پسندی ''کشف المحجوب'' کا طرۂ امتیاز ہے ''باب التصوف'' اس سلسلے کی ایک مخصوص کڑی ہے۔ داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جب تصوف کا مفہوم و معنی بیان کرتے ہیں تو فلسفیانہ پیچیدہ سطح سے بات نہیں کرتے بلکہ حسب شریعت، اعلیٰ اخلاق و آداب کو دل وجان سے اپنانے کا نام ہی تصوف بتلاتے ہیں۔ ایک جگہ پر سیدنا محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تصوف کے ضمن میں قولِ زریں نقل فرماتے ہیں:

التصوف خلق من زاد عليك في الخلق زاد عليك في التصوف

(تصوف اچھی عادات واطوار کا نام ہے جو شخص عمدہ عادات واطوار میں تجھ سے بڑھ کر ہے۔ وہ تصوف میں بھی تجھ سے بڑھ کر ہے)۔

پھر اس پر حقیقت شناسانہ معاشرتی تبصرہ کرتے ہوئے وضاحت فرماتے ہیں کہ اخلاق دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک خُلق باخَلق اور دوسرا خُلق باحق۔ خُلق باحق کا معنی قضائے الٰہی پر مطمئن رہنا جبکہ خُلق باخلق سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوق کے ساتھ اچھے رہن سہن کا بوجھ اٹھایا جائے۔ (35) بعد ازاں ابو حفص حداد نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے فرماتے ہیں کہ:

التصوف كله آداب (35) (تصوف مکمل طور پر آداب کا نام ہے)

اور پھر ساتھ ہی سیّدنا مرتعش رحمۃ اللہ علیہ کا مبارک قول کہ " التصوف حسن الخلق" (تصوف حسنِ اخلاق کا نام ہے) نقل کر کے بڑی ژرف نگاہی سے تمام ظاہری و باطنی اور معاشرتی واجتماعی رویوں کو سمیٹتے ہوئے حسنِ اخلاق کو تین اہم ترین اور جامع قسموں میں منقسم کر دیتے ہیں:

1۔ **حسنِ خُلق باحق:** وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے احکامِ عالیہ کی بغیر کسی دکھاوے کے تعمیل کی جائے۔

2۔ **مخلوق خدا کے ساتھ حسنِ اخلاق:** وہ یوں کہ بڑوں کے ادب واحترام چھوٹوں پر مہربانی اور اپنے جیسوں کے ساتھ انصاف کو ملحوظ رکھا جائے۔

3۔ **شیطانی امور سے اجتناب:** کسی معاملے میں بھی ہوا وہوس اور شیطان کی پیروی نہ کی جائے۔
جس شخص میں یہ تینوں باتیں موجود ہوں وہ عمدہ عادات و اطوار کا حامل کہلانے کا مستحق ہو گا۔ (37)

پھر بہت آگے چل کر اپنے فکر ونظر کو انتہائی مربوط رکھتے ہوئے داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اسی نہج پر آداب کی تقسیم بھی تین واضح رویوں میں کرتے ہیں:

Marfat.com

1۔ **ادبِ توحید باحق:** بندہ خلوت وجلوت مجلس وتنہائی میں بے ادبی کا ارتکاب نہ کرے یعنی امور حیات یوں انجام دے گویا کسی بادشاہ کے عین سامنے کھڑا یہ سب کچھ کر رہا ہے۔

2۔ **معاملات میں اپنے آپ سے ادب:** اپنے آپ سے ادب کا سلیقہ یہ ہے کہ تمام احوال میں اپنی ذات سے وابستہ مروّت کی پاسبانی کرے یعنی وہ بات جو مخلوق اور اللہ کے سامنے بے ادبی ہو، اپنی خلوت میں بھی اس سے اجتناب کرے۔ مثلاً ہمیشہ سچ بولے اپنی دانست کے خلاف بات نہ کرے کیونکہ یہ خلافِ مردانگی ہے۔ دوسرے یہ کہ کم کھائے تا کہ طہارت خانہ میں کم جانا پڑے۔ تیسرے یہ کہ اپنی اس چیز (مثلاً ستر وغیرہ) پر خود بھی نظر نہ ڈالے جسے دیکھنا کسی غیر کے لیے نامناسب ہے۔

3۔ **رہن سہن میں ادبِ خلق:** آداب میں سے سب سے اہم ادب یہی ہے۔ سفر اور قیام (مجلسی زندگی) کے دوران میں مخلوق کے ساتھ، رہن سہن میں، کاروبار اور لین دین کو سنت رسول ﷺ کے مطابق انجام دے۔

آداب کے تینوں رڈیوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا (38)

پھر اس تحدیدِ آداب کے ساتھ ہی یہ بصیرت افروز وضاحت بھی کر دی گئی کہ حسب حدیثِ رسول ﷺ : احسن الأدب من الایمان (حسن ادب ایمان کا حصہ ہے) حسنِ ادب صاحبِ ایمان پر واجب ہے۔ اس لیے کہ تمام دینی و دنیاوی امور کی زیب و زینت آداب سے ہی قائم ہے اور یہ حق ہے کہ کافر و مسلم سب کے نزدیک معاملاتِ حیات کی انجام دہی میں حسنِ آداب کو ملحوظِ خاطر رکھنا قابلِ تحسین ہے لہٰذا دنیا میں کوئی ایسی رسم نہیں ہے جس کا قیام بغیر ادب کے ممکن ہو پھر ان کی پہچان اور تعیین کرتے ہوئے داتا حضور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے درمیان کمال مردانگی کو ملحوظ رکھنے، دینی اعتبار سے معاملاتِ حیات کی تنظیم و ادائیگی میں سنت رسول اعظم ﷺ کے مطابق عمل کرنا آداب کہلاتا ہے جبکہ محبت کے باب میں حفظِ حرمت کو ادب کہتے ہیں تاہم یہ تینوں ایک دوسرے سے لاینفک ہیں کیونکہ جو شخص صاحبِ مروّت (کمال مردانگی) نہ ہوگا سنت کا اتباع نہ کرے گا اور جو بھی پابندِ سنت نہ ہوگا وہ حفظ و حرمت بھی نہ کر سکے گا یہی وجہ ہے کہ:

"بہ ہیچ صفت تارک الادب ولی نباشد"

(کسی بھی حال اور کسی صورت میں تارکِ ادب ولی نہیں ہوتا)

اس کی وجہ نفسیاتی اعتبار سے یہ بیان کی گئی ہے کہ، ادب چونکہ ولی اللہ کی عادت بن چکا ہوتا ہے اور

Marfat.com

عادت طبیعت کی ہمسر ہوتی ہے اور طبیعت کسی بھی حال میں پوری عمر زائل نہیں ہوتی اس لیے ولی اللہ خواہ حالتِ سکر میں ہو یا حالتِ صحو میں، تارک ادب نہیں ہوتا۔ اسی عملی و حقیقی نقطہ نگاہ کے تحت وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ غلبۂ محبت سے حکمِ متابعت ساقط ہو جاتا ہے، پرلے درجے کے گمراہ ہیں (39) اکیسویں صدی کا انسان اگر اپنی عادات و اطوار پر حقیت پسندانہ انداز میں غور و فکر کرے تو اس پر انکشاف ہوگا کہ اپنے آباء و اجداد کے مقابلے میں وہ ادب سے کس قدر تہی دامن ہو چکا ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور ان کے نائبین مردانِ حق کی توہین مجالست و معاملت اور مناظرت و محاورت کے دوران میں حتیٰ کہ اسمبلیوں کے اندر عدم صبر و تحمل کا مظاہرہ آئین و قانون کی بغیر کسی ادنیٰ سی خلش کی خلاف ورزی، محافل موسیقی میں پاپ سنگروں (Popsingers) کا اچھلتے کودتے ہوئے جذبۂ جنسیت کو شعوری طور پر ابھارتے ہوئے گانا اور ان کے ساتھ حاضرینِ مجلس کا بے صبری کے ساتھ جواباً رقص کناں ہونا۔ یہ سب باتیں ننگِ انسانیت ہیں اور ان سے انفرادی و اجتماعی، معاشی و معاشرتی، سیاسی و قومی اور بین الاقوامی سطحوں پر جو تشدد، دہشت گردی، بے راہ روی اور دیگر برائیاں پروان چڑھ رہی ہیں ان کا شکوہ اور ان پر حیف نمائی بھی جاری ہے، حیرت ہے کہ یہ نہ سوچا گیا کہ جب جڑوں کی آبیاری کی جائے گی تو پودے تو اگیں گے! ہمارے ہاں عجب غیر انسانی طریق اپنایا گیا ہے کہ برائیوں کے سوتے کھلے چھوڑ رکھے ہیں مگر برائیوں پر خونی ماتم جاری ہے سبحان اللہ! فساد کی بیخ کنی کیے بغیر اصلاح کی کوشش ہو رہی ہے جو قوم ذوقِ تکلم، ذوقِ سماعت، طریقِ صبر و تحمل، حسنِ معاشرت، آدابِ مجالست، جمالِ محفل اور نزاکتِ مقام کو فراموش کر چکی ہے، اسے مروت، کمالِ مردانگی، اخلاصِ انسانیت کے ساتھ کیا واسطہ؟ امورِ حیات کی انجام دہی کا اس سے کیا مطالبہ؟ جہاں حسنِ مروت مفقود، وہاں حفظِ سنت معدوم۔ یہ صرف ایک قوم کا المیہ نہیں بلکہ اقوامِ عالم کے احوال یہی ہیں اور اگر یہی کچھ جاری رہا تو اکیسویں صدی میں مقاماتِ ہلاکت بڑھتے جائیں گے اور اس مذمومیت کا سیاہ سہرا سب سے بڑھ کر قیادت کے سر ہوگا اس وجہ سے اکیسویں صدی کی قیادت کو جمہوریت و آمریت اور ان سے متعلقہ سیاسی، معاشرتی، معاشی، قومی اور بین الاقوامی غلط تصورات کو خیر باد کہہ کر ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کرنا ہوگی جس میں فرد و قوم کی آزادی کا تحفظ اس قرینے سے ہو کہ حسنِ سلیقہ کی حامل مثبت اقدار ہر سطح پر ہمارے ظاہری اور باطنی معاملات اور کاروبار کا حصہ بنیں اور ہمارے تہذیب و تمدن انہیں کے آئینہ دار ہوں۔ صرف اسی صورت میں قومی و بین الاقوامی سطح پر فلاحی معاشرہ، فلاحی ریاست اور انسانی تہذیب و تمدن کا قیام ممکن ہے اس ضمن میں خصوصاً مغرب کی پراگندہ اور آلودہ فضا جو دوسرے معاشروں خصوصاً مسلم معاشروں میں بھی تیزی سے سرایت کرتی جا رہی

Marfat.com

ہے آزادی اور حقوقِ انسانی کے باب میں مروجہ جاہلانہ تصورات میں افراط وتفریط کو دور کرنا ہوگا۔ آزادی کا یہ تصور انتہائی غیر انسانی ہے کہ اخلاقی ضوابط اور معاشرتی آداب کو پسِ پشت ڈال کر انسان جو چاہے کرے اور پھر اس سے بھی آگے غیر انسانی رویہ یہ ہے کہ اگر کثرت کسی برائی پر اتفاق کرلے تو ایسی برائی کے ارتکاب کو انسانی حق قرار دے کر قانونی طور پر تحفظ مہیا کر دیا جائے۔ بعض مغربی معاشروں میں ہم جنس پرستی کی قانونی اجازت، پورے مغرب میں جوڑے کی رضا مندی پر زنا کاری، ویلنٹائن ڈے، اور اس طرح کے دیگر غیر انسانی اور ''تحت الحیوانی'' رویے اس افراط وتفریط کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان ''تحت الحیوانی'' رویوں کی بنا پر معاشرتی، مذہبی، سیاسی، جنسی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر جو اندھے تعصبات، ذہنی وفکری اعتبار سے تشکیل پاتے ہیں، ان کا اظہار کبھی کمزور ممالک پر مختلف بہانوں سے استحصالی معاشی پابندیوں کے روپ میں ہوتا ہے۔ کبھی کسی ملک پر خالصتاً نفسانی اغراض کے تحت 'ارھابی' یورشوں کی شکل میں کبھی مسلم بچیوں کے سکارف پہننے پر پابندی اور غیر ملکیوں خصوصاً مسلمانوں پر قومی و بین الاقوامی معاشرے میں گوناگوں پابندیوں کی صورت میں ہوتا ہے اور کبھی اس تنگ نظری میں کہ ٹیکنالوجی دیگر ممالک کو منتقل نہ کی جائے۔ خود ہر قسم کا مہلک جوہری اور کیمیاوی اسلحہ ہمیشہ تیار رکھا جائے مگر جب کوئی دوسرا اسلحہ بنائے تو متنوع پابندیاں عائد کر کے دباؤ ڈال کر حتیٰ کہ ہلاکت آمیز ارہابی حملے کر کے اسے نہ صرف روکا جائے بلکہ اس کی تمام معاشرتی، سیاسی وقومی اور انتظامی مشینری کو کچل دیا جائے تاکہ اپنی فوقیت کو برقرار اور دوسری اقوام کو ہمیشہ کمزور و مغلوب رکھا جائے۔ دیگر اقوام پر عدم صبر وتحمل کے فتوے، ارہابیت کے الزامات، بے صبری کے طعنے اور اس پر ننگِ انسانیت تادیبی کاروائیاں جب کہ خود اپنا عالم یہ کہ پہلا ایٹم بم گرانے اور دفترِ ہلاکت کھولنے کا سہرا اپنے سر! ہر تباہ کن سازش بھی اپنا شعار اور امن وآشتی کے اپنی زبانی نقیب بھی! کوئی ایک بات ہو تو گنی جائے کوئی ایک ہلاکت ہو تو شمار ہو حسنِ اخلاق وآداب کی پامالی سے جو خونی قلزم بچھے ان کی گیرائی اور گہرائی کی پیمائش کیلئے طویل مدت درکار ہے مغرب نے افرادِ انسانیت پر جلتے جہنم کے منہ براہ راست دنیا میں بھی کھول دیے اور عقبیٰ میں بھی۔ اکیسویں صدی کی قیادت خصوصاً مسلم قیادت کو حسنِ توجہ سے حسنِ اخلاق وآداب کی ترویج کرنا ہی ہوگی تاکہ دنیا امن کا گہوارہ ہو اور عقبیٰ کے لئے سلامتی کی راہ کھلے اور یہ کارنامہ صرف امت مسلمہ کی قیادت ہی انجام دے سکتی ہے اسی کی ذمہ داری اور فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی کو دوسری امتوں پر ہمیشہ کیلئے نگران قرار دے کر (40) یہ واضح فرمادیا کہ قیادت کی صلاحیت واہلیت صرف اور صرف امت مسلمہ کو عطا کی گئی ہے اس لیے اس پر صرف اسی کا حق ہے دیگر اقوام اس اہلیت وحق سے عاری ہیں اور اسی بات پر پوری انسانی تاریخ شاہد عادل ہے۔

Marfat.com

اس حق کی تحصیل و تکمیل اور برقراری کے لیے ضروری ہے کہ حسنِ اخلاق و آداب کے زرّیں اور عملی نظامِ اسلام کی بدرجۂ احسان متابعت کی جائے اس کیلئے امامِ طریقت سیّدنا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے چند بنیادی اصولوں کی توضیح عقلی و شرعی سطح پر کی ہے جنہیں اپنانے سے اس نظامِ اخلاق و آداب کی حسبِ منصب بار آوری ہوگی۔ ان میں سے چند ایک کا بیان کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

پہلا اصول:۔

(جس پر تقریباً پوری ''کشف المحجوب'' میں بار بار زور دیا گیا ہے) اس اصول کی وضاحت نہایت لطیف انداز میں حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام (کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَه) ''جسے جس کام کیلئے پیدا کیا گیا ہوتا ہے اُسے اس کی توفیق عطا کردی جاتی ہے'' کے حوالے سے کی گئی ہے۔ پھر حجابِ رینی و حجاب غینی کی تشریح میں یہ بات واضح کردی گئی ہے کہ کشفِ حجابِ غینی ممکن ہے اور یہ صرف مسلمان سے مخصوص ہے جبکہ حجابِ رینی ذاتی اور صرف غیر مسلم کیلئے مخصوص ہے لہٰذا امورِ حیات کی تدبیر میں توفیق اسی خصوص کے مطابق حاصل ہوگی۔ جب تک اس حقیقت کی شناخت نہ ہوگی مقاصدِ شریعت حاصل نہ ہوں گے۔ (41)

دوسرا اصول:۔

یہ ہے کہ تحقیق و عملِ پیہم کو شعار بنایا جائے نہ کہ تقلیدِ محض کو۔ تصوف رسم نہیں بلکہ عمل ہے۔ لہٰذا صوفیائے کرامؒ کی عبارات کو پڑھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ ان کے اندر موجود اصل معنی کو اپنانے سے تحقیق تک رسائی ہوگی اور مقاصدِ شریعت کا حصول ممکن ہوگا۔ (42)

تیسرا اصول:۔

یہ ہے کہ تحقیق و عملِ پیہم کا ''ھما'' اس وقت تک ہمارے ہاتھ نہ لگے گا جب تک ہمارا ظاہر و باطن ہم آہنگ نہ ہوگا۔ ظاہر و باطن میں یگانگت و مروّت یعنی انسانیت و مردانگی اوّلین تقاضا ہے اور صوفی چونکہ مردِ کامل ہی نہیں بلکہ دوسروں کو درجۂ کاملیت تک پہنچانے والا معلّمِ لطیف اور مبلّغِ بلیغ ہے۔ اس لیے یہ یگانگت اس کے لئے شرطِ اوّل ہے۔ (43) کیونکہ اس کے بغیر منتہائے شریعت، معرفتِ حق اور مشاہدۂ حق حاصل نہیں ہوتا مشاہدۂ حق کے بغیر حقیقتِ ظاہرہ مفتوح نہیں ہوتی۔ لہٰذا صوفی اس استقامت سے مشاہدِ حق ہوتا ہے

Marfat.com

کہ احوال دینوی اسے اللہ سے نہیں پھیرتے اور یہ مقام ''مقامِ جمع'' ہے(44)اسی حقیقت کے پیشِ نظر داتا حضور رحمۃ اللہ علیہ بار بار جعلی نام نہاد صوفیوں کو نشانہ تنقید بناتے ہیں۔ کیونکہ صوفی کا کام تزکیہ نفس اور نیابتِ رسول ﷺ کو بطریقِ احسان نبھانا ہوتا ہے، اور اسے وہ افراد تیار کرنا ہوتے ہیں جو معاشرتی وسماجی اور قومی و بین الاقوامی سطح پر مقاصدِ شریعت کی تکمیل اور ان کا عملی نفاذ کرتے ہیں۔ جو لوگ حرص و آز کے بت سینوں میں چھپائے ہوئے تصوّف کا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں وہ خود بھی گمراہ ہوتے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ رسوم کے پابند اور اخلاق سے مفرور ہوتے ہیں۔

اس مقام پر مناسب نظر آتا ہے کہ داتا حضور رحمۃ اللہ علیہ نے رسوم و اخلاق میں جو فرق کیا ہے اسے بیان کر دیا جائے۔ رسم یہ ہے کہ بندہ کسی فعل کو اسباب وتکلف سے یوں انجام دے کہ اس کا ظاہر اس کے باطن کے خلاف ہو۔ ایسا فعل معنی سے خالی ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اخلاق اس پسندیدہ فعل کا نام ہے جو بلا تکلف اس طرح سے انجام پائے کہ بندے کا ظاہر مکمل طور پر باطن سے ہم آہنگ و متحد ہو اور دعویٰ سے خالی ہو(45)اور ظاہر و باطن کا یہی اتحاد و یگانگت استقامت مع اللہ کی ضامن ہے۔(46)جعلی صوفی چونکہ محض پابندِ رسوم ہوتا ہے نااہل و منافق اور کردارِ کردار ساز سے تہی دامن ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ طریقت کے بنیادی اصولِ متانت وسنجیدگی کے برعکس اس کے کردار میں ہزل یعنی غیر سنجیدگی کا پہلو غالب رہتا ہے۔(47)

کشف المحجوب کے عام مطالعہ سے ہی یہ بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ مسلم معاشرہ کو بہت بڑا خطرہ انہی جعلی صوفیوں سے ہے، مسلم معاشرہ کو جہاں بہت سے معروضی مسائل درپیش ہیں۔ وہاں داخلی مسائل بھی لاحق ہیں۔ ان داخلی مسائل میں سب سے اہم مسئلہ ''رسمیت'' ہے۔ اکیسویں صدی کا مسلم فرد و معاشرہ اس برائی سے اگر کما حقہ روشناس نہ ہوا تو مقاصدِ شریعت کا حصول ناممکن ہے۔ کشف المحجوب اس اعتبار سے بھی آج کی اہم ضرورت ہے کہ اس میں رسمیت اور جعل سازی کی مذمت کی گئی ہے اور اس کی علامات کی نشاندہی اور تعیین بھی اور اس کے ساتھ اصولِ تصوّف اور مبادیِ طریقت کی توضیح و تشریح بھی خوبصورت اور مؤثر انداز میں کر دی گئی ہے تاکہ ہر دور کا انسان ابدی رہنمائی سے مستفیض ہوتا رہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل باتیں خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔

Marfat.com

1۔ ولی ہمیشہ شریعت کی متابعت کرتا ہے۔ جو شخص بھی شریعت کی پابندی سے آزاد ہو بے دین وملحد ہے (48) حتیٰ کہ کسی حال کے بہانے سے بھی ترکِ شرع سخت گناہ ہے۔ ''مترسمین'' اور ''حلولیوں'' کی مذمت کرتے ہوئے داتا حضور رحمۃ اللہ علیہ اس اہم عرفانی اصول کی وضاحت سیّد کائنات ﷺ کی حدیثِ پاک سے کرتے ہیں جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھنے والے کو تہمت آدر مقامات پر قیام سے منع فرمایا ہے۔ (49)

2۔ معرفتِ الٰہیہ جو کہ منتہائے شریعت ہے ''حیاتِ دل'' ہے اور دل کی زندگی اس میں ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور میں نہ لگے۔ ہر انسان کی قیمت کا تعین بقدر معرفتِ الٰہیہ ہوتا ہے۔ معرفت، اللہ تعالیٰ کے بارے میں صرف درست علم کو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے ''صحتِ حال'' کو کہتے ہیں۔ لہٰذا عارف کبھی بھی بے علم نہیں ہوتا۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ عالم عارف نہ ہو۔ (50)

3۔ صوفیائے کرام'' کا اونی لباس ہر دور کے انسان کے لئے اگرچہ نفسیاتی طور پر باعثِ اطمینان، طبی اعتبار سے صحت مندی کا ضامن، مساواتِ انسانی کے تصور کو اجاگر کرتا اور معاشرتی ہمواری کا درس دیتا ہے۔ مگر یہ صوفیاء کرام کے پہچان نہیں ہے۔ (51) داتا حضور رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص انداز میں یہاں پر بھی بدرجہٗ کمال عملیت پسند واقع ہوئے ہیں۔

4۔ عملی طریقِ حیات کو اپناتے ہوئے حضرت امام علی ہجویری رحمہ اللہ علیہ غیر مستقیم (مجذوب) کی اقتداء سے منع فرماتے ہیں (52) اور صرف صحو کے قائل ہیں اور اگر اہلِ سکر سے کسی انداز میں اتفاق کرتے بھی ہیں تو صحو کی سطح سے (53) کشف المحجوب میں صحو وسکر سے متعلق دی گئیں وضاحتوں کی آج شدید ضرورت ہے۔ کیونکہ ہمارے معاشروں میں بہتیرے مجذوب ہیں اور بہتیرے پکھنڈ باز مجذوب بنے بیٹھے ہیں اور ان کے گرد عوام دائرے جمائے بیٹھے ہیں۔ مجذوب اگرچہ ولی ہوتا ہے مگر لائقِ متابعت نہیں ہوتا۔ جبکہ پکھنڈ باز مجذوب محض دھوکہ باز اور ہوا وہوس کا شکار ہوتے ہیں۔ اس لئے گمراہیوں کا باعث بنتے ہیں۔

5۔ ہر شخص میں خرقہ پوشی کی صلاحیت واہلیت نہیں ہے۔ آج کے مسلم معاشرے میں ایک قبیح رسم چل نکلی ہے کہ خرقۂ خلافت ایسے نااہلوں کو پہنایا جاتا ہے جنہیں کثرتِ مال وزر اور وفرتِ عزوجاہ یا قربتِ شیخ

Marfat.com

حاصل ہوتی ہے۔ نہ ذوقِ ریاضت ہوتا ہے نہ حسنِ اخلاق و آدابِ کریمہ سے آشنائی۔ نہ باطن ظاہر افروز نہ ظاہر باطن آمیز اور شیوخ اور پیروں کا یہ عالم کہ نہ اپنی خبر نہ مرید کا پتہ، نہ کردار کردار ساز نہ شخصیت شخصیت ساز، ایسے پیر سے مرید کو، اور ایسے مرید سے پیر کو سوائے گمراہی کے اور کیا فائدہ ہوسکتا ہے۔ ہمارے معاشرے کا یہ ایک رستا ہوا ناسور ہے۔ مسندِ تبلیغ وارشاد سجادۂ غرور تمکنت نہیں بلکہ خدمتِ خلق، تزکیہ نفس، تعمیرِ کردار، تربیتِ اخلاق و آدابِ کریمہ اور تحریکِ نفوسِ قدسیہ کی آماجگاہ ہوتی ہے جو ایسے افراد تیار کرتی ہے جو ہر سطح پر مقاصدِ شریعتِ اسلامیہ کے حصول میں مستغرق رہتے ہیں اور سلطانِ ملت کو حقیقی معنوں میں یقینی بناتے ہیں۔ مگر آج ہماری اکثر خانقاہوں میں نااہل سجادہ نشین براجمان ہیں اور عوام طرح طرح سے ان کی حرص و آز اور ہوا و ہوس کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے معاشرہ اپنی ہر سطح پر پراگندگی، جہالت، بے دینی، تعصب اور تنزل کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب چکا ہے۔ اکیسویں صدی کی تحدیات (Challenges) کا مقابلہ کرنے کیلئے تطہیرِ خانقاہ ایک بنیادی اور اہم ترین کام ہے۔ ''کشف المحجوب'' اس باب میں بھی ہمیں بہترین عملی رہنمائی مہیا کرتی ہے۔ خرقہ پوشی کے لئے جسے شرطِ اوّلین قرار دیا گیا وہ خدمتِ خلق ہے۔ خدمتِ خلق کو آدابِ کریمہ میں شمار کیا گیا اور شیخِ طریقت پر فرض کیا گیا کہ وہ مرید سے تین سطحوں پر خدمت کروائے:

الف) پہلا سال مرید ''خدمتِ خلق'' میں بسر کرے اور وہ اس طرح سے کہ خود کو خادم اور باقی تمام مخلوق کو مخدوم کا درجہ دے۔ بلا امتیاز ہر ایک کی خدمت کرے۔ ہر ایک کو خود سے بہتر گردانے اور اس خدمت کی وجہ سے دوسروں پر اپنی برتری نہ جتلائے۔

ب) دوسرا سال ''خدمتِ حق'' میں گزارے۔ وہ اس انداز میں کہ فکرِ دنیا و آخرت سے آزاد ہوکر اللہ کی عبادت صرف اللہ ہی کے لیے کرے۔

ج) تیسرا سال اپنے دل کی نگرانی میں کاٹے وہ یوں کہ اپنی تمام تر ہمت کو اس خوش اسلوبی سے جمع کرے کہ دل گوناگوں غموں سے پاک ہوجائے اور انسِ الٰہی کی بارگاہ میں دل غفلت سے محفوظ ہوجائے۔

مرید جب ان تینوں شرائط کو پورا کرلے تو وہ خرقۂ ولایت پہننے کا اہل ہوگا۔ لیکن ہر شیخ خرقۂ خلافت

Marfat.com

نہیں پہنا سکتا۔ بلکہ صرف وہی شیخ خرقہ پہنا سکتا ہے جو درج ذیل صفات کا حامل ہو:

(الف) مستقیم الحال ہو۔ یعنی طریقت کے تمام نشیب و فراز سے گذر چکا ہو، ذوقِ احوال کو چکھ اور مشربِ اعمال کو پا چکا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے غلبۂ جلال اور لطفِ جمال کا تجربہ رکھتا ہو۔

(ب) مرید کے احوال کا نگران ہو اور جانتا ہو کہ وہ طریقت و معرفت میں کس انتہا کو پہنچے گا۔ اگر مرید پلٹنے والا ہو تو اُسے طریقت میں چلنے سے منع کر دے اور اگر مراد کو پہنچ سکتا ہو تو اس کی تربیت کرے کیونکہ شیخ دلوں کا طبیب ہوتا ہے۔ لہٰذا مرید کی بصیرت کے مطابق اسے دعوت دے۔

(ج) یہ جانتا ہو کہ مسندِ تبلیغ و ارشاد پر متمکن ہونے والا بہر رنگ، حرص و آز اور ہوا و ہوس سے پاک ہوتا ہے۔

(د) طریقت میں اس قوت کا حامل ہو کہ اگر شریعت و معرفت سے ناواقف پر نگاہ ڈالے تو اسے واقف کر دے اور اگر کسی گنہگار کو خرقۂ ولایت پہنا دے تو اسے ولی اللہ بنا دے۔

جو شیخ مذکورہ بالا شرائط پر پورا اترتا ہو وہ خرقہ پہنانے کا اہل ہوگا، ورنہ نہیں (54) اور اپنی اسی اہلیت و سیطرت کی بدولت وہاں پہنچ جاتا ہے۔ جہاں ہر درجہ و مقام فانی ہو جاتا ہے۔ الفاظ اسے بیان کرنے سے عاجز اور عبارات ناکارہ۔ ایسے میں اسے کوئی صوفی کہہ کر پکارے یا کچھ اور۔ وہ ہر ایک سے ماورا ہوتا ہے۔ (55) اخلاق و آدابِ علیا کی اس انتہا پر پہنچ کر ولی اللہ حقیقی تصوف کا الہیاتی نمائندہ اور منتہائے شریعتِ اسلامیہ کو پا لینے والا اور اس کا ترجمانِ اعلیٰ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ داتا حضور رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک معانیِ تصوف کا انکار ساری شریعتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار ہے اور شریعت قرآن و سنت پر مبنی ہے جو کہ ہمہ گیر اور عین فطرت ہے۔

چوتھا اصول:

چوتھا اصول ایثار ہے۔ ایثار کے بغیر معاملاتِ حیات کی بطریق احسان انجام دہی اور اخلاق و آدابِ سنیہ پر عمل پیرا ہونا انتہائی دشوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ایثار کو بڑے شرح و بسط سے بیان کیا اور اسے طریقت کی اصل قرار دیا ہے۔ (56) اور حقیقت یہ ہے کہ اپنے

Marfat.com

مصاحب اور ساتھی کی غرض سے اپنے کسی حق سے دستبردار ہونا اور اس کی ضرورت پوری کرنا اکیسویں صدی میں انسان کی اہم ضرورت ہے۔ کیونکہ ایثار، فراخدلی اور قربانی کا متقاضی ہے۔ لہٰذا جب تک یہ جذبہ اقوامِ عالم میں بیدار نہیں ہوگا۔ ٹیکنالوجی اور دیگر علوم وفنونِ نافعہ کی بہم دیگر منتقلی محال رہے گی۔

پانچواں اصول:۔

پانچواں اصول رضا ہے۔ اور یہ وہ اصول ہے جو اخلاق وآداب شریعت کی جان اور روحِ رواں ہے۔ رضا کی دو قسمیں ہیں:

1۔ بندہ سے اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو ثواب، نعمت اور کرامت عطا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے۔

2۔ اللہ تعالیٰ سے بندے کا راضی ہونا۔ وہ یہ کہ بندہ فرامین الٰہی کو استقامت سے بجالاتا ہے اور اس کے احکام کی تہہ دل سے تسلیم کرتے ہوئے تعمیل کرتا ہے۔

داتا حضور رحمۃ اللہ علیہ نے ''رضا'' پر بہت شرح وبسط سے تحریر فرمایا ہے۔ (57) جس کا مطالعہ انسانِ نو کے لیے بے حد بصیرت افروز ہے۔ مگر کوئی کم کوش وکم ہمت منفی پہلو سے اس گمان میں نہ پڑے کہ ''بیٹھے رہو جو ہوتا ہے ہو جائے'' کیونکہ ایسا گمان شدید غلطی اور سخت ذہنی خلجان کا نتیجہ ہوگا۔ اولیائے کرام کی کتب مبارکہ قرآن وسنت کی شارح، اسی قرینے پر مبنی اور جمع کی نمائندہ ہوتی ہیں۔ اس لیے ان کے مطالعہ کا احسن طریقہ یہ ہے کہ کتاب کے مختلف اجزاء کو ایک دوسرے کے پس منظر وپیش منظر اور بیک دیگر ملابست کے تناظر میں پڑھا جائے۔ اس نہج پر جب رضا کا، داتا حضور رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے متابعتِ شریعت پر تاکید، اور ''نا کردہ اولیٰ تراز کردہ'' کہنے والوں کی تردید ومذمت اور اس ضمن میں جدوجہد وکوششِ بندہ کے اثبات (58) اور غیبت وحضور کی واضح عین اسلامی شریعت کے مطابق عملی تفسیر (59) کے وسیع تر تناظر میں مطالعہ کیا جائے گا تو منکشف ہوگا کہ ''رضا'' بغایت عملی، قوی، جاندار اور فعال رجائیت پسندانہ فلسفۂ حیات ہے۔

ان پانچ بنیادی اصولوں کو مدِ نظر رکھ کر جب حسنِ اخلاق وآدابِ کریمہ پر مبنی روشن نظام اسلام کو اپنایا جائے گا تو مقاصدِ شریعت بدرجۂ احسان حاصل ہوں گے اور سلطانِ دینِ متین یقینی ہوگا اور ''کشف

Marfat.com

المحجوب'' میں اس نظام کو بہترین اسلوب اور اکمل قرینے سے بیان کیا گیا ہے۔

الغرض عملیت پسندی وحقیقت پسندی ''کشف المحجوب'' کا خاص انداز ہے۔ یہاں تک کہ اصطلاحاتِ تصوف کی تشریح وتوضیح میں بھی عملی شرعی پہلوؤں کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ دیانتداری اور اخلاص سے کامیاب کوشش کی گئی ہے کہ تشعیب زیرِ فرمان، جمع اس انداز سے ہوجائے کہ قومی وبین الاقوامی سطح پر ایک فلاحی معاشرہ معرضِ وجود میں آجائے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کی انتہائی ضرورت اکیسویں صدی میں خون میں نہائی دم توڑتی ہوئی مظلوم انسانیت کو ہے۔

حوالہ جات

1۔ سورۃ المائدہ: 3۔
2۔ سورۃ السبا: 40۔
3۔ سورۃ الانبیاء: 107
4۔ سورۃ الانعام: 59۔
5۔ سورۃ التوبہ: 33۔
6۔ حق باہو قدس سرہ: عین الفقر: انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باہو، ص 92۔
7۔ سورۃ النجم: آیات 1 تا 18، سورۃ الانفال: 17، سورۃ الفتح: 10، سورۃ الرحمٰن: 1 تا 4۔
8۔ سورۃ الانبیاء: 7۔
9۔ الترغیب والترہیب: جلد اول، ص 60، دار الکتب العلمیہ بیروت: الطبعہ: 1996۔
10۔ محمد بن احمد الغزالی: احیاء العلوم: جلد اول، ص 11 الدار البیضاء۔
11۔ ایضاً۔
12۔ ایضاً، جلد اول، ص 12۔
13۔ غوث الاعظم عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، سر الاسرار، ص: 78 غوثیہ کتب خانہ لاہور، 1418ھ۔
14۔ سورۃ یونس: 62۔
15۔ سورۃ آل عمران: 104۔
16۔ سورۃ البقرۃ: 151۔

Marfat.com

17۔ Confessions of a British spy: M siddik Gumus: published by raza Academy, 16,Carmichael Stree, Edgeley, England.

18۔ (i) الامام القشیری، الرسالۃ القشیریۃ: ص306، داراحیاء التراث العربی، بیروت سن 1998ء

(ii) ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع الترمذی: ص706، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الاولیٰ 1999ء۔

19۔ (i) محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان: ص12، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الثانیہ 1999

(ii) مسلم بن حجاج القشیری، صحیح المسلم، کتاب الایمان: ص25، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریض، الطبعۃ الاولیٰ: 1998ء۔

20۔ سورۃ الذاریات: 56۔

21۔ حضرت امام ابوالحسن علی بن عثمان جلابی ہجویری، کشف المحجوب: ص14,13، انتشاراتِ مرکزِ تحقیقاتِ فارسی، ایران و پاکستان، اسلام آباد 1995ء۔

22۔ فرہنگِ عمید: جلد اول، موسسہ انتشاراتِ امیر کبیر، تہران، 1379ھ

23۔ ایضاً: جلد دوم۔

24۔ کشف المحجوب: ص17۔

25۔ ایضاً، ص13۔

26۔ ایضاً، ص14۔

27۔ ایضاً، ص288۔

28۔ ایضاً، ص3۔

29۔ ایضاً، ص3۔

30۔ ایضاً، ص289-290۔

31۔ ایضاً، ص288۔

32۔ ایضاً، ص292-293۔

33۔ ایضاً، ص306۔

34۔ ایضاً، ص307۔

35 ایضاً، ص38۔

36۔ ایضاً، ص52۔

37۔ ایضاً، ص53۔

38۔ ایضاً، ص487۔

39۔ ایضاً، ص484-485۔

40۔ سورۃ الاحزاب: 45، سورۃ الفتح: 8، سورۃ البقرہ: 143

41۔ کشف المحجوب: ص3-5۔

42۔ ایضاً، ص3-9۔

43۔ ایضاً، ص49۔

44۔ ایضاً، ص51-52۔

Marfat.com

45۔ ایضاً،ص52۔

46۔ ایضاً،ص52۔

47۔ ایضاً،ص53۔

48۔ ایضاً،ص32۔

49۔ ایضاً،ص265-267۔

50۔ ایضاً،ص387۔

51۔ ایضاً،ص58۔

52۔ ایضاً،ص269۔

53۔ ایضاً،ص273-275۔

54۔ ایضاً،ص64-68۔

55۔ ایضاً،ص70۔

56۔ ایضاً،ص285۔

57۔ ایضاً،ص259-263۔

58۔ ایضاً،ص375-376۔

59۔ ایضاً،ص345۔

Marfat.com

کشف المحجوب اور ردِّ بدعات

☆ علامہ محمد صدیق ہزاروی

اللہ تعالیٰ نے انسانی ہدایت کیلئے اپنے فضل و کرم سے انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور اس سلسلے کی آخری کڑی امام الانبیاء، سیّد المرسلین، حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ والا صفات کو قرار دے کر آپ کو ختمِ نبوّت کے تاج سے سرفراز فرمایا۔ بنابریں آپ کے منصبِ جلیل کی تمام ذمہ داریوں کو امت کے صلحاء کی طرف منتقل فرمادیا۔ یہ صلحاء وہ علمائے دین ہیں جو علم و فضل کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ کے زیور سے مرصّع ہوتے ہیں یا یوں کہہ لیجئے کہ یہ لوگ ان زاہدینِ امت پر مشتمل جماعت ہے جو علم کی دولت سے بھی مالا مال ہوتے ہیں۔ خواہ وہ علم وہبی ہو یا کسبی۔

منصبِ نبوّت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے آیت ذیل میں تین امور کا ذکر فرمایا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ (1)

”وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں، انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔“

رسول اکرم ﷺ نے قرآنِ مجید کی تلاوت فرما کر اسے پڑھنے کا طریقہ بھی بتایا، ان لوگوں کے دلوں کو بُرے اخلاق کی آلائشوں، جاہ پرستی اور محبتِ دنیا کی نجاست سے پاک بھی فرمایا اور کتاب و حکمت کی تعلیم بھی مرحمت فرمائی۔

رسولِ اکرم ﷺ کے وصال اور ظاہری دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد یہ اہم ذمہ داری ان نفوسِ قدسیہ کو سونپ دی گئی جو ایک طرف علمی دنیا کے چراغ ہیں تو دوسری جانب زہد و تقویٰ کے آفتاب و ماہتاب ہیں۔ نہ وہ جہالت کی وادیوں میں بھٹکتے ہیں اور نہ ہی بدعملی کے دلدل کے قریب جاتے ہیں۔ گویا یہ لوگ اعمال

☆ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔

Marfat.com

صالحہ کے مرقع علمائے دین ہیں۔

البتہ فرق یہ ہے کہ جہاں تزکیہ وتطہیر کا عمل غالب ہوا اور علمی گتھیاں سلجھانے کی طرف توجہ زیادہ نہ ہوئی وہاں یہ لوگ اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ اور صوفیائے عظام رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم لقب سے ملقب ومعروف ہوئے اور جہاں کتاب وسنت کی روشنی میں علوم دینیہ کے بحرِ بے کنار کی شناوری اور صحرا نوردی غالب آئی وہاں وہ علمائے کرام کے نام سے زبانِ زدِ خلق ہوئے۔

اسی بنیاد پر سیّد الاولیاء مخدومِ امم سیّد ہجویر حضرت علی بن عثمان المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ علومِ دینیہ میں ایک ارفع واعلیٰ مقام کے حامل ہونے کے باوجود صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کی صفوں میں شامل ہوئے پھر آپؒ نے اگرچہ علمِ دین کی اشاعت وتبلیغ کو بھی اپنا فرضِ منصبی سمجھا لیکن زیادہ تر توجہ تزکیہ وتطہیرِ قلوب کی طرف رہی۔

صلحائے امت چاہے صوفیاء کے زمرے میں شامل ہوں یا علمائے دین کے گروہ میں شمار ہوں، ان کا عمل اور وعظ وتبلیغ تعلیماتِ نبوی ﷺ کے رنگ میں رنگا ہوا ہوتا ہے اور وہ اس سے سرِ مُو انحراف نہیں کرتے اس لیے حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ نے اسی اندازِ تربیت وتبلیغ کو اپنایا۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو واضح الفاظ میں اپنی اور اپنے مقربین صحابہ کرام کی سنت اپنانے اور بدعات سے اجتناب کی تعلیم دی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"او صیکم بتقوی اللہ عز وجل و السمع و الطاعة و ان کان عبدا حبشیا فانہ من یعش منکم بعدی فیریٰ اختلافا کثیراً فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ و ایاکم و محدثات الامور فان کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة۔ (2)

''میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور (حکمرانوں کی بات) سننے اور ماننے کی نصیحت کرتا ہوں اگرچہ وہ (حکمران) حبشی غلام ہو (بشرطیکہ خلاف شریعت حکم نہ دے) بے شک تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ پس (اس وقت) تم پر میری سنت اور میرے ان خلفاء کی سنت اختیار کرنا لازم ہے جو رشد وہدایت کے زیور سے آراستہ ہیں اس سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور نئے امور سے بچنا کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر (بُری) بدعت گمراہی ہے۔''

رسول اکرم ﷺ نے اس حدیث میں جہاں دیگر باتوں کا حکم دیا وہاں تقویٰ کی راہ اختیار کرنے،

Marfat.com

سنت پر عمل پیرا ہونے اور بدعات سے اجتناب کا خاص طور پر حکم دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر تقویٰ حاصل ہو جائے تو انسان سنتِ رسول ﷺ کو اپنی زندگی کا مطمح نظر بناتا ہے اور بدعات سے اجتناب کی راہ اختیار کرتا ہے، سنت اور بدعت کا صحیح مفہوم تلاش کرنے اور اسی کو پیش نظر رکھنے کی کوشش بھی کرتا ہے ورنہ تقویٰ سے خالی انسان اللہ تعالیٰ کے خوف سے بے نیازی کی وجہ سے ہر اصطلاح کی من مانی تاویل کرتا ہے اور یوں اس کی یہ ہوس اور خواہشات کی اتباع بے شمار خرابیوں کو جنم دیتی ہیں۔

چونکہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ایک ولی کامل ہیں اور ولی کے لئے ایمان وتقویٰ دونوں باتیں ضروری ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَـاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۔(3)

''سنو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے دوست (اولیاء کرام) ہر خوف وغم سے بے نیاز ہیں اور یہ لوگ وہ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔''

لہٰذا حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے سنتِ رسول اور بدعات کی صحیح تعبیر ومفہوم کو سامنے رکھا اور خلقِ خدا کو رسول اکرم ﷺ کا یہ پیغام سنایا آپ کا وعظ وتبلیغ بالخصوص آپ کی معروف زمانہ تصنیف ''کشف المحجوب'' اسی رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ پیوند لگے کپڑوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''واضح رہے کہ پیوند لگے کپڑے پہننا صوفیا کا شعار اور سنت نبوی ﷺ ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

"علیکم بلباس الصوف تجدون حلاوۃ الایمان فی قلوبکم"

''تم پر اونی لباس لازم ہے اس سے تم اپنے دلوں میں ایمان کی مٹھاس پاؤ گے۔''(4)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اُونی لباس پہننے کی ایک وجہ صوفیاء کا شعار اور دوسری وجہ سنت نبوی ﷺ کو بتایا اور یہ بات واضح ہے کہ صوفیاء کرام بھی سنت نبوی ﷺ سمجھ کر اونی لباس پہنتے تھے۔''

اس قول میں آپ نے سنت رسول ﷺ کی پیروی کی طرف توجہ دلائی اور دوسرے مقام پر بدعت کا نہایت شدید الفاظ میں ردّ فرما رہے ہیں جب آپ کے دور میں صوفیائے کرام اونی لباس کم پہننے لگے تو آپ نے اس کی وجوہات ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''اس دور میں پشم کا لباس کم پہننے کی دو وجوہات ہیں ایک یہ کہ پشم مشکوک ہو گئی ہے اور وہ

اس طرح کہ جانور چوری چکاری اور لوٹ مار میں ایک جگہ سے دوسری جگہ آتے رہتے ہیں۔
دوسرے یہ کہ بدعتیوں کی ایک جماعت نے بھی اونی لباس پہننا شروع کر دیا اور اہلِ بدعت کی مخالفت ضروری ہے چاہے اس سے خلافِ سنّت کیوں نہ ہو رہا ہے۔'' (5)

آپ نے بدعت کے خلاف اتنا سخت ردِّ عمل ظاہر فرمایا کہ اُونی لباس کم پہننے کی ایک وجہ اہلِ بدعت کی مخالفت قرار دیا حالانکہ اُونی لباس پہننا بدعت نہ تھا لیکن آپ نے اہلِ بدعت کے اعمال (جو فرض یا سنّت مؤکدہ کے درجہ میں نہ ہوں) سے بھی اجتناب کرنے کی تلقین کی حتّٰی کہ فرمایا اگرچہ اس صورت میں خلافِ سنّت بھی ہو رہا ہو لیکن اہلِ بدعت کی مخالفت ضروری ہے ورنہ اہلِ بدعت کی حوصلہ افزائی ہو گی اور بدعات کا دروازہ کھل جائے گا۔

اس سے پہلے کہ ''کشف المحجوب'' کی ورق گردانی کر کے بدعات کے خلاف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے اقوالِ زرّیں کو منظر عام پر لایا جائے، سنّت و بدعت کا صحیح مفہوم پیش نظر رکھنا ضروری ہے اس لئے اولاً سنت و بدعت کا صحیح مفہوم ہدیۂ قارئین ہے۔

سنت کا لغوی معنیٰ ''طریقہ'' ہے اور اصطلاح میں رسول اکرم ﷺ کا وہ عمل جو امت پر واجب نہ ہو سنت کہلاتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وسنت بمعنی سیرت و طریقۂ مسلوکہ در دین آمدہ و بمعنی آنچہ
مواظبت کردہ بر آن حضرت پیغمبر ﷺ بے وجوب۔ (6)

سنّت، سیرت اور اس طریقہ کے معنیٰ میں ہے جس پر لوگ دین کے حوالے سے چلتے ہیں اور یہ کہ رسول اکرم ﷺ نے وہ کام ہمیشہ کیا ہو لیکن واجب نہ ہو۔

اسی طرح رسول اکرم ﷺ کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا عمل بھی سنّت ہے جیسا کہ پہلے حدیث میں گزر چکا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی سنت کو آئینی حیثیت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا اٰتٰاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (7)

''اور رسول اکرم ﷺ تمہیں جس بات کا حکم دیں اسے بجا لاؤ اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔''

گویا رسول اکرم ﷺ کے امر و نہی پر عمل کرنا لازمی ہے لیکن بعض ایسے امور ہیں جن کے بارے میں آپ نے حکم دیا نہ منع فرمایا تو وہ امور اگر آپ کی تعلیمات اور سنّت کے خلاف نہ ہوں تو سنّت کے زمرے

Marfat.com

میں شمار ہوں گے ورنہ بدعت کہلائیں گے۔

بدعت کے بارے میں امام علامہ ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی المصری لکھتے ہیں:

بَدَعَ........ بدع الشئی یبدعه بدعاً و ابتدعه۔ انشأه و بدأه۔

''بدع اور ابتدع کا معنیٰ کسی چیز کو وجود میں لانا اور اس کا آغاز کرنا ہے۔''

وہ مزید لکھتے ہیں:

البدع الشئی الذی یکون اولاً۔

''وہ چیز جو پہلی مرتبہ وجود میں آئی ہو۔''

اس پر وہ قرآن مجید سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفی التنزیل "قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ" (8)

''آپ فرمادیں میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں۔''

ای ما کنت اول من المرسل قد ارسل قبلی رسل کثیر۔

''میں پہلا رسول نہیں ہوں مجھ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے گئے ہیں۔''

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:

البدعة .... الحدث و ما ابتدع من الدین بعدالاکمال

''بدعت دین میں ایسا نیا کام جو اس کی تکمیل کے بعد پیدا ہوا ہو۔''

ابن السکیت نے کہا:

البدعة کل محدثة...... "بدعت ہر نئے کام کو کہتے ہیں۔''

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قیام رمضان (باجماعت تراویح) کے بارے میں فرمایا:

نعمت البدعة هذه...... "یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔'' (9)

بدعت کے حوالے سے اب تک جو کچھ کہا گیا اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بدعت صرف اور صرف نو پید کام کو کہتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ وہ کام اچھا ہے یا برا؟

چونکہ رسول اکرم ﷺ یا خلفاء راشدین کے سنہری دور کے بعد جاری ہونے والے کام اچھے بھی ہو سکتے ہیں اور برے بھی، اس لیے علمائے کرام نے بدعت کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے:۔

چنانچہ ابن الاثیر نے فرمایا:

البدعة بدعتان بدعة هدى وبدعة ضلال فما كان فى خلاف ما امر الله به ورسوله ﷺ فهو فى حيز الذم والانكار وما كان واقعا تحت عموم ماندب الله اليه وحض عليه او رسوله فهو فى حيز المدح وما لم يكن له مثال موجود كنوع من الجود والسخاء وفعل المعروف فهو من الافعال المحمودة ولا يجوز ان يكون ذلك فى خلاف ما ورد به الشرع لان النبى ﷺ قد جعل له فى ذلك ثواباً۔

''بدعت کی دو قسمیں ہیں: 1۔ بدعتِ ہدایت 2۔ بدعتِ ضلال (گمراہی) پس جو (نیا کام) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف ہو وہ قابلِ مذمت ہے اور جو نیا کام ان امور کے عموم کے تحت ہو جن کی طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے دعوت دی اور ان کی ترغیب دی وہ (بدعت) قابل تعریف ہے اور جس کیلئے کوئی مثال موجود نہ ہو جس طرح کسی قسم کی سخاوت یا اچھا کام تو وہ بھی (نیا ہونے کے باوجود) قابلِ تعریف افعال میں سے ہے اور یہ عمل خلاف شریعت نہیں ہوسکتا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس پر ثواب کا ذکر فرمایا ہے۔'' (10)

اس سلسلے میں انہوں نے معروف حدیث نقل کی ہے جس میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من سن فى الاسلام سنة حسنة فعمل به بعده كتب له مثل اجر من عمل بها ولا ينقص من اجورهم شئى ومن سن فى الاسلام سنة سيئة فعمل بها بعده كتب عليه مثل وزر من عمل بها ولا ينقص من اوزارهم شئى۔ (11)

''جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھا کام جاری کیا پس اس پر عمل کیا گیا تو اس کیلئے عمل کرنے والے کا اجر ہے اور جو لوگ اس پر عمل کریں گے، خود ان کے اجر سے بھی کم نہ ہوگا اور جو شخص اسلام میں کوئی برا کام جاری کرے اور اس پر عمل کیا جائے اس پر عمل پیرا ہونے والوں کے گناہ کی مثل گناہ ہے ہے جبکہ خود ان کے گناہ میں بھی کمی نہ ہوگی۔

اس بات کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں سرکار دو عالم ﷺ نے واضح الفاظ میں بدعت کی تقسیم فرمائی ہے آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

Marfat.com

ومن ابتدع بدعة ضلالة لایرضاها الله ورسولهٗ كان علیه من الاثم مثل اثام من عمل بها لا ینقص ذلك من اوزار الناس شیئا۔ (12)

''جو شخص گمراہی والی بدعت جاری کرے جس پر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ راضی نہ ہوں تو اس شخص پر ان لوگوں کے گناہ کے مثل گناہ ہوگا جو اس (بدعت) پر عمل کریں گے اور لوگوں کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔''

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے جہاں اس بات کو واضح فرمایا کہ ہر بدعت "بدعت ضلالة" نہیں ہوتی وہاں "بدعة ضلالة" کا مفہوم بھی واضح کیا کہ ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کو پسند نہ ہو وہ بدعتِ ضلالہ ہے گویا جو کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند ہو اگر چہ وہ رسول اکرم ﷺ کی سنت کے طور پر جاری نہ ہوا، وہ اس اعتبار سے تو بدعت ہوگا کہ نیا کام ہے لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند ہونے کی وجہ سے وہ "بدعتِ حسنہ" ہے۔

چنانچہ ابن الاثیر اس بات کا جواب دیتے ہوئے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قیامِ رمضان کو بدعت کیوں قرار دیا، فرماتے ہیں۔

ومن هذا النوع قول عمر رضی الله عنه "نعمت البدعة هذهٖ" لما كانت من افعال الخیر و داخلة فی حیز المدح سماها بدعة ومدحها لان النبی ﷺ لم یسنها لهم وانما صلاها لیالی ثم تركها ولم یحافظ علیها ولا جمع الناس لها ولا كانت فی زمن ابی بكر وانما عمر جمع الناس علیها وندبهم الیها فبهذا هذا سماها بدعة وهی علی الحقیقة سنة لقوله علیه السلام علیكم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی۔ (13)

''اس نوع سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے "نعمت البدعة هذهٖ" (یہ کتنی اچھی بدعت ہے) جب یہ اچھے کاموں میں سے ہے اور مدح کے مقام میں داخل ہے تو اس کو بدعت کہہ کر اس کی تعریف بھی فرمائی کیوں کہ حضور علیہ السلام نے اس کو بطورِ سنّت جاری نہیں فرمایا آپ ﷺ نے چند راتیں یہ نماز پڑھی پھر اسے چھوڑ دیا اور اس کی محافظت نہیں کی اور نہ ہی اس کیلئے لوگوں کو جمع کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی اسی طرح ہوا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے لوگوں کو جمع کیا اور ان کو دعوت دی اس بنیاد پر اسے بدعت کہا گیا در حقیقت یہ سنّت ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا تم پر میری اور میرے بعد میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے۔

Marfat.com

یہاں ایک شبہ کا ازالہ ضروری ہے وہ یہ کہ رسول اکرم ﷺ نے خلفاء راشدین کے طریقہ کو سنت قرار دیا لہٰذا ان کا جاری کردہ طریقہ بدعت نہیں ہوگا جبکہ دوسرے لوگوں کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔

تو اس کے دو جواب ہیں۔ایک یہ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خود اس عمل کو بدعت سے تعبیر کیا۔گویا نیا ہونے کی وجہ سے بدعت ہے حقیقت میں سنت ہے اور دوسرا یہ کہ حدیث شریف میں "من سن فی الاسلام (الخ)۔فرمایا (حدیث پہلے گذر چکی ہے) تو اس میں لفظ "مَنْ" فرما کر عموم کی طرف اشارہ کیا گویا جو بھی اسلام میں اچھا کام جاری کرے وہ اجر وثواب کا مستحق ہے چاہے وہ کوئی بھی ہو اور کسی بھی زمانے سے تعلق رکھتا ہو۔

ایک دوسری حدیث شریف سے بھی بدعت کی اس تقسیم کی طرف اشارہ ملتا ہے۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو ردٌ **(14)**

''جس شخص نے اسلام میں ایسا کام جاری کیا جس کو دین کی سند حاصل نہ ہو وہ مردود ہے۔''

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والمعنی ان من احدث فی الاسلام رایا لم یکن له من الکتاب و السنة سند ظاھر او خفی ملفوظ اور مستنبط فھو مردود۔ **(15)**

''جس نے اسلام میں ایسی رائے ظاہر کی جسے کتاب وسنت سے ظاہری یا خفی، لفظی یا اجتہادی سند حاصل نہ ہو وہ مردود ہے۔''

وہ مزید لکھتے ہیں:

وفی قوله ما لیس منه اشارة الی ان احداث مالا ینازع الکتاب والسنة لیس بمذموم۔ **(16)**

''اور نبی اکرم ﷺ کے قول "مالیس منه" میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس عمل کا جاری کرنا جو کتاب وسنت سے ٹکراتا نہ ہو، مذموم نہیں۔''

یہ بات واضح ہے کہ جب حدیث میں خود رسول اکرم ﷺ کی طرف سے بدعتِ مذمومہ کو بدعتِ ضلالہ سے مقید کیا گیا تو جس حدیث میں "کل بدعة ضلالة" فرمایا گیا ہے، وہاں بدعت سیئہ مراد ہے مطلق بدعت کو گمراہی قرار نہیں دیا گیا۔

ابن منظور افریقی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

وعلی هذا التاویل عمل الحدیث الآخر "کل محدثة بدعة" انما یرید ما خالف اصول الشریعة ولم یوافق السنة واکثر ما یستعمل المبتدع عرفا فی الذم۔

اس تاویل کی بنیاد پر (کہ جو عمل خلافِ سنت ہے وہ بدعتِ مذمومہ ہے) دوسری حدیث جس میں "کل محدثة بدعة" فرمایا گیا کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ اس سے مراد وہ نیا عمل ہے جو اصولِ شریعت کے خلاف ہو اور سنت کے موافق نہ ہو اور عرف میں عام طور پر بدعت کا استعمال قابلِ مذمت امور کیلئے ہوتا ہے۔" (17)

درحقیقت اسلام ایک عالم گیر اور ہر دور کیلئے قابلِ عمل دین ہے اور جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا اور مادی اعتبار سے ترقی کرتا جائے گا تو اسلامی تہذیب کی روح برقرار رہتے ہوئے طور طریقے بدلتے جائیں گے تو اس صورت میں یہ دیکھنا ہوگا کہ دین کے حوالے سے جو نیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ اصولِ شریعت کے خلاف تو نہیں اگر وہ دین کے خلاف ہوگا تو واقعی بدعت اور قابلِ مذمت ہوگا اور اگر خلافِ شریعت نہ ہو، قرآن وسنت سے ٹکراتا نہ ہو تو وہ عمل نیا ہونے کے باوجود سنت کے زمرے میں آئے گا اسی بنیاد پر علمائے کرام نے بدعت کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شیخ عزالدین بن عبدالسلام کی کتاب "القواعد البدعة" کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ بدعت کی درج ذیل اقسام ہیں:۔

1۔ **بدعتِ واجبہ**...... جیسے علم نحو کی تعلیم حاصل کرنا تا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام (قرآن وسنت) کو سمجھا جا سکے۔ نیز اصولِ فقہ کی تدوین اور راویوں کی چھان پھٹک کیلئے جرح و تعدیل کے اصول کی تدوین............

2۔ **بدعتِ محرّمہ** (حرام بدعت)...... جس طرح جبریہ، مرجیہ، قدریہ، مجسمہ (18) وغیرہ کا مذہب، جبکہ ان لوگوں کا رد، بدعتِ واجبہ ہے کیونکہ ان بدعات سے شریعت کی حفاظت فرض کفایہ ہے۔

3۔ **بدعتِ مندوبہ** (مستحب بدعت)...... سرائے اور مدارس وغیرہ اور ہر وہ اچھا عمل جو پہلے دور میں نہ تھا جیسے تراویح کی جماعت اور صوفیاء کا دقیق کلام میں گفتگو کرنا۔

4۔ **بدعتِ مکروھہ**...... جیسے مساجد کی زیب وزینت اور قرآن مجید کی اچھی طباعت وغیرہ۔

نوٹ: یہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک مکروہ اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک مباح ہے۔

Marfat.com

5۔ **بدعتِ مباحہ**............صبح اور عصر کی نماز کے بعد نمازیوں کا باہم مصافحہ کرنا، اچھے اچھے کھانے کھانا اور مشروبات نوش کرنا۔ (19)

ہم نے بدعت کی بحث کو قدرے تفصیل سے اس لئے ذکر کیا تا کہ بدعت کا صحیح مفہوم پیش نظر رہے اور اس کے پس منظر میں احادیث مبارکہ کو دیکھا جائے۔

بدعت سے متعلق درج بالا گفتگو کو ذہن نشین کرنے کے بعد یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ صوفیاء کرام نے بدعات کا رد کرتے ہوئے اسی ضابطے کو سامنے رکھا اور جو امور قرآن وسنت کے خلاف پائے ان کا ردّ بلیغ فرمایا۔

حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ علیہ نے بدعات کے ردّ میں درج ذیل دو طریقے اختیار کیے ہیں:

1۔ مختلف امور میں سنت طریقہ بیان کرنے پر اکتفا کیا اور اس کی ضد کا ذکر نہیں کیا کیوں کہ "تعرف الاشیاء باضدادھا" کے تحت جب یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں کام میں سنت طریقہ یہ ہے تو خلافِ سنت (بدعت مذمومہ) کی بھی پہچان خود بخود ہو جاتی ہے۔

2۔ براہِ راست ان خرابیوں کا ذکر کر کے ان کا رد کیا جو قولاً یا فعلاً بدعات کے زمرے میں آتی ہیں۔ مثلاً جب وہ فرماتے ہیں:

''ذاتِ الٰہی کے علم کا منشا یہ ہے کہ عاقل و بالغ یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ازل سے موجود ہے اس کی ذات غیر محدود ہے اس کے لیے کوئی مکان ہے اور نہ جہت''۔ (20)

تو اس میں وہ مجسمہ فرقے کا رد کرتے ہیں جن کا عقیدہ اس بدعت کا شکار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے معاذ اللہ جسم اور اس کے تقاضے جہت وغیرہ ثابت ہیں۔

اسی طرح وہ معتزلہ اور دیگر فرقوں کے عقائد میں در آنے والی بدعات کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الف)۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم یہ ہے کہ انسان صدقِ دل سے یہ سمجھے کہ صفاتِ الٰہی جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں نہ وہ عین ذات ہیں نہ اس کی ذات کا جزو ہیں، یہ صفات اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں اور اس کی ذات خود بخود قائم ہے۔ (21)

اس عبارت کے ذریعے انہوں نے نصاریٰ کا رد کیا کیوں کہ جب صفاتِ باری تعالیٰ اس کی ذات کا غیر نہیں تو غیر کا قدیم ہونا لازم نہیں آئے گا اور نہ ہی قدیم کی کثرت لازم آئے گی جبکہ نصاریٰ ''اقانیمِ ثلثہ''

Marfat.com

یعنی وجود، علم اور حیات کو ثابت کر کے ان کا نام ''اب'' (باپ)، ''ابن'' (بیٹا) اور ''روح القدس'' (جبریل امین) رکھتے ہیں۔ (22)

اسی طرح حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ نے معتزلہ اور فلاسفہ کا رد کیا کیونکہ معتزلہ اور فلاسفہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرتے ہیں اور فرقۂ کرامیہ کا رد کیا (23) کیوں کہ وہ صفاتِ باری تعالیٰ کے قدیم ہونے کی نفی کرتے ہیں۔ (24)

ب۔ وہ فرماتے ہیں:

''اس (اللہ) کے افعال کے اثبات کا علم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق اور اس کے افعال کا خالق ہے۔'' (25)

اس عبارت میں وہ معتزلہ کی اس بدعت کا رد فرماتے ہیں کہ مخلوق اپنے افعال کی خود خالق ہے جبکہ اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ وہ ہے جسے حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا اور عقائد کی کتابوں میں ذکر کیا گیا کہ بندہ اپنے افعال کا کاسِب ہے اس کا اور اسکے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ (26)

سوفسطائیہ حقائقِ اشیاء کا انکار کرتے ہیں اور اس سلسلے میں ان کے تین گروہ ہیں۔

1۔ عنادیہ۔ یہ فرقہ حقائقِ اشیاء کا انکار کرتا اور اسے وہم اور خیالاتِ باطلہ خیال کرتا ہے۔

2۔ عندیہ۔ یہ فرقہ حقائقِ اشیاء کو ثابت نہیں مانتا بلکہ ان کو اعتقاد کے تابع خیال کرتا ہے حتیٰ کہ اگر ہم کسی چیز کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ جوہر ہے تو وہ جوہر ہی ہوگا۔

3۔ لاادریہ۔ یہ فرقہ شکوک وشبہات کا شکار ہے (27)۔

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ نے ان کے بدعات پر مبنی عقائد کا رد فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:

''واضح رہے کہ سوفسطائیہ کے نام سے ملحدین کا ایک گروہ ہے اس کا خیال ہے کہ ہمیں چیزوں کا صحیح علم ہونا محال ہے ان کے نزدیک علم بالذات کوئی چیز نہیں۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ تمہارا یہ کہنا کہ کسی چیز کا علم حاصل نہیں ہوسکتا یہ بات صحیح ہے یا غلط؟ اگر ان کا جواب ہو کہ صحیح ہے تو علم خود بخود ثابت ہوگیا اور اگر وہ کہیں کہ غلط ہے تو غلط بات کو بحث ومناظرہ کی بنیاد بنانا ہی درست نہیں۔ (28)

اہلِ علم جس دولت سے مالا مال ہیں وہ تواضع اور عجز کی راہ دکھاتی ہے لیکن جب اہلِ علم میں غرور پیدا ہو جائے تو یہ انداز سنتِ رسول ﷺ کی اتباع نہیں بلکہ بدعت ہے۔ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ ایسے لوگوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مجھے ایک ایسے علم کے دعویدار سے واسطہ پڑا جس نے غرورِ نفس کا نام عزتِ علم، نفسانی متابعت کا نام سنتِ رسول ﷺ اور شیطان کی موافقت کا نام سیرتِ آئمہ رکھ لیا تھا۔ دوران گفتگو اس نے کہا کہ ملحدوں کے بارہ گروہ ہیں اوران میں سے ایک اہلِ تصوّف میں ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اگر ایک گروہ اہلِ تصوف میں ہے تو باقی گیارہ تم لوگوں میں سے ہیں، صوفیاء اس ایک گروہ سے اپنے آپ کو بچالیں گے تم لوگ اپنی فکر کرو۔'' (29)

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے الزامی جواب دے کر اس مغرور عالم کا سر جھکا دیا۔ دراصل آپ نے یہ بتایا کہ سنتِ رسول ﷺ کے مطابق علم اور تصوف دو الگ الگ چیزیں نہیں اور صوفی و عالم میں فرق نہیں ہوگا۔ طریقت وشریعت میں چولی دامن کا ساتھ ہے لہٰذا یہ فکر کہ تصوف کے نام پر علماء کی مخالفت کی جائے اور علم کے نام پر صوفیاء کا رڈ کیا جائے بدعت پرمبنی عقیدہ ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے غافل علماء، مکار فقراء اور جاہل صوفیاء کا شدید رڈ کر کے دراصل ان بدعات کا رڈ کیا جو ان لوگوں کے عمل میں داخل ہوئیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''غافل علماء وہ ہیں جنہوں نے اپنے دل کا قبلہ دنیا کو بنا رکھا ہے، شریعت میں رخصتوں اور آسانیوں کی تلاش میں رہتے ہیں، بادشاہوں کے حواری و پجاری ہیں اور ان کی سرکار و دربار کے طواف کو وظیفۂ حیات سمجھتے ہیں، مخلوق میں جاہ و مرتبہ ان کے نزدیک معراج ہے، فخر و غرور کی بدولت اپنی چالاکی اور عیاری پر فخر کرتے ہیں، زبان و بیان میں تکلّف و بناوٹ سے کام لیتے ہیں۔'' (30)

آگے چل کر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی وضاحت یوں فرماتے ہیں کہ :

''علماء کرام کا یہ طریقہ علم کی عظمت وشان کے منافی ہے۔''

آپ'' فرماتے ہیں:

''الغرض یہ ساری باتیں علم کے دائرے سے باہر ہیں، علم تو ایسی نعمت ہے جس سے اس قسم کی تمام جاہلانہ باتیں خودبخود ختم ہو جاتی ہیں۔'' (31)

گویا آپ نے واضح کیا کہ علماء کا یہ اندازِ فکر اور یہ وطیرہ ایک بدعت ہے۔ جو رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

اسی طرح حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فقیری کے روپ میں منافقت سے کام لینے والے بدعتی پیروں کی مذمّت کرتے ہیں اور اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

Marfat.com

''مکار فقیر وہ ہیں کہ اگر کوئی شخص ان کی مرضی کے مطابق کام کرے، چاہے وہ کام غلط ہی کیوں نہ ہوتو وہ اس کی تعریف کرتے ہیں اور اگر وہ کام ان کی منشاء کے خلاف ہو، چاہے وہ اپنی جگہ حق و صداقت پر مبنی کیوں نہ ہو تو اس کی مذمت و برائی کرتے ہیں۔ جاہ و مرتبے کی صورت میں یہ لوگ اپنی کارگزاری کا صلہ چاہتے ہیں اور بُرے کاموں پر بھی منافقت سے کام لیتے ہیں۔''(32)

فقر کے نام پر بدعات کے مرتکبین کا جو نقشہ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ نے پیش کیا، یقیناً یہ طریقہ سنتِ نبوی ﷺ کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعت ہے۔ کیونکہ سنت یہ ہے کہ حق بات کہی جائے چاہے وہ انسان کی مرضی کے مطابق ہو یا اس کے خلاف؟ چنانچہ سرکارِ دو عالم ﷺ نجات دینے والے تین امور کا ذکر کرتے ہوئے ہر حالت میں حق بات کہنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ثلث منجيات و ثلاث مهلكات فاما المنجيات فتقوى الله فى السر و العلانية والقول بالحق فى الرضا و السخط و القصد فى الغنى و الفقر و اما المهلكات فهوى متبع وشح مطاع و اعجاب المرء بنفسه وهى اشد هن۔" (33)

''تین کام نجات دینے والے اور تین باتیں ہلاکت خیز ہیں۔ نجات دینے والے کام یہ ہیں: خلوت و جلوت (ہر حال) میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، خوشی اور ناخوشی (دونوں صورتوں) میں سچی بات کہنا، مالداری اور فقر میں اعتدال کی راہ اختیار کرنا۔ ہلاکت خیز باتیں یہ ہیں: ایسی خواہش جو انسان کو اپنے پیچھے لگا لے، ایسا لالچ جس کی اطاعت کی جائے اور انسان کا اپنی ذات پر تکبر کرنا اور یہ سب سے زیادہ سخت ہے۔''

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ نے تصوف میں داخل ہونے والی بدعات کی نشاندہی کی طرف خاص توجہ دی ہے۔

چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جاہل صوفی وہ ہے جس نے کسی شیخ کی صحبت حاصل نہ کی ہو اور اسے کسی پیر سے ادب سیکھنے کا موقعہ نہ ملا ہو نہ اس زمانے کے نشیب و فراز کا تجربہ حاصل کیا ہو، یونہی سبز لباس پہن کر اپنے آپ کو صوفیاء میں گنوانے لگا ہو۔(34)

اسی طرح آپ نے اہلِ تصوف کی تین اقسام (صوفی، متصوف، مستصوف) بیان کرنے کے بعد ان لوگوں کی مذمت کی جو سنت طریقے پر راہِ صفا اختیار نہیں کرتے بلکہ انہوں نے اس عظیم منصب کو بدعات کی گندگی سے ملوث کر رکھا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

'' متصوف (خودساختہ صوفی) وہ ہے جو دنیوی مال ومتاع کے حصول اور جاہ ومرتبہ کے لالچ میں صوفیاء کی نقالی کررہا ہو اسے نہ تو مندرجہ بالا دوگروہوں (صوفی اور متصوف) سے کوئی تعلق ہوتا ہے اور نہ ہی اسے طریقت کے بارے میں کوئی ادنیٰ سی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔مشائخ کرام رحمہم اللہ نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے:

المستصوف عند الصوفية كالذباب و عند غير هم كالذئب۔

'' متصوف،صوفیاء کے نزدیک مکھی کی مثل ہے اور غیر صوفیا (عوام) کیلئے بھیڑیا ہے۔''

صوفیاء متصوف کو مکھی سے اس لئے تشبیہہ دیتے ہیں کہ یہ لوگ صوفیاء کی نقالی ہوا وہوس کی خاطر کرتے ہیں اور عوام کے لیے اس لئے بھیڑیئے ہیں کہ بھیڑیئے کا کام بھی چیرنا پھاڑنا اور مردار کھانا ہے۔''(35)

درج بالا گفتگو سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ نے علماء،فقراء اور صوفیاء کی اصلاح کی طرف زیادہ توجہ دی اور ان کی فکر اور عمل میں پائے جانے والی بدعات کا ردّ بلیغ فرمایا۔

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہی وہ طبقات ہیں جو قوم کے مقتداء اور پیشوا ہیں اور ان کا عمل عوام الناس کے لیے دلیل وحجت بنتا ہے۔

جب علماء علم کے حوالے سے ،فقراء فقر کی نسبت سے اور صوفیاء تصوف کے نام پر تعلیماتِ نبوی ﷺ کو نظرانداز کرکے جاہ طلبی اور زر پرستی کا شکار ہو جائیں تو یقیناً یہ طریقہ بدعت ہی نہیں بدترین بدعت ہے کیونکہ اس سے عوام الناس کے بھٹکنے کی راہیں کھلتی ہیں۔

تصوف کا بنیادی مقصد قلب ونظر کی تطہیر وتزکیہ ہے اور خرقۂ خلافت کے حصول کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی اس سنت پر عمل پیرا ہو کر خلقِ خدا کی اصلاح کی جائے لیکن جب مقصد محض مریدین کی تعداد بڑھانا ہو تو ظاہر بات ہے کہ یہ طریقہ سنتِ نبوی ﷺ کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعت کے زمرے میں آتا ہے اور حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ نے ایسے لوگوں کی منافقت کا پردہ بھی چاک کیا، تاکہ آنیوالی نسلوں کو بھی علم ہو کہ یہ انداز (جو آج کے دور میں پہلے سے کہیں زیادہ عروج پر ہے) حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ اور اکابر اولیاء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک نہایت قبیح ہے کیونکہ یہ راستہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور قرآن وسنت سے ٹکراتا ہے اس سلسلے میں حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ میں اپنے مرشد کے ہمراہ آذر بائیجان کے علاقہ سے گذر رہا تھا کہ میں نے دیکھا دو

Marfat.com

تین گدڑی پوش فقراء گندم کے ایک کھلیان پر اپنے اپنے خرقے کے دامن پھیلائے کھڑے ہیں تا کہ کاشتکار اس میں گندم ڈال دے مرشد کی نگاہ ان پر پڑی تو پکار اٹھے۔"

أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ۔ (36)

"یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خرید اپس ان کو تجارت نے کوئی نفع نہ دیا اور وہ (تجارت کی) راہ ہی نہیں جانتے تھے۔"

میں نے کہا حضور! یہ لوگ اس مصیبت میں کیوں گرفتار ہوئے؟ اور مخلوق کیلئے باعثِ ذلت بنے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ان کے پیروں کو مرید بڑھانے کا حرص ہے اور انہیں متاعِ دنیا جمع کرنے کی لالچ، اور حرص کوئی بھی ہو دوسری حرص سے بہتر نہیں اور بے حقیقت دعویٰ ہوس پروری نہیں تو اور کیا ہے۔(37)

آج مخدومِ امم حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کے مزارِ پُرانوار اور اس کے گردونواح کا منظر آپ کی تعلیمات کی نفی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ مزارات پر حاضری جو مستحسن عمل تھا، بزرگانِ دین کا تبرک جو اچھی سوچ کے تحت حاصل کیا جاتا تھا، مردوں اور عورتوں کے اختلاط، شکم پروری اور بے شمار خرابیوں کا ذریعہ بن گیا ہے رزق کی بے حرمتی، نماز سے غفلت، روحانی جلا کے حصول سے روگردانی ایسے اخلاقِ بد، زوروں پر ہیں اور سنتِ رسول ﷺ کے فروغ کی آواز دب کر رہ گئی ہے یہ سب بدعات ہیں جن کا حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ نے ردّ فرمایا۔

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ نے مزارات پر حاضری کا طریقہ بتا کر اس فکری بدعت کا بھی قلع قمع کیا جو مسلمانوں کے اس معمول کے خلاف ہے اور مزارات پر حاضری کے آداب بھی سکھائے اور یوں اعتدال کی راہ دکھلائی۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ کے مزار پر حاضری دیتے اور ادب و احترام کے ساتھ بیٹھ کر مراقبہ کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں:

ایک دفعہ میں اپنی عادت کے مطابق حضرت شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر معتکف تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک سفید کبوتر آیا اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے غلاف میں چھپ گیا۔ میں نے سمجھا کہ کسی کا پالتو کبوتر بھاگ کر آیا ہے۔ میں اٹھا اور چادر کے نیچے اِدھر اُدھر دیکھا مگر وہاں کوئی چیز نہ تھی۔ اگلے روز

Marfat.com

میں نے پھر یہی معاملہ دیکھا۔ اس سے اگلے روز پھر یہی واقعہ ہوا۔ میں حیرت میں ڈوب گیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ یہاں تک کہ ایک رات میں نے آپ کو خواب میں دیکھا تو اس واقعہ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا یہ کبوتر ہمارے حال کی صفائی ہے جو اس شکل میں ہر روز ہماری قبر پر ہم نشینی کیلئے آتی ہے۔ (38)

اس واقعہ سے جہاں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضر ہونا اسلاف کا طریقہ ہے اور یقیناً وہ سنتِ نبوی ﷺ کے پیروکار لوگ تھے اور اس کے خلاف فکر، بدعت کے زمرے میں آتی ہے، وہاں یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اولیاء کرام کا اپنے مریدین سے رابطہ اور ان کی مشکلات کا حل قرآن و سنت کے خلاف نہیں لہٰذا اس کے خلاف سوچ بدعت ہے اور حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ نے اس فکری بدعت کا بھی ردّ فرمایا۔

غرضیکہ آپ کی تعلیمات سنتِ نبوی ﷺ کو اپنانے اور بدعات سے اجتناب کی راہ دکھاتی ہیں چاہے وہ بدعت فکری ہو، قولی یا عملی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ذاتِ کریم ہمیں سنتِ رسولِ کریم ﷺ پر عمل پیرا ہونے اور بدعات کا صحیح مفہوم پیش نظر رکھ کر ان سے اجتناب کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز مخدوم الاولیاء حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پُر انوار اور اس کے اردگرد کے ماحول کی تطہیر کی توفیق عطا فرمائے۔
(آمین)

حوالہ جات

1۔ سورۃ الجمعہ: 2

2۔ مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص 30، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

3۔ سورہ یونس: 62

4۔ علی بن عثمان الہجویری، کشف المحجوب اُردو، ص 143، مطبوعہ فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور۔

5۔ ایضاً ص 153۔

6۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات، جلد اول، ص 124۔

7۔ سورۃ الحشر:7 8۔ سورۃ الاحقاف:9

9۔ ابن منظور افریقی مصری، لسان العرب، جلد 8، ص6 (مادہ ب د ع) بیروت۔

10۔ ایضاً۔

11۔ مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم جلد 2، باب من سن سنّۃ حسنہ ص341 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

12۔ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی، باب الاخذ بالسنۃ و اجتناب البدعۃ، امین کمپنی دہلی، جلد 2، ص92۔

13۔ لسان العرب، جلد 8، ص6، مادہ (ب د ع)

14۔ مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام، بالکتاب والسنۃ قدیمی کتب خانہ کراچی، ص27۔

15۔ ملا علی قاری، مرقات شرح مشکوۃ جلد اول، ص215، مکتبہ امدادیہ ملتان۔

16۔ ایضاً۔ 17۔ لسان العرب، جلد 8، ص6 (مادہ ب د ع)

18۔ جبریہ فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان جمادات میں سے ہے اور اسے بالکل کوئی قدرت حاصل نہیں۔ مرجیہ ایک فرقہ ہے جس کے خیال میں کلمہ پڑھنے والا کسی قسم کا گناہ کرے جہنم میں نہیں جائے گا۔ قدریہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے۔ معتزلہ بھی یہی کہتے ہیں۔ مجسمہ یا مشبہ وہ فرقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو مجسم مانتا ہے۔

19۔ مرقات شرح مشکوٰۃ، المکتبہ الحبیبیہ، کانسی روڈ کوئٹہ، جلد اول، ص216۔

20۔ کشف المحجوب، ص49۔ 21۔ ایضاً۔

22۔ نسفیہ علامہ سعدالدین تفتازانی، شرح عقائد، ص47، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

نوٹ: نصاریٰ کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جوہر واحد ہے اور اس کیلئے تین اقنوم ہیں اُقنوم رومی لفظ ہے اور اس کا معنیٰ ''اصل'' ہے۔

23۔ معتزلہ کے رئیس واصل بن عطاء نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سے علیٰحدگی اختیار کی اور کچھ عقائد میں اختلاف کیا۔ مثلاً گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن ہے نہ کافر وغیرہ وغیرہ۔ اس مناسبت سے یہ فرقہ معتزلہ کہلاتا ہے۔ کرامیہ فرقہ ابوعبداللہ بن کرام کی طرف منسوب ہے ان کے خیال میں زبان سے اقرار کا نام ایمان ہے دل سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

Marfat.com

24۔ شرح عقائد نسفیہ، ص49۔

25۔ کشف المحجوب، ص95۔

26۔ شرح عقائد نسفیہ، ص93۔

27۔ ایضاً، ص10۔

28۔ کشف المحجوب، ص97۔

29۔ ایضاً، ص98,97۔

30۔ ایضاً، ص100۔

31۔ ایضاً۔

32۔ ایضاً۔

33۔ مشکوۃ المصابیح باب الغضب والکبر، ص434۔

34۔ کشف المحجوب، ص101۔

35۔ کشف المحجوب، ص128۔

36۔ سورۃ البقرہ:16

37۔ کشف المحجوب، ص161۔

38۔ ایضاً، ص456۔

Marfat.com

کشف المحجوب کا مردِ مومن

☆سیّد محمد یوسف عرفان

مردِ مومن وہ ہے جس نے ضابطۂ مراد و فلاح کو تسلیم کر لیا اور پھر جادۂ عمل پر محبت و ایثار کا چراغ لے کر سراغِ زندگی پانے کے لیے کمرِ یقین باندھ کر چل پڑا۔

قرآن کریم نے منزلِ مراد کے حصول کا بدیہی ضابطہ ''سورۃ الشمس'' میں بیان فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا، وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (1)

''کامیاب ہوا جس نے من (قلب) کو صاف کیا یعنی تزکیۂ نفس کیا اور نامراد ہوا جس نے من کو میلا کیا۔''

سورۃ اعلیٰ کی آیت نمبر 13، 14، 15 اور 16 میں اولادِ آدم کی دین و دنیا کے حوالے سے کیفیت اور حال احوال درج ذیل انداز میں بیان کیے ہیں:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى o وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى o بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا o وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى o (2)

''کامیاب ہوا جس نے اپنے آپ کو پاک کیا اور اپنے ربّ کا ذکر کیا اور نماز ادا کی مگر تم لوگ دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہتر اور پائیدار ہے۔''

گروہِ پاکاں کے سرخیل سیّد ہجویری نے نفس و قلب کی پاکیزگی کے اصول انہی پاکیزہ مجرب زندگی اور نورِ الٰہی کے فیضان کی شکل میں بیان کیے تا کہ ہر شخص انہیں زندگی کے مومنانہ معیار تک پہنچا دے۔

نفس و قلب کی اتھاہ گہرائیوں میں چھپی ہوئی انجانی حقیقتوں پر پڑے ہوئے حجابات کو اٹھانے والی عظیم و رفیع کتاب راہِ ہدایت میں راہبری کی غماز ہے۔ تربیت بنی نوع آدم کا خلاصہ قانون ہے۔

صاحبِ کتاب نے حجابِ باطن کی دو بنیادی اقسام بیان کر کے درسِ آگہی کی ابتدا فرمائی۔ ایک حجاب رینی (ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں) اور یہ حجاب ہرگز نہیں اٹھ سکتا اور دوسرا حجاب غینی، یہ جلدی اٹھ

☆ لیکچرار شعبہ انگریزی اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور

Marfat.com

جاتا ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض انسان ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی ذات حق کا حجاب ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ ان کے نزدیک حق و باطل دونوں مساوی ہوتے ہیں اور بعض ایسے انسان ہوتے ہیں کہ ان کی صفت حق کا حجاب ہوتی ہے اور ان کی طبیعت ہمیشہ حق کی تلاش میں اور باطل سے گریزاں رہتی ہے۔ پس ذاتی حجاب، جس سے مراد حجابِ رینی ہے، وہ ہرگز نہیں اٹھ سکتا اور عربی میں رین، ختم اور طبع سب کے ایک معنیٰ ہیں ....
کسی پتھر سے آئینہ نہیں بنا سکتے اگرچہ بہت صیقل کرنے والے جمع ہو جائیں لیکن اگر آئینہ کو زنگ لگ جائے صیقل کرنے سے بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پتھر میں تاریکی اور آئینہ میں روشنی اصلی ہوتی ہے اور اصلی صفت پائیدار ہوتی ہے اور عارضی صفت کو بقا نہیں۔ پس میں نے یہ کتاب اس لیے تصنیف کی ہے کہ یہ ان کے دلوں کو صیقل کرے جو تاریکی کے پردے میں گرفتار ہیں لیکن نورِ حق کا سرمایہ ان کے دل میں موجود ہے۔ تاکہ اس کتاب کے پڑھنے کی برکت سے تاریکی کا وہ حجاب ان کے دلوں سے اٹھ جائے اور حقیقتِ معنیٰ کی طرف راہ پائیں اور وہ لوگ جن کے وجود کا خمیر بھی مایۂ حق کا انکار اور باطل کا ارتکاب ہے، وہ دلائل و شواہد کے باوجود حق کی طرف راہ نہیں پاتے، لہٰذا ان کو اس کتاب سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔(3)

صاحبِ کتاب کا فرمان ہے کہ یہ کتاب ان افراد کے لیے مفید ہے ''جو تاریکی میں گرفتار ہیں مگر نورِ حق کا سرمایہ ان کے دل میں موجود ہے۔'' یعنی ان کے دل گرد آلود اور تاریک ہیں مگر ان کے دلوں میں نورِ حق کی طلب، جستجو اور لگن بھی ہے۔ یعنی صاحب کشف المحجوب کے مطابق اس کتاب سے وہی اکتسابِ فیض کر سکتے ہیں جو خیر کے خواہاں ہیں۔ جیسے قرآن کریم بھی اپنے قارئین کیلئے شرط لگاتا ہے کہ:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ۝ (4)

یعنی کتاب اللہ بھی اہلِ تقویٰ کیلئے ہدایت ہے جو ایمان بالغیب رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔

قرآن کے حوالے سے رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ وہ لوگ بھی ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان پر لعنت بھیجتا ہے۔ رُبَّ تـال للقرآن و القرآن یلعنه، یعنی ہدایت اور صفائے باطن کی طلب کا مطالبہ قرآن اپنے قارئین سے کرتا ہے۔ اسی طرح کشف المحجوب بھی صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کیلئے ہدایت ہے۔ یہ کتاب شریعت، طریقت، تصوف، فقر و غنا، رقص و سرود، علم اور اس کی جہت، مسلمان کی اسلامی تعلیم و تربیت، ظاہر و باطن کے مقامات اور دلوں کی صفائی کا درس دیتی ہے۔ جہاں کشف المحجوب صاحب کتاب کی آپ بیتی ہے، وہاں اسلامی روحانی تعلیمات کی تاریخ پر نہ صرف روشنی ڈالتی ہے بلکہ اسلامی روحانی انسان کی

Marfat.com

جہت اور مقصود کے اصولی حصول پر سیر حاصل بحث بھی کرتی ہے اگر ہم حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے روحانی انسان اور روحانی معاشرتی جمہوریت کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں اقبالؒ کی مذکورہ بالا کئی جہتوں کا سراغ اور سرا کشف المحجوب میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ کشف المحجوب فی الحقیقت ایک ایسا مثالی اسلامی معاشرہ اور افراد پیدا کرنا چاہتی ہے جو ہماری تاریخِ اسلام اور ہمارے اسلامی زعماء اور قائدین کا پَر تو ہوں۔(5)

''نظامی بنسری'' کے مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے مصنف اور ان کے بعض دوسرے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تم چالیس دن تک متواتر باوضو رہو، نماز باجماعت ادا کرو اور دیگر شرعی احکامات کی باہتمام بجا آوری کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے زمین و آسمان کے اسرار کھول دے گا، دونوں جہانوں کے خزانے وَا کر دے گا اور تم اس مادی زمین و آسمان سے ماورائی مناظر بھی دیکھ سکو گے۔'' .... انہوں نے حضرت خواجہ نظام الدین الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کی پیروی کی مگر زمین و آسمان کے حجاب نہ اٹھے۔ وہ حضرت خواجہ سے بزبانِ خاموشی گلہ مند تھے، حضرت خواجہؒ نے اُنہیں گلے لگایا اور بعدازاں کہا کہ آنکھیں کھولو اور جو دیکھو وہ بتاؤ۔ انہوں نے آنکھیں کھولیں تو ان کے لیے زمین و آسمان کے اسرار وا ہو چکے تھے تمام حجابات اٹھ چکے تھے اور روحانی منظر صیقل شدہ آئینہ کی مانند صاف تھا۔ حضرت خواجہؒ نے کہا کہ قلب پر زنگ زیادہ تھا جو توجہ کے بغیر نہیں اتر سکا۔

حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''اگر کسی کا پیر نہ ہو تو وہ اس کتاب کا مطالعہ کرے تو اسے پیر مل جائے گا۔''(6)

جہاں تک ہمارے روحانی منازل، مدارج، مقامات اور حال احوال کا تعلق ہے تو کشف المحجوب بلاشک وشبہ ہمارے مادی مناظر کو صاف شفاف کر کے منظر کی اصل دکھاتی ہے۔

اللّٰھم أرنی حقیقة الا شیاء کما ھی۔

رسول کریم ﷺ کی دعا ہے کہ اے ربّ مجھے چیزوں کی اصل دکھا جیسا کہ وہ ہیں۔

بشرطیکہ کوئی اپنی اس مذکورہ روحانی بالیدگی اور پاکیزگی کا طلبگار ہو۔ صاحبِ کشف المحجوب باب سوم ''تصوف'' میں رقمطراز ہیں کہ:

''تصوف یا تو صفا سے ماخوذ ہے جس کی ضد کدورت ہے یا پھر اصحابِ صفہ سے، اور صوفی وہ ہے جس نے اپنے اخلاق و معاملات کو مہذب اور اپنے نفس کو آفتوں، بلاؤں اور آلائشوں سے پاک صاف کر رکھا ہے۔ صفائی سب امور میں قابلِ تحسین ہے جبکہ کدروت، گدلاہٹ اور میلا پن اس کی ضد ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

ذهب صفوا الدنيا و بقى كدرها۔

صاحبِ کشف المحجوب لکھتے ہیں کہ:۔

اِن الصفا صفت الصديق! اِن ادرت صوفيا على التحقيق ۔

''اگر تم حقیقی صوفی بننا چاہتے ہو تو بلاشبہ صفائے باطن کو اپناؤ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صفت ہے۔''

کیونکہ صفائے باطن کا ایک اصل اور فرع ہے اس کا اصل اغیار سے دل کا منقطع ہونا ہے اور اس کی فرع دنیائے غدار سے دل کا خالی ہونا ہے۔ اور یہ دونوں امر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صفات ہیں اس لیے کہ وہ حضرات اہلِ طریقت کے امام تھے۔

تصوف کی ماہیت اور معنویت پر روشنی ڈالتے ہوئے صاحبِ کشف المحجوب لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صوفیاء کرام کے امام ہیں۔ نیز آپ تمام انسانی آفات سے محفوظ تھے اور کامل جود وسخا اور صدق و وفا کے پیکر تھے۔ کشف المحجوب میں حقیقی صوفی کی دو صفات درج ہیں کہ اس کا دل غیر اللہ یعنی ماسوئی اللہ سے منقطع اور دنیائے دنی کی حرص اور آلائش سے پاک ہے۔ اس ضمن میں سیرت صدیق رضی اللہ عنہ سے دو واقعات بھی بیان کیے گئے ہیں۔ ایک واقعہ وہ ہے جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو رسول اللہ ﷺ کی عبادت کرتے تھے تو وہ وفات پا گئے اور جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے خدا کی عبادت کرتے تھے وہ زندہ ہے اور اسے موت نہیں۔ اُمت مسلمہ کے لیے دشوار ترین مرحلہ، اور واقعہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کا واقعہ تھا۔ جب پوری امت شکستہ دل اور رنجیدہ خاطر تھی تو آپ نے اس وقت بھی شدید ترین حبِ رسول اللہ ﷺ میں مستغرق ہونے کے باوجود غیر اللہ یعنی ماسوئی اللہ سے تعلق خاطر منقطع نہیں کیا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ان کا دل دنیائے دنی کی آفتوں، آلائشوں اور تمناؤں سے اس طرح صاف تھا کہ جب جہاد بالسیف کی تیاری کیلئے اصحاب سے مال و متاع کی درخواست کی گئی تو آپ اپنے اور اہل خانہ کے تن کے لباس کے سوا سب کچھ راہِ خدا میں نثار کرنے کیلئے تیار تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ "ماخلفت لعيالك"۔ (تم نے اپنے مال و اسباب میں سے بال بچوں کیلئے کیا چھوڑا ہے؟) تو جواب ملا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ۔ یعنی اللہ اور اس کی رسول ﷺ کی متابعت

Marfat.com

(7) جو، دو بیش بہا خزانے ہیں، جب میرا دل دنیا کی عمدگی اور خوبی کے تعلق سے آزاد ہو گیا ہے تو اس کی کدورت سے بھی اس کو خالی کرتا ہوں۔ اور یہی ایک سچے صوفی کی صفت ہے۔ اسی لیے صاحب کشف المحجوب نے دوسرے باب کی پہلی فصل میں تفصیل سے بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ اہلِ صدق اہل صدقہ سے بدرجہا بہتر ہیں۔ اور یہی ظاہر و باطن کے اسرارِ نہاں کے امام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے اپنے دوست حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی نبوت کے اعلان پر بلا تردّد اور بلا تأ جل مہرِ تصدیق ثبت کی۔ فی الحقیقت صاحبِ کشف المحجوب کے نزدیک حُبِّ الٰہی اور حُبِّ رسول ﷺ کی اعلیٰ، ارفع شخصیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی سیرتِ صدیق رضی اللہ عنہ کی متابعت میں دیگر خلفاء راشدین، اصحاب صفہ، اصحاب کبار، اہلِ بیت، آئمہ تابعین، تبع تابعین اور متاخرین صوفیاء بھی چلتے رہے اور یہ صوفیاء حبِ الٰہی و حبِ رسول ﷺ میں مختلف مقامات، منازل، مدراج اور احوال کے شارح اور تابع رہے ہیں۔

کشف المحجوب حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی وہ علمی فکری اور تحقیقی کتاب ہے جس کو تصوف کی انجیل اور زبور سمجھا جاتا ہے۔ ''اس کتاب کی حیثیت محض ایک مجموعہ روایات و حکایات نہیں بلکہ ایک مستند محققانہ تصنیف ہے۔'' (8)

صاحب کشف المحجوب اپنے زمانے کے ایک جید عالمِ باعمل تھے۔ جن کے نزدیک راہِ علم و عرفان کے کسی مقام پر بھی ترکِ شریعت کا تصور نہیں پایا جاتا۔ بلکہ صاحبِ کتاب نے شریعت کے اتباع کو تصوف کا جزوِ لاینفک قرار دیا ہے اور حقیقی صوفی کیلئے مذکورہ بالا دو مقامات حب الٰہی اور حب رسول ﷺ کا حصول ضروری سمجھا ہے۔ آپ نے ایک جید عالم دین کی طرح مذکورہ دو مقامات کو قرآن و سنت کی روشنی میں جانچا ہے اور اسی حوالے سے اسلام کی علمی و فکری اور فقہی تاریخ اور موضوعات پر دینی، عالمانہ اور محققانہ رائے کو استدلال کے ساتھ پیش کیا ہے۔ فی الحقیقت کشف المحجوب شریعت و طریقت کے تناظر میں ایک باعمل صوفی کا ہمہ جہتی تجزیہ ہے جو ایک مسلمان کے علمی و عملی زندگی کے ہر پہلو پر تفصیل سے روشنی ڈالتا ہے۔ صاحبِ کتاب نے اس امر پر مفصل بحث کی ہے۔ کہ اللہ اور رسول ﷺ کس قسم کا اسلامی معاشرہ چاہتے ہیں اور اسلامی معاشرے میں ایک مسلمان کا مطلوب، مقصود، منتھیٰ اور جہت کیا ہونا چاہیے۔ طریقت، شریعت پر دل و دماغ کی یکسوئی کے ساتھ عمل پیرا ہونے کا نام ہے اور اسلامی معاشرے کا ہمہ جہتی محور خوف و ورع اور عشق رسول ﷺ ہے۔ یہی مسلمان کی زندگی کا اوّل و آخر اور مقصود و ملتھا ہے۔ حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے بجا طور پر کہا ہے کہ:

Marfat.com

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

جہاں تک شریعت کا تعلق ہے تو شریعتِ اسلامیہ مسلمان کو مادی آلائش، آلودگی، مادہ پرستی پر مبنی دنیا کی محبت سے بلند ہونے کا پیغام دیتی ہے جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے کہا کہ:۔

چیست دیں برخاستن از روئے خاک
تا زخود آگاہ گردد جانِ پاک!

کشف المحجوب مسلمان کو مادہ پرستانہ زندگی سے بلند ہونے کا درس دیتی ہے۔ حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مذکورہ میں مسلمان کے مختلف مادی رویوں اور مزاجوں کا تجزیہ کیا ہے اور انسان کے مذکورہ بالا روحانی مطلوب و مقصود میں حائل، مختلف مادہ پرستی کے پردوں، رکاوٹوں، کششوں کی مختلف ماہیت اور نوعیت پر قرآن وسنت کی رو سے روشنی ڈالی ہے۔ یہ کتاب مسلمان کے اندر مادی و روحانی کشمکش کے مختلف حجابات کو وا کرنے کی راہ دکھاتی ہے۔ کتاب مذکورہ مسلمان کو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی راہ میں حائل مشکلات کی نہ صرف نشاندہی کرتی ہے بلکہ مسافرانِ راہِ حق کو راستے کی صعوبتوں سے نکال کر سہولتوں کے راستے پر گامزن کرتی ہے۔

صاحبِ کتاب نے مسافرانِ حق کیلئے مشکل مقامات اور مادی پل صراط سے نبرد آزما ہونے کیلئے شریعت کا عطا کردہ نصاب اور نظام کے اصولی اور فروعی معاملات کو تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے۔ صاحب کتاب نے اس ضمن میں کتاب وسنت کے حوالوں کے بعد صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، آئمہ کرام، تبع تابعینؒ اور صلحائے سلفؒ کے تحقیقی اور مستند حوالوں کے بعد اپنے زمانے کے احوال پر تنقید و تحسین کی ہے۔ نیز ترتیب وار حوالوں کے بعد آخر میں قرآن وسنت پر مبنی اپنا استنباط درج کیا ہے۔ طرزِ تحریر انتہائی سادہ، دلکش اور پُر تاثیر ہے۔ ابلاغ کے لیے روائتی واعظانہ طریقہ کار نہیں اپنایا بلکہ قارئین کی توجہ اور دلچسپی کو قائم رکھنے کے لیے مستند تاریخی واقعات بیان کیے ہیں جن سے قرآن وسنت کی روشنی میں نیک نیتی کے ساتھ نتائج اخذ کیے ہیں۔ دراصل کشف المحجوب اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی تعلیمات کے مختلف عملی پہلوؤں پر تبصرہ و تجزیہ ہے۔ صاحب کتاب نے قرآن وسنت کے تقاضۂ عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے جہاں سلف صالحین کے واقعات اور آراء کو درج کیا ہے وہاں عملی زندگی کے ذاتی واقعات، مشاہدات اور معاملات پر تنقیدی رائے بھی بیان کی ہے۔ فی الحقیقت کشف المحجوب اسلام کے عملی پہلو پر روشنی ڈالتی ہے اور عملی پہلوؤں کو اس حد تک اجاگر کرتی ہے کہ راقم

Marfat.com

کو حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ کی اسلام کے بارے میں رائے یاد آجاتی ہے کہ اسلام عمل کا درس دیتا ہے۔ خیال اور بے عملی کا نہیں۔(9)

کشف المحجوب ایسی کتاب ہے جس کو بار بار پڑھنا چاہیے کیونکہ یہ مادی و روحانی زندگی کے مختلف حجابات کو ہر بار نئے انداز سے وا کرتی چلی جاتی ہے۔ ذیل میں اسلامی معاشرے اور مسلمان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو شریعت کے تناظر میں مندرجہ بالا امور اور مقصود کو بالترتیب درج کیا جاتا ہے۔

کشف المحجوب ایک عالمِ باعمل صوفی کی تحریر ہے جو مسلم معاشرے اور مسلمان افراد کی قرآن وسنت یعنی شریعت کے اوامر ونواہی کی روشنی میں تزکیۂ نفس کو جلا بخشتی ہے۔

کشف المحجوب کے مختلف نسخے موجود ہیں۔ اسی طرح کتاب مذکور کے مختلف عربی و فارسی، انگریزی و اُردو تراجم ہیں۔ روسی اور چینی زبان میں بھی کشف المحجوب کے تراجم ہو چکے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہیں کہ کشف المحجوب کا ترجمہ دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں ہو چکا ہے۔ اس وقت راقم کی میز پر کشف المحجوب کے پانچ نسخے موجود ہیں۔ دو فارسی زبان میں ہیں اور تین اُردو زبان میں ہیں۔ کشف المحجوب کا قدیم ترین نسخہ منسوب منقول از خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ سامنے موجود ہے۔ نسخہ ہذا کا مقدمہ ڈاکٹر پروفیسر مولانا محمد شفیع کا تحریر کردہ ہے۔ اس نسخے میں موضوعات کے اعتبار سے انتالیس (39) ابواب ہیں۔ دوسرا فارسی زبان کا نسخہ بہ کوشش دکتر محمد حسین تسبیحی ہے۔ جو انتشارات مرکز، تحقیقات فارسی، ایران و پاکستان، اسلام آباد اور سمن پبلیکیشنز لاہور کی کاوش ہے۔ تراجم میں مولوی فیروز الدین، فیروز سنز لمیٹیڈ، دوسرا ترجمہ سیّد محمد فاروق القادری ایم۔ اے مطبوعہ فرید بک سٹال 38، اُردو بازار لاہور، مطبوعہ 1989ء جبکہ تیسرا نسخہ میاں محمد طفیل مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ اشاعت اوّل 1966ء ہے۔ تمام مذکورہ مترجمین اور مؤلفین نے ابواب کی تقسیم مختلف انداز سے کی ہے۔

کشف المحجوب کا پہلا حصہ مقدمہ پر مشتمل ہے جس کی 5 فصول ہیں جس میں صاحبِ کتاب نے حمد وثنا کے بعد وجہ تسمیہ بیان کی ہے۔ نیز استخارہ، نیت اور اخلاص پر روشنی ڈالی ہے۔ نیت کے بارے میں صاحبِ کشف المحجوب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور صحتِ نیت اور ارادہ کا اجر ہے خواہ صاحبِ نیت کا عمل پایۂ تکمیل کو پہنچے یا نہ پہنچے: ''نية المومن خير من عمله''۔

کتاب معنوی اعتبار سے تین بنیادی امور کے گرد رہتی ہے۔ اوّل استخارہ یعنی دینی و دینوی امور میں استعانتِ الٰہی۔ دوم اخلاص یعنی اخلاصِ عمل جو رضائے الٰہی کیلئے ہو۔ ذاتی ہوا وہوس اور مفادات سے

بالا ہو۔ سوم نیت یعنی وہ پُر خلوص عمل جو کا ملاً رضائے الٰہی کیلئے مآلِ عملی سے بے نیاز ہو کر کیا جائے۔ کیونکہ صاحبِ ایمان کی نیت وارادہ رضائے الٰہی کے بعد کامیابی و ناکامی سے بے نیاز ہوتا ہے۔ جس طرح جہاد میں شہادت بظاہر موت ہے مگر یہ شہادت صاحبِ ایمان کیلئے فردوسِ بریں کا درجہ رکھتی ہے۔

ترکِ عالم اختیار کوئے دوست

کتاب کا پہلا باب ''اثبات العلم'' ہے جس میں علم وعمل، علم کی اقسام، معرفت، شریعت اور الحاد پر گفتگو کی ہے۔ بقول صاحبِ کشف المحجوب صوفیاء کے نزدیک علم کی تین اقسام ہیں......... علم باللہ، علم مع اللہ اور علم من اللہ۔

علم باللہ سے مراد علم طریقت، علم مع اللہ سے مراد مقاماتِ اولیاء اور علم من اللہ سے مراد علم شریعت ہے۔ نیز تین قسم کے لوگوں سے دور رہنے کا درس دیا ہے۔

1۔ غافل علماء جنہوں نے دنیا کو اپنے دل کا قبلہ، شریعت کو اپنے مرادی معانی اور لباس پہنانے والی باندی اور ظالم امراء و حکام کی درگاہ کو دنیوی جاہ و حشمت اور مال و دولت کی خاطر اپنی سجدہ گاہ بنا لیا ہے۔

2۔ ریا کار فقراء، جو ذاتی طمع اور اغراضِ نفسانی کی خاطر بے بنیاد باتوں کی تعلیم دیتے ہیں۔

3۔ جاہل متصوف، جس نے نہ تو کسی مرشد کی صحبت میں تربیت پائی ہو اور نہ کسی استاد سے ادب سیکھا بلکہ صوفیاء کا نیلگوں لباس اور پشمینہ یا فقیرانہ گدڑی پہن کر اپنے آپ کو صوفی مشہور کر دیا ہو...... صوفیانہ بود و باش اور لبادہ انسان کے آئینۂ دل کا زنگ دور نہیں کرتا۔

دل سے اٹھا غلاف اگر تُو اٹھا سکے

تیسرا باب تصوف کے متعلق ہے جس میں تصوف کی تعریف، تصوف کے آداب، معاملات اور اقسام بیان کی ہیں۔ حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے راہِ صفا پر گامزن مسافروں کی تین اقسام بتائی ہیں:۔ اوّل: صوفی، دوم: متصوف، سوم: مستصوف۔ صوفی فنافی اللہ سے بقا پاتا ہے، متصوف صوفیاء کرام کی عادات و احکام کو پابندی سے اختیار کرتا ہے۔ جبکہ مستصوف حبِّ دنیا میں صوفی کا لبادہ اور گدڑی پہن کر صوفی کی شہرت اور عرف کا خواہاں رہتا ہے۔ بقول صاحبِ کشف المحجوب، صوفی، صاحبِ وصول، متصوف صاحبِ اصول اور مستصوف صاحبِ فضول ہے۔

باب چہارم لباسِ تصوف یعنی گدڑی پہننے کے حوالے سے ہے۔ بقول صاحب کتاب گدڑی

Marfat.com

(پیوند لگا لباس) اگر سنتِ رسول ﷺ کے اتباع میں پہنی جائے تو یہ قلب میں عجز و انکسار، ایمان میں تازگی اور حلاوت پیدا کرتی ہے۔ نیز گدڑی پہننے والا شریعت کا پابند، کردار کا بلند، دنیوی آلائش اور آسائش سے پاک اور نورِ معرفت سے معمور ہو۔ گدڑی انسان کے دل سے کبر و نخوت اور آلائش کو محو کرتی ہے۔ جبکہ صاحبِ کشف المحجوب لکھتے ہیں کہ بعض ریاکار اور دنیا پرست صوفیاء نے گدڑی پہن کر شنیع اور غیر شرعی حرکات اپنالی ہیں۔ لہٰذا صوفی کی نشانی گدڑی کا لبادہ نہیں بلکہ قرآن و سنت اور شریعت کی رو سے تقویٰ اور راست بازی ہے اور تقویٰ کا کوئی لباس نہیں۔ یہ صفائے ظاہر و باطن کی نشانی ہے۔

قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ
اے نالہ نشانِ جگر سوختہ کیا ہے

باب پنجم فقر و صفوت کا ہے۔ فقر فنا ہے اور صفوت بقاء۔ لہٰذا فنا کا درجہ لامحالہ بقاء پر دلالت کرتا ہے۔

باب ششم ملامت کے متعلق ہے۔ بقول فرقہ ملامتیہ کے بانی شیخ ابو حمدون قصار کہ ملامت سلامتی کو ترک کرنا اور مصائب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ملامت کی تین اقسام ہیں: اوّل: وہ راست رو جو اہل دنیا کی خوشنودی کے بجائے شریعت کے مطابق دنیوی امور سرانجام دے۔ دوم: وہ راست رو اور معزز جو عشق سرمدی میں دنیوی عزت و احترام کا قیدی ہو جائے اور وہ کوئی ایسی حرکت کرے جو خلافِ شرع نہ ہو بلکہ عوام الناس میں ناپسندیدہ ہو اور لوگ متنفر ہو جائیں۔ سوم: جو اللہ والوں کے نزدیک مطعون اور ملعون ہے کیونکہ وہ فسق و فجور کا شائق اور شریعت کا تارک ہے۔ خود صاحبِ کشف المحجوب لکھتے ہیں کہ ملامت غیر اللہ سے رشتہ توڑنے کا نام ہے اور اس کے کئی روحانی و باطنی فوائد ہیں۔ صاحبِ کتاب لکھتے ہیں کہ سلوک ملامت سے میری بھی ایک روحانی مشکل حل ہوئی تھی جس نے مجھے ایک عرصہ مضطرب رکھا۔

کشف المحجوب کے باب 8 سے باب نمبر 13 میں تصوف کے امام خلفائے راشدین اہل بیت، اہلِ صفہ، تابعین تبع تابعین، صوفیاء متاخرین اور ہمعصر صوفیائے کرام کے حالات و واقعات، معاملات اور مقامات کو مفصل بیان کرتے ہیں۔ باب 14 صوفیائے کے مختلف مسالک اور فرقوں پر بحث کرتا ہے۔ صاحب کتاب نے بارہ گروہ یعنی احزاب کا ذکر کیا ہے۔ جن میں دو گروہ مردود اور دس مقبول ہیں۔ ایک گروہ کا عقیدہ حلول ہے یعنی بندہ حق تعالیٰ میں سرایت کر جاتا ہے اور یہ اپنے عقائد اور خیالات کو ابو سلمان دمشقی اور حسین بن منصور حلاج سے منسوب کر لیتے ہیں جو سراسر زیادتی، تہمت اور بطلان ہے۔ دوسرے گروہ کا عقیدہ ''تناسخ'' یا ''آواگون'' ہے۔ یہ عقیدہ قرامطوں، باطنیوں اور ہندوؤں میں پایا جاتا ہے۔ یہ دو گروہ ہیں

Marfat.com

جو کتاب وسنت اور اجماع امت کے خلاف سراسر باطل عقائد کے حامل ہیں۔..........اسی باب کے ذیل میں اصطلاحات صوفیاء کا ذکر ہے جن میں رضا، حال ومقام، صحو وسکر، ایثار، نفس اور اس کی حقیقت اور اقسام مثلاً نفسِ امارہ، لوامہ اور مطمئنہ، ولایت، کرامت، کرامت اور معجزے میں فرق، فنا وبقا، حضور وغیاب، جمع وتفرقہ اور روح کی حقیقت وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اسی باب کے ذیل میں چار کشف بیان کیے گئے ہیں۔

پہلا کشف......معرفتِ الٰہی کے عنوان سے ہے جو عقل وفہم اور علم کے بجائے عنایتِ الٰہی پر منحصر ہے۔اسی پس منظر میں صاحب کشف المحجوب نے کچھ ذی شعور اور اہلِ دانش کی مثال دی ہے کہ جنہیں عرفان کی حقیقت نصیب نہ ہوئی۔ دوسرا کشف......توحید، تیسرا کشف......ایمان کی مختلف جہتوں پر روشنی ڈالتا ہے۔چوتھا کشف......طہارت ہے جبکہ ظاہری و باطنی عبادت ہی ایمان اور توحید خالص کے حصول کا زینہ ہے۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

اللھم طھِّر قلبی من النفاق۔ "اے میرے اللہ میرے دل کو نفاق سے پاک رکھ۔"

باطنی طہارت یعنی قلبی طہارت کا مقصود یکسوئی ہے، دوئی نہیں۔

باب 15 توبہ اور اس متعلقات سے ہے۔توبہ خوف خدا اور نافرمانی سے پشیمانی اور گناہ یعنی معصیت کی رغبت کا ارادہ بھی ختم کرنے کا نام ہے۔اس باب کے ذیل میں پانچواں کشف بیان کیا گیا ہے۔جو صلوٰۃ کے متعلق ہے اور بقول صاحب کشف المحجوب نماز آگہ، حضوری یعنی حضورِ حق کا سبب اور زینہ ہے۔

باب 16 محبت کے پہلوؤں کو زیر بحث لاتا ہے۔محبت دو قسم کی ہے۔ایک اللہ کی محبت اور دوسری بندے کی محبت۔اللہ کی محبت یہ ہے کہ اللہ بندے پر رحم وکرم فرمائے اور درجات بلند کرے جبکہ بندے کی محبت یہ ہے کہ بندہ احکامِ الٰہی، اوامر ونواہی کی دل سے اطاعت کرے۔اس باب کے ذیل میں چھٹا کشف زکوٰۃ ہے۔زکوٰۃ شکرِ نعمت اور تزکیہ مال ہے۔اسی طرح باطنی نعمتوں کی زکوٰۃ حفظِ توحید، ذکرِ کثیر اور تزکیۂ نفس ہے۔

باب 17 جود وسخا کے حوالے سے ہے۔کہ صوفی اپنے آل، مال، عزت اور نفس بے دریغ راہِ خدا میں صرف کرتا ہے۔جود وسخا کے ذیل میں ساتواں کشف روزہ یعنی صوم ہے جبکہ آٹھواں کشف حج ہے۔

باب 18 کشف ومشاہدہ اور اس کے متعلقات کے حوالے سے ہے۔تجلیاتِ الٰہی کا دیدار اہل طریقت کے نزدیک کشف ومجاہدہ ہے۔دراصل یہ عشق ومحبت کا آخری مرحلہ ہے جسے احسان کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے جس میں راہی کو جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے کی سی کیفیت نظر آتی ہے۔اس باب مذکورہ کے ذیل میں نواں کشف آدابِ صحبت سے متعلق ہے۔دین ودنیا کے جملہ امور کی زینت ادب سے ہے۔ولایت

Marfat.com

کا انحصار اتباعِ سنت پر ہے لہٰذا تارک الادب ولایت کا مقام حاصل نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔۔۔۔ مرید کیلئے سب سے مشکل چیز آدابِ صحبت کی حفاظت ہے بعدازاں کھانے پینے، چلنے پھرنے، سونے جاگنے، گفتگو اور سوال و جواب کے آداب بیان کیے گئے ہیں۔

باب 21 نکاح کے متعلق ہے۔ نکاح سنتِ رسول ﷺ ہے۔ لہٰذا نکاح سے فرار اور تجرد کی زندگی قابلِ تقلید نہیں۔ تجرد کی زندگی میں دو آفتیں ہیں۔ ایک ترکِ سنت اور دوسری اپنے اندر شہوت پالنا، جو کسی بھی وقت فتنہ اور آفت بن کر ظاہر ہو سکتی ہے۔ نکاح میں بھی دو آفتیں ہیں۔ ایک یہ کہ بندے کا دل غیر اللہ کی جانب بھی مشغول ہوتا ہے۔ دوسرا اس کے بدن کا نفسانی لذت میں مشغول ہونا۔ صاحب کشف المحجوب کہتے ہیں کہ سنت کی پیروی میں خیال رکھا جائے کہ احکامِ سنت کے خلاف کوئی عمل نہ ہو اور شریعت کا دامن نہ چھوٹے۔ فی الحقیقت انسان کی ہلاکت و بربادی اس کے دل کی خرابی سے پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا انسان ایسی عورت سے شادی کرے جو اس سے ذہنی موافقت بھی رکھتی ہو۔ صوفیاءؒ میں تجرد کے فروغ پانے کا سبب یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں (صاحب کشف المحجوب) موافق اور فرمانبردار عورت کا ملنا محال ہے فضول گوئی اور محال چیزوں کے تقاضے اور خواہش رکھنے والی زیادہ ہیں۔ اس لیے بعض صوفیاء نے بالعموم تجرد کو اپنے لیے پسند کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرد اور نکاح دونوں صورتوں میں بہت احتیاط کرنا پڑتی ہے۔ کیونکہ بعض اوقات انسان اپنی نفسانی خواہشات کو علم اور الہام کا نام دینے لگتا ہے۔ اور شیطان کی ابوالعجبیوں کی تاویلات کر کے ان کو طریقت کے مقامات ثابت کرنے کی کوشش کرنا شروع کر دیتا ہے (اس بات کی بہت نمایاں مثال مرزا غلام احمد قادیانی اور محمدی بیگم کے واقعہ میں موجود ہے۔ (10)

مجرد رہنے کے آداب کے ضمن میں صاحب کشف المحجوب درج ذیل باتوں کی پابندی کا پیغام دیتے ہیں۔ بے حیائی کے مناظر، یاوہ گوئی، مہمل یعنی لایعنی غور و فکر سے بچے، نیز اپنی شہوت کی آگ کو بھوک سے کم کرے اور اس کے متعلقات سے بھی دل کی دنیا کی حفاظت کرے۔ اسی باب کے ذیل میں درج ذیل صوفیانہ اصطلاحات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔۔۔۔۔۔ وہ محاضرہ، مکاشفہ، قبض، بسط، انس، ہیبت، قہر، لطف، نفی، اثبات، مسامرہ، محادثہ، علم یقین، عین الیقین، حق الیقین، علم، معرفت، شریعت اور حقیقت ہیں۔ باطنی اوصاف کی تکمیل اور تزکیۂ قلب حقیقت ہے۔ شریعت و طریقت دونوں لازم و ملزوم ہیں اور ایک سچے مومن کیلئے دونوں کا اجتماع (جمع) فرض ہے۔ اسی باب کے ذیل میں گیارھواں کشف بیان کیا گیا ہے۔ جو سماع، رقص، اور وجد کے حوالے سے ہے۔ سماع (قوت سامعہ) اور حواسِ خمسہ سے متعلق ہے۔ سماع کو ایک گونہ فضیلت حاصل ہے کہ دنیا میں جتنے انبیاءؑ تشریف لائے انہوں نے پہلے احکام الٰہی سنائے پھر لوگ ایمان لائے۔ سماعتِ قرآن کا

Marfat.com

درجہ بلند ترین ہے۔اشعار اچھے اور برے ہوتے ہیں۔اچھے اشعار ایمان وایقان، اعلیٰ اخلاق وکردار، ہمت و حوصلہ اور حقائقِ خالقِ کائنات کے شواہد و معارف کے آئینہ دار ہیں۔جبکہ برے اشعار شرک و بدعت، فسق و فجور اور محرماتِ شریعہ کا تذکرہ مذموم ہے۔آدابِ سماع میں سماع آفتاب کی مانند ہے جو سب چیزوں کو روشن کرتا ہے۔طبیعت اپنے اپنے دلی میلان کے مطابق اثر قبول کرتی ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست

در باغ لالہ روئید ودر شورہ بوم خس!!

حق وصداقت اور اعلیٰ اوصاف وکردار پر مبنی محفلِ سماع، سامع کے دل میں مثبت خیال وعمل کی جانب رغبت کرتی ہے۔جبکہ باطل نظریات کی سماعت طبیعت کو باطل عقائد وخیالات اور عمل کی جانب لے جاتی ہے۔اوصاف حمیدہ کی حامل محفلِ سماع کو بھی عادت نہیں بنانا چاہیے کیونکہ عادت میں تنقیصِ تعظیم دَر آتی ہے۔شریعت وطریقت دونوں رقص کے عدم جواز پر متفق ہیں۔مشائخ نے ہر حال میں اس کی مذمت کی ہے۔موجودہ زمانے میں بھی راگ ورنگ، گانے بجانے، ناچنے اور رقص وسرود کی محافل صوفیاء ومشائخ کے نزدیک خلافِ شرع ہیں اور ان کا تصوف اور طریقت وحقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔جبکہ وجد راحت اور مصیبت سے خوشی یا غم کا تاثر کہلاتا ہے۔یہ رقص سے بالکل ایک جداگانہ چیز ہے اور بقول صاحبِ کشف المحجوب وجد طالب ومطلوب کے درمیان بھید (راز) ہے جو صرف وجدان ہی محسوس کرتا ہے الفاظ میں ادا نہیں ہوسکتا۔

مندرجہ بالا سطور میں کشف المحجوب کے مختلف ابواب اور فصول کو موضوعاتی اور نصابی ترتیب سے بیان کیا گیا ہے۔جس میں روحانی مدارج، منازل اور مقامات کا ذکر ہے۔راہِ سلوک وطریقت میں حائل دشواریوں اور رکاوٹوں کا تذکرہ ہے۔جبکہ ذیل میں کشف المحجوب کے مطلوب انسان کا دنیوی امور میں رویے اور مزاج کے بیان کے ساتھ ساتھ صیقل شدہ دو شخصیتوں کے قلوب کا ذکر کیا جارہا ہے جو کشف المحجوب کی تعلیمات کا پرتَو نظر آتے ہیں۔ملفوظات شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت شیخ اپنے احباب کے ساتھ محفل میں بیٹھے تھے کہ اطلاع ملی کہ آپ کے تجارتی قوافل جو ایشیائے شرقِ بعید یعنی "Far East Asia" سے آرہے تھے، سمندری طوفان کے باعث غرقِ آب ہوگئے ہیں۔حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے سنا اور ذرا توقف کے بعد کہا کہ "الحمدللہ"۔کچھ عرصے کے بعد اطلاع ملی کہ سمندری طوفان کے باعث بہت سے تجارتی بحری جہاز نما کشتیاں غرقِ آب ہوئی تھیں مگر آپ کے مال کی کشتیاں محفوظ ہیں اور فلاں دن شہر کی بندرگاہ پر پہنچ رہی ہیں۔حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے سنا اور ذرا توقف کے بعد کہا کہ "الحمدللہ"۔احباب نے آپ سے دریافت کیا کہ تجارتی قوافل کے نقصان پر آپ نے "الحمدللہ"

Marfat.com

کہا اور بازیابی اور نفع کے حصول کے وقت بھی "الحمدللہ" کہا ہے۔ اسمیں کیا راز ہے؟ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تجارتی مال کے نقصان پر میں نے اپنے دل کی جانب دیکھا اور خدا کا شکر بجا لایا کہ اس میں نقصان کا کوئی ملال نہ تھا۔ اور جب مال کی بازیابی کی اطلاع ملی تو بھی دل نفع اور خوشی سے بے قابو نہیں تھا۔ لہذا میں خدا کا شکر بجالایا کہ میرا دل دنیوی نفع ونقصان سے خوشی وغمی میں مبتلا نہیں ہوتا بلکہ راضی برضائے رب پر قانع ہے۔

دوسری مثال نظامی بنسری میں مرقوم واقعہ ہے کہ علاءالدین خلجی کا زمانہ تھا۔ وسطی ایشیا کے تاتاری بار بار ہندوستان پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ ترک حملہ آور طرغی مغل (تردی بیگ) شمال مشرقی ہند کے علاقے سرحد وپنجاب کو تاتار کرتا ہوا دہلی شہر کی فصیل کے باہر براجمان ہو گیا ہے تاکہ علی الصبح دہلی کو تاراج کرے۔ جبکہ سلطان علاءالدین کی بہترین فوج کا بیشتر حصہ دکنی مہمات یعنی جنوب ہند کے راجوں کی سرکشی اور بغاوت کے فرو کیلئے دہلی سے دور گیا ہوا تھا۔ ترک حملہ آور دہلی شہر کی فصیل کے باہر حملہ کے منتظر ہیں۔ اس قومی آفت اور بلا کے حوالے سے سلطان نمازِ عصر کے دوران حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے حاضر ہوا۔ انہیں احوال سے آگاہ کیا اور بتایا کہ میں نے شہریوں میں اسلحہ تقسیم کر دیا ہے۔ شہر دہلی کے دفاع کے لئے موجودہ فوج ناکافی ہے۔ شہری، تجربہ کار فوجی حملہ آوروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے، دعا فرمایئے کہ دہلی تاتاری تاراج سے محفوظ رہے۔ مغرب کی نماز کے بعد سلطان واپس چلا گیا اور دفاعی تدابیر کے امور میں مشغول ہو گیا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان کی خواہش کے مطابق قومی وملی سلامتی کے لیے دعا کی اور بعد از نمازِ عشاء اپنے ایک ترک مرید کو حملہ آور فوج کے سربراہ الغوخان کے پاس اپنا رومال دیکر بھیجا اور کہا کہ حملہ آور میرِ سپاہ کو یہ رومال دینا اور کہنا کہ وہ یہ رومال اپنے چہرے پر ملے اور پھر جو دیکھے وہ تمہیں بتائے۔ ترک مرید طرغی مغل (تردی بیگ) تک پہنچا جس نے مرید کی بہت تعظیم وتکریم کی اور حضرت خواجہ کا رومال اپنے چہرے پر ملا تو اس نے فوراً اپنی فوج کو واپسی کے کوچ کا حکم دے دیا اور حضرت خواجہ کے مرید کو بتایا کہ میرے شہر کے مرد وزن اور بچے مجھے پکار رہے ہیں کیونکہ میرے شہر پر دشمن فوج نے حملہ کر دیا ہے۔ لوگ چیخ رہے ہیں، بلبلا رہے ہیں اور میں فوراً اپنے وطن جانا چاہتا ہوں۔ طرغی مغل (تردی بیگ) نے عقیدتاً وہ رومال اپنے پاس رکھ لیا اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے حضور شکریہ کا سلام بھجوایا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے طرغی مغل (تردی بیگ) کے پاس اپنا وہ رومال بھیجا تھا جو وہ بالعموم وضو کے بعد استعمال میں لاتے تھے۔ اگر ایک صاحب مقام ولی کا رومال دلوں کی تاریکی دور کر سکتا ہے تو صاحب کشف المحجوب کا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب تاریک دلوں کو نورِ حق سے منور کر دیتی ہے اور یہ بات بھی حق اور

Marfat.com

سچ ہے۔ خود حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب کو پیرِ کامل کا مقام دیا ہے۔۔۔۔۔ مسلمان صوفیاء خانقاہی رہبانیت کا درس نہیں دیتے بلکہ اسلام کی قومی وملّی، اجتماعی وانفرادی، سیاسی ومعاشی، اخلاقی ومعاشرتی بلکہ ہمہ نوعی ترقی بھلائی اور اصلاح کو مدِ نظر رکھتے ہیں۔ اسی لیے حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے کہا تھا کہ:

سیّدِ ہجویر مخدومِ امم
مرقدِ او پیرِ سنجر را حرم
خاکِ پنجاب از دمِ او زندہ گشت
صبحِ ما از مہرِ او تابندہ گشت

روحانی سلطانِ ہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبِ کشف المحجوب کے مقاماتِ روحانی کے حوالے سے بجا کہا ہے کہ:

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما!

حوالہ جات

1۔ سورۃ الشمس: 9,10 2۔ سورۃ الاعلیٰ: 14 تا 17۔

3۔ سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، کشف المحجوب، مترجم مولوی فیروز دین، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور، پانچویں فصل، بعنوان ''وجہ تسمیہ''، ص10۔ 4۔ سورۃ البقرہ: 2,3۔

5۔ مظفر حسین، پاکستان کی منزلِ مراد .... روحانی جمہوریت، آل پاکستان ایجوکیشنل کانگریس، لاہور 2002ء۔ 6۔ دُرِّ نظامی (ملفوظات) مرتبہ شیخ علی جاندار۔

7۔ کشف المحجوب، مترجم مولوی فیروز دین، ص34,35۔

8۔ تصوف اسلام، مولانا عبدالماجد دریابادی۔

9- The Reconstruction of Religious thought in Islam, P.21.
ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ لاہور۔

10- کشف المحجوب، مترجم میاں محمد طفیل، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ص380۔

تصانیف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

قلمی، مطبوعہ نسخہ جات اور تراجم کا ایک جائزہ

☆میاں سلیم حماد ہجویری

کشف المحجوب کا تصوف کی کتابوں میں کیا مقام ہے یا ایک ہزار سال سے اہلِ علم نے انسانی عقائد واخلاق کے ضمن میں اسے کیا اہمیت دی ہے؟ اس کا جائزہ لینے کے لیے کشف المحجوب کا دوسری کتب ہائے تصوف کے ساتھ تقابلی موازنہ کرنے کیلئے تصوف کی ہزار سالہ تاریخ پر سرسری نگاہ ڈالنا پڑے گی جس کی یہاں گنجائش نہیں خلاصہ کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں عقلی اور فلسفیانہ پیچیدہ مباحث کے برعکس انتہائی سادہ اور قرآنی انداز میں خالصتاً اسلام کی دعوت دی ہے۔ بڑے زور شور اور جوش وخروش کے ساتھ شریعت وسنت کی حاکمیت کا غلغلہ برپا کیا ہے۔ وہ شریعت سے ہٹ کر عمل کے ایک معمولی قدم یا سوچ کی ایک ادنیٰ لکیر کا تصور نہیں کرتے۔

وجہ تسمیہ.........کشف المحجوب:۔

حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب کے خودنوشتہ مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: ''میں نے اس کتاب کا نام کشف المحجوب رکھا ہے۔اس سے مقصود یہ ہے کہ کتاب کا نام کتاب کے مضامین کا تعارف کرادے۔ خاص طور پر اہلِ بصیرت جونہی کتاب کا نام سُنیں اُنہیں فوراً معلوم ہو جائے کہ یہ فلاں فن میں ہے۔ خیال ہے کہ اولیاء اللہ اور مقربین بارگاہ کے سوا باقی تمام لوگ ذاتِ باری کے متعلق حجابات اور پردوں میں ہیں۔ چونکہ یہ کتاب راہِ حقیقت کو واضح کرتی ہے کلماتِ الٰہی کی تشریح کرتی ہے اور بشری پردے اُٹھاتی ہے اس لیے یہ نام اس کے لیے انتہائی موزوں ہے۔''(1)

کشف المحجوب خاص طور پر حقیقت کے متلاشی اور باہمت لوگوں کی راہنمائی کے لیے لکھی گئی ہے

☆ سجادہ نشین و رکن امورِ مذہبیہ کمیٹی دربار حضرت داتا گنج بخشؒ لاہور۔

اوراس میں شریعت وطریقت میں توازن وہم آہنگی برقرار رکھنے والے صوفیانہ عمل کی راہیں متعین کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ کشف المحجوب کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو ذاتِ باری تعالیٰ میں اس قدر فنا کردے کہ اس کا ہر فعل اور عمل اس کے اپنے ارادے اور کسب سے نہیں بلکہ منشاء ربانی سے ظہور پذیر ہو اور اس کی اپنی حیثیت اُس پتلی کی رہ جائے جسے اس کا مالک ڈور کے ذریعے ہلا رہا ہوتا ہے۔

کشف المحجوب کی اہمیت وافادیت:۔

کشف المحجوب علومِ تصوف پر فارسی زبان کی وہ عظیم تصنیف ہے جسے تصوف کے آئین کا درجہ دیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ یہ تصوف کے ارتقائی منازل کی ایسی پُر تاثیر اور نادر کتاب ہے جو شریعت وطریقت کے قواعد وضوابط، عارفانہ اسرار ورموز اور صوفیانہ فکر ونظر کے متعلق ہر دور میں عظیم تخلیق قرار دی گئی ہے۔ اس گنجینۂ رشد و ہدایت سے مستفید ہونے اور حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرنے والے چند صاحبِ تصنیف اکابرین کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں :

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ (م 725ھ) نے اپنے ملفوظات فوائد الفواد اور دُرَرِ نظامی میں حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ (م 627ھ) نے ''تذکرۃ الاولیاء''، میں حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری (م 782ھ) اپنے مکتوبات میں، حضرت خواجہ محمد پارسا (م 822ھ) نے فصل الخطاب، حضرت مخدوم سیّد محمد اشرف جہانگیر سمنانی (م 825ھ) نے ملفوظات لطائفِ اشرفیہ، حضرت خواجہ سیّد محمد حسینی گیسودراز (م 825ھ) نے اپنے مکاتیب میں حضرت خواجہ یعقوب چرخی نے ''رسالہ ابدالیہ'' حضرت سیّد محمد نوربخش القہستانی (م 869ھ) نے مشجر الاولیاء اور شیخ محمد اکرم صابری (م 1159ھ) نے اقتباس الانوار میں۔

کشف المحجوب کی شان میں حروفِ تحسین:۔

حضرت نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی رحمۃ اللہ (م 725ھ/1325ء) کا ارشاد ہے:

''اگر کسی کا پیر نہ ہو تو وہ اس کتاب کا مطالعہ کرے اسے پیر کامل مل جائے گا۔'' (2)

''یہ مرشدِ کامل ہے، تصوف کی کتابوں میں فارسی زبان میں اس خوبی کی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔'' (3)

''یہ کتاب اس فن کی مشہور ومعتبر کتابوں میں سے ہے۔'' (4)

''کشف المحجوب میں تصوف کی جو تعلیمات بتائی گئی ہیں وہ ہندوستان کے تمام صوفیائے کرامؒ کے لیے مشعلِ ہدایت بنی ہیں، اسی لیے یہ کتاب تصوف کی انجیل اور زبور سمجھی جاتی ہے۔'' (5)

''مولانا مودودی صاحب ہی سے سن رکھا تھا کہ اہلِ طریقت میں حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ایک صحیح الخیال اور بہت بلند مرتبہ بزرگ تھے جنہیں اس کوچہ کے سبھی لوگ مقتداء مانتے ہیں اور ان کی تصنیف ''کشف المحجوب'' اس فن میں سند کا درجہ رکھتی ہے۔ اگر اس کتاب کو عام لوگوں کے لیے قابلِ فہم بنا دیا جائے تو آدمی کی کایا پلٹ دینے والی کتابوں میں سے یہ ایک نادر کتاب ہے۔'' (6)

''کتاب کی حیثیت محض مجموعہ روایات و حکایات کی نہیں بلکہ ایک مستند محققانہ تصنیف ہے۔'' (7)

''حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاداتِ گرامی و افاضاتِ عالی (کشف المحجوب) بجائے خود مرشدِ کامل کی حیثیت رکھتے ہیں۔'' (8)

''اہلِ علم اور اہلِ باطن نے اس کتاب کی اہمیت و فضیلت کو تسلیم کیا ہے۔'' (9)

''کشف المحجوب'' ایمان افروز، روح پرور، جہالت شکن، صوفیانہ اسرار و رموز پر مبنی کتاب ہے جس سے حقیقت کے متلاشی سیراب اور شادکام ہوتے ہیں۔ ایسا بحرِ رواں ہے جس میں جاہل غوطہ زن ہو تو عالم بن جاتا ہے۔ عالم اس کی گہرائی میں اُترے تو عارف بن جاتا ہے اور اگر عارف غواصی کر کے تو مقامِ ولایت پر پہنچ جاتا ہے، مختصراً یہ کہ اس میں جو ڈوب گیا حیاتِ جاوداں پا گیا۔ شکوک و شبہات کے پردے اُٹھا دینا تو کشف المحجوب کی عام تاثیر ہے۔ اس کی افادیت ہر دور میں رہے گی۔'' (10)

''کشف المحجوب فارسی نثر میں نہ صرف اسلامی تصوف بلکہ تصوف کے موضوع پر قدیم ترین اور مستند ترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔'' (11)

دنیائے تصوف و معرفت میں کشف المحجوب سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے اور تصوف کے موضوع پر فارسی زبان میں سب سے پہلی فقید المثال دستاویز ہے جس کے مطالعہ سے کئی بھٹکی ہوئی روحیں راہِ حقیقت پر گامزن ہو چکی ہیں۔'' (12)

''کشف المحجوب شریعت و طریقت اور معرفت و حقیقت کا ایک بیش بہا گنجینہ ہے۔ کاملین کے لیے رہنما ہے تو عوام کے لیے پیر کامل کی حیثیت رکھتی ہے۔ بلاشبہ اس کے مطالعہ سے دولتِ عرفان و ایقان حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بار بار مطالعہ سے حجابات اُٹھ کر نئے نئے انکشافات ہوتے ہیں۔'' (13)

''حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کشف المحجوب نے آخرِ کار مستشرقین کے حجاب بھی

Marfat.com

کافور کر دیئے ۔ اسی کے مطالعہ سے اثر پذیر ہو کر "نکلسن آر بری" برطانوی اور لوئی میسی نون فرانسیسی کو کہنا پڑا کہ تصوف کا ماخذ قرآن و حدیث ہے اور یہ اخلاقی و روحانی فکری تحریک، خالص اسلامی تحریک ہے۔ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ گنج بخشی فرمائی کہ اس تصنیف کو قلم بند فرمایا اور اسی خزینۂ معرفت کو غیر اسلامی سکول سے الگ کر کے دکھایا۔ آپ نے بتایا جو شے منافی اسلام ہے وہ زندقہ ہے الحاد ہے، جو گیا پن ہے، رہبانیت ہے وہ تصوفِ رحمانی نہیں ہے، وہ فکرِ یونانی ہے۔" (14)

"کشف المحجوب دنیائے تصوف میں ایک نہایت ہی بلند پایہ کتاب ہے اور اس کی روشنی میں ہزاروں کتب مرتب کی گئی ہیں۔ سالکینِ طریقت کی تربیت کے علاوہ اہل اللہ نے بھی اسے اپنے مطالعہ میں رکھا اور استفادہ کیا۔ اس کی وسیع پیمانے پر نشر و اشاعت کے سبب سے دنیا کے ہر خطے کا انسان اس کے معارف و عرفان سے رہنمائی حاصل کرنے لگا ہے۔" (15)

"کشف المحجوب اگلی اور پچھلی کتب میں اس اعتبار سے ممتاز ہے کہ اس کے مصنف کا تصوف کے مطالعہ میں مخصوص انداز ہے۔ وہ دوسرے مصنفین کی طرح صوفیاء کرام کے اقوال، سوانح اور ان کے اصول بیان کرنے اور مختلف آراء نقل کرنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان مسائل پر تحقیقی اور تنقیدی جامع گفتگو کرتے ہیں اور کبھی تفصیل اور وضاحت بھی فرماتے ہیں، ہر بحث میں ان کی شخصیت واضح نظر آتی ہے۔" (16)

"کشف المحجوب تصوف کی نہایت قدیم کتابوں میں سے ایک کتاب ہے جسے فارسی زبان میں لکھا گیا ہے۔ تصوف کی یہ سب سے پہلی کتاب ہے جو ہر طرح سے اچھے انداز میں منظم و مرتب کی گئی ہے۔ اسلامی تصوف کے بہت سے لکھنے والوں نے اسے اپنایا۔ یہ ایک ایسی تصنیف ہے کہ اس پر ہر شخص گفتگو کرتا ہے۔ محققین نے اس سے بہت استفادہ کیا ہے۔" (17)

کشف المحجوب پر پی ایچ ڈی:۔

کشف المحجوب پر فارسی مقالہ تحریر کر کے ایک ایرانی محقق محمد حسین تسبیحی نے پنجاب یونیورسٹی شعبہ فارسی سے 1985ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور یہ مقالہ 22 جولائی 1998ء کو کتابی صورت میں بعنوان "تحلیل کشف المحجوب و تحقیق در احوال و آثار حضرت داتا گنج بخشؒ" چھپا جسے ہجویری چیئر، اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور نے "سید علی ہجویریؒ قومی تصوف سیمینار" 31 مئی 1999ء کے موقع پر پیش کیا۔

Marfat.com

مستشرقین:۔

مستشرقین میں سے فرانس کے برگ ہارڈ، برطانیہ کے اے.جی براؤن، آر بری اور ڈی ایم میتھسن نے کشف المحجوب سے استفادہ کیا ہے۔ مارگریٹ سمتھ نے مسٹس آف اسلام میں کشف المحجوب کو محققانہ اور علم کے پردے چاک کرنے والی تصنیف کہا ہے۔

حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ (18)

''اے طالبِ راہِ حقیقت! اللہ تعالیٰ تمہیں دونوں جہانوں کی سعادت مندی نصیب فرمائے۔ جب تم (ابوسعید ہجویری) نے مجھے اپنے سوالات کے جواب میں کتاب تصنیف کرنے کی درخواست کی تو میں نے استخارہ کیا اور خود کو قلبی واردات اور باطنی القا کے حوالے کر دیا۔ جب استخارہ میں اذنِ الٰہی حاصل ہو گیا تو میں نے تمہاری مقصد برآری کی خاطر اس کتاب کے لکھنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور اس نوشتہ کا نام ''کشف المحجوب'' رکھا۔ اُمید ہے اربابِ فہم و بصیرت اس کتاب میں اپنے سوالات کا جواب علیٰ وجہ الکمال پائیں گے۔'' (19)

مزید فرمایا! ''میں (علی بن عثمان جلابی) نے یہ کتاب حجابِ غینی (عارضی پردہ) میں گرفتار لوگوں کے لیے لکھی ہے تاکہ اس کے مطالعہ سے ان کے دل صیقل ہو کر صاف اور منور ہو جائیں۔ نورِ الٰہی کی جو رمق ان کے دلوں میں موجود ہے اس کتاب کی برکت سے وہ چنگاری بھڑک کر شعلہ بن جائے اور اُن سے حجاب اُٹھ جائیں تاکہ وہ راہِ حقیقت کی جانب راہنمائی حاصل کر لیں۔'' (20)

کشف المحجوب میں صحبت اور اُس کے متعلق اُمور کے آخر میں حضرتؒ نے فرمایا!

''اس کتاب (کشف المحجوب) سے میرا (علی بن عثمان جلابی) کا مقصد یہ ہے کہ جس کے پاس یہ کتاب ہو اُسے (ان موضوعات پر) دوسری کتابوں کی حاجت نہ رہے۔ جیسا کہ میں اس کتاب کے مقدمہ میں اور تیسرے سوال کے جواب میں کہہ چکا ہوں۔ بہر حال یہ کتاب طالبِ طریقت کے لیے کافی ہے۔'' (21)

کشف المحجوب کے قلمی نسخے:۔

کشف المحجوب کا قدیم ترین مطبوعہ ایڈیشن وہ ہے جس کا ذکر اے جے آر بری نے انڈیا آفس

Marfat.com

لائبریری کی کتابوں کی فہرست میں کیا ہے۔ ایل ایس ڈگن نے اپنے مقالہ میں جو جرنل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال میں نومبر۔ 1942ء کے شمارہ میں شائع ہوا اس میں مختلف مقامات پر اکیس قلمی نسخوں کی موجودگی کی تفصیل دی ہے۔ اس کے مطابق کشف المحجوب ، کے قلمی نسخے وی آنا، پیرس، برٹش میوزیم، لینن گراڈ یونیورسٹی، انڈیا آفس لائبریری لندن، تاشقند پبلک لائبریری، رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، برلن، فرانس، سمرقند، انڈیا اور لاہور کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

کشف المحجوب کے قدیم ترین قلمی نسخے لاہور میں بھی موجود ہیں دو منقش قلمی نسخے پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہیں جن میں سے ایک پر 1265ھ درج ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کا ایک قلمی نسخہ بھی پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں ہے۔ ایک صحیح اور خوبصورت قلمی نسخہ راقم کے ماموں حضرت شیخ محمد صدیق مرحوم یکے از فرزندانِ حضرت شیخ ہندی قدس سرہ کے ذاتی ذخیرۂ کتب میں محفوظ تھا جو آپ کے سب سے چھوٹے فرزند میاں مبارک علی صاحب کی مِلک ہے۔ میاں مبارک علی صاحب اور اُن کے فرزندان میاں نعمت علی، میاں عمر اور میاں صدیق کو بزرگانِ دین کے نوادرات جمع کرنے کا بے حد ذوق وشوق ہے، بہت سے دیگر نوادرات کے ساتھ کشف المحجوب کا قلمی نسخہ بھی ایک شیشہ کے شوکیس میں محفوظ ہے۔ اہل افراد کو ان کی زیارت سے بھی نوازا جاتا ہے۔ یہ وہ قدیم ترین قلمی نسخہ ہے جس کی سب سے پہلے نول کشور لکھنوی نے نقل کروائی اور طباعت کے بعد شائع کیا۔

یہ قلمی نسخہ رحیم بخش کاتب سکنہ محلہ سیّد نظام الدین بخاری، کوچہ ''کمان گراں'' متصل موتی دروازہ (اندرون لوہاری دروازہ) کٹڑہ سیّد بھولا شاہ مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور 774 صفحات پر مشتمل ہے۔ آخری صفحہ پر لکھا ہے کہ یہ نسخہ 15 محرم الحرام 1277ھ کو مکمل ہوا۔ اس صفحہ کے آخر میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ طریقت اور تاریخ وصال درج ہے۔

" گنج بخش ہجویری که قبر ایشاں در لاہور است، "سردار سیّد السادات" و "بادشاہ ملك ہندوستان" تاریخ وصال وی"

بود آباد جمله ہندوستان (465ھ)

ایک قدیم نسخہ حضرت شیخ نبی بخش المعروف شیخ بڈھا مرحوم یکے از فرزندانِ شیخ ہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پاس موجود تھا جسے آپ کے بھتیجے میاں خوشی محمد صاحب نے 1401ھ بمطابق 1982ء کو رضا پبلی کیشنز لاہور سے شائع کرایا۔

Marfat.com

ایک قلمی نسخہ جس کی کتابت وحاشیہ مولانا کمال الدین کے ہیں اس پر 1133ھ کی تاریخ رقم ہے، جو اس وقت مولانا فاضل عباسی صاحب کی ملکیت ہے۔

کشف المحجوب کا ایک نسخہ جس کا انگریزی ترجمہ برطانوی پروفیسر رینالڈا ے نکلسن نے کیا تھا، اسے گب میموریل لندن نے پہلی مرتبہ 1911ء میں شائع کیا اس کے بعد بھی اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ تیسری بار کشف المحجوب سمرقند میں شائع ہوئی۔ اس کو سیّد عبدالمجید مفتی نے 1330ھ میں شائع کیا تھا۔

پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود سمرقندی نسخہ ایل ایس ڈگن کو افغانستان سے ملا تھا۔

کشف المحجوب کا مستند نسخہ لینن گراڈ روس سے 1344ھ/1926ء میں شائع ہوا۔ جسے روسی پروفیسر ''ژوکوفسکی'' (م1918ء) نے 1905ء میں ترتیب دیا تھا۔ اس میں پروفیسر ''ژوکوفسکی'' نے مفصل دیباچہ بھی شامل کیا۔ اس نسخہ کی ترتیب وتہذیب درج ذیل نسخوں سے کی۔

1۔ سلطنتِ وی آنا کی قومی لائبریری میں موجود قلمی نسخہ۔

2۔ یونیورسٹی سینٹ پیٹرزبرگ کی لائبریری کا نسخہ۔

3۔ قلمی نسخہ پبلک لائبریری تاشقند محررہ 13 ذوالحجہ 1046ھ۔

4۔ موسۂ السنہ شرقیہ وزارتِ امورِ خارجہ روس کا خطی نسخہ۔

5۔ پروفیسر ژوکوفسکی کا مملوکہ نسخہ ثمرقند۔

اس کے علاوہ روسی پروفیسر نے تاشقند کی لائبریری میں گیارھویں صدی عیسوی میں شائع ہونے والے ایک اور نسخے سے بھی استفادہ کیا۔ اس نسخہ کی بنیاد پر ایران کے محمد لوی عباسی نے اور کتاب خانہ ظہوری تہران نے بھی قاسم انصاری کے مقدمہ کے ساتھ 1979ء کو انتہائی خوبصورت ایڈیشن شائع کیا ہے۔

عربی تراجم:۔

کشف المحجوب کا عربی زبان میں پہلا ترجمہ شیخ تاج الدین سنبھلی نے شہنشاہ جہانگیر کے دور میں کیا اور دوسرا جدید عربی ترجمہ ڈاکٹر اسعاد عبدالہادی قندیل نے کیا ہے۔ جو مکتبہ الاہرام التجاریہ کی طرف سے 1974ء میں طبع ہوا ہے۔

اُردو تراجم:۔

کشف المحجوب کے اس وقت تک تقریباً پچیس اُردو ترجمے چھپ چکے ہیں اور بعض تراجم کے کئی کئی

Marfat.com

ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ان تراجم کے تفصیلات دینے کی یہاں گنجائش نہیں۔مختصر اًتعارف پیش خدمت ہے۔

1۔ کشف المحجوب اُردو ترجمہ از محمد الدین بن میراں بخش مزنگوی لاہوری مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور،صفحات 474، سنِ اشاعت 1912ء، نایاب ، حوالہ ''قرآنِ حکیم اور تصوف'' از رانا عبدالحمید،ص 21۔

2۔ کشف المحجوب اُردو ترجمہ بنام ''ظہیر المطلوب'' از ظہیر احمد ظہیری سہسوانی، ناشر شیخ چراغ دین و سراج دین کشمیری بازار لاہور،صفحات 544،اشاعت دوم 1343ھ/1925ء۔

3۔ کشف المحجوب اُردو ترجمہ از مولانا ''شمس الہند ایزدی''،صوفی معنوی، ناشر شیخ الٰہی بخش و جلال الدین کشمیری بازار لاہور، صفحات 480، سنِ اشاعت 1346ھ/1927ء ،حوالہ احوال و تعلیمات علی ہجویریؒ از ڈاکٹر محمد باقر،ص 75۔

4۔ کشف المحجوب اُردو ترجمہ بنام ''بیان المطلوب'' از مولوی فیروز الدین، باہتمام عبدالحمید خاں مینجر و پرنٹر فیروز پرنٹنگ ورکس سرکلر روڈ لاہور،صفحات 396، بڑی تختی، سنِ اشاعت 1947ء۔

5۔ کشف المحجوب اُردو ترجمہ از مولوی محمد حسین مناظر تصحیح و اضافہ معہ سوانح عمری حضرت داتا گنج بخشؒ مولانا غلام دستگیر نامی، ناشر ملک دین محمد اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور، صفحات 524 بڑی تختی، سنِ اشاعت 1374ھ/1955ء۔

6۔ کشف المحجوب اُردو ترجمہ از عبدالرحمٰن طارق، ناشر مدنی کتب خانہ گپت روڈ لاہور،صفحات 348، سنِ اشاعت 1377ھ/1957ء۔

7۔ کشف المحجوب اُردو ترجمہ بنام ''انوار القلوب'' از عبدالحکیم خان نشتر، ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز، صفحات 406، سنِ اشاعت 1962ء۔

8۔ کشف المحجوب اُردو ترجمہ (اختصار) از میاں طفیل محمد، ناشر اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، صفحات 435، سنِ اشاعت 1966ء۔

9۔ کشف المحجوب اُردو ترجمہ بنام ''گنج المطلوب'' از پروفیسر محمد عبدالمجید یزدانی، ناشر، ناشرانِ قرآن لمیٹڈ اُردو بازار لاہور، صفحات 683، سنِ اشاعت 1968ء۔

10۔ کشف المحجوب اُردو ترجمہ از فضل الدین گوہر، مطبع مزدور پرنٹنگ پریس رائل پارک لاہور، صفحات 403، سنِ اشاعت 1972، یہی ترجمہ 1989ء میں پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمہ

Marfat.com

کے ساتھ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

11۔ کشف المحجوب اُردو ترجمہ بنام ''کلام المرغوب'' از مولانا ابوالحسنات سیّد احمد قادری معہ دیباچہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری، ناشر المعارف لاہور، صفحات 632، اشاعت 1973ء۔

12۔ کشف المحجوب اُردو ترجمہ بنام ''الطریق المحجوب'' از مفتی غلام معین الدین نعیمی، ناشر نوری بک ڈپو لاہور، صفحات 544، سنِ اشاعت 1978ء۔ یہ ترجمہ مندرجہ ذیل اداروں نے بھی شائع کیا ہے:

i۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی، ایم اے جناح روڈ کراچی، سنِ اشاعت 1970ء، صفحات 586۔

ii۔ نوریہ رضویہ پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ لاہور، صفحات 584، بڑی تختی سنِ اشاعت 2002ء۔

iii۔ شبیر برادرز، اُردو بازار لاہور، صفحات 610، سنِ اشاعت 2004ء۔

iv۔ مکتبہ زاویہ، دربار مارکیٹ لاہور، صفحات 610ء سنِ اشاعت 2003ء۔

v۔ مکتبہ زاویہ، دربار مارکیٹ لاہور، صفحات 591، سنِ اشاعت 2003ء۔

vi۔ عظیم اینڈ سنز پبلیشرز، الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور، صفحات 592، سن اشاعت 2003ء۔

vii۔ الجلیل پبلشرز اُردو بازار لاہور، صفحات 586، سن اشاعت 1999ء۔

13۔ کشف المحجوب اُردو ترجمہ از علامہ سیّد محمد فاروق القادری معہ دیباچہ صاحبزادہ میاں محمد سلیم حماد سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، ناشر فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور، صفحات 765، سنِ اشاعت 1989ء۔ تصوّف فاؤنڈیشن، سمن آباد لاہور، سنِ اشاعت 1999ء

14۔ کشف المحجوب اُردو معہ تقاریظ و دیباچہ، مترجم و ناشر مولانا محمد الطاف نیروی نائب خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش ہجویریؒ لاہور، صفحات 832، سنِ اشاعت 1992ء۔

15۔ کشف المحجوب اُردو ترجمہ و شرح از کپتان واحد بخش سیال، ناشر الفیصل اُردو بازار لاہور، صفحات 976، سنِ اشاعت 1995ء۔

16۔ کشف المحجوب اُردو تلخیص از محمد علی چراغ، ناشر نذیر سنز اُردو بازار لاہور، صفحات 280، سنِ اشاعت 1995ء۔

17۔ کشف المحجوب اُردو ترجمہ از مولانا عبدالرؤف فاروقی، ناشر اسلامی کتب خانہ لاہور، صفحات 619، سن اشاعت ندارد۔ (یہ دستیاب ترجمہ 1995ء میں پرنٹ ہوا)

18۔ کشف المحجوب اُردو (آسان) تسہیل از جی آر اعوان، ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور، صفحات

Marfat.com

667،سال اشاعت اپریل 2003ء۔

19۔ کشف المحجوب اُردو ترجمہ از وقار علی بن مختار علی مطبوعہ لاہور، بحوالہ حاجی محمد ارشد قریشی مرحوم مالک المعارف گنج بخش روڈ لاہور۔

مندرجہ ذیل اُردو تراجم کی نشان دہی فارسی متون کے تراجم بزبانِ پاکستانی (اُردو) از اختر راہی مطبوعہ ایران/پاکستان کے صفحہ 108/107 سے ہوئی ہے۔

20۔ کشف المحجوب اُردو ترجمہ بنام ''صحفیہ محبوب'' از حکیم اللہ رکھا قریشی، ناشر غلام حسین اینڈ سنز اُردو بازار لاہور، صفحات 480، سال اشاعت ندارد۔

21۔ کشف المحجوب اُردو ترجمہ بنام'' مفتاح القلوب'' از خیال امروہی، ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔

22۔ کشف المحجوب اُردو ترجمہ از شیخ محمد اقبال صوفی، ناشر وسنِ اشاعت اور صفحات نامعلوم، حوالہ ترجمہ ہای متون فارسی بزبان ہای پاکستانی از اختر راہی مطبوعہ ایران، پاکستان، ص 108۔

23۔ ایک اُردو ترجمہ کشف المحجوب جو خوش نویس صمصام کمالی کا لکھا ہے، بڑی تختی 480 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا اول و آخری صفحہ ضائع ہو چکا ہے اس لیے مترجم کا نام اور تاریخ، طباعت معلوم نہ ہو سکی۔ یہ ترجمہ صاحبزادہ مصطفیٰ اشرف بن علامہ محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی ملکِ ہے اور انہوں نے بتایا کہ یہ ترجمہ تقریباً ایک صدی پرانا ہے۔

پنجابی تراجم:۔

کشف المحجوب پنجابی ترجمہ از پروفیسر محمد شریف صابر، ناشر قاضی پبلیکیشنز کپت روڈ لاہور، صفحات 780، سالِ اشاعت 1996ء۔

کشف المحجوب کا ایک ترجمہ گورمکھی زبان پنڈ تائی پنجاب (ہندی) میں ڈاکٹر کلا سنگھ بیدی نے کیا جو پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ نے شائع کیا ہے۔ بحوالہ کشف المحجوب بزبان پنجابی مترجم محمد شریف صابر، ص 15۔

سندھی ترجمہ:۔

کشف المحجوب سندھی ترجمہ از حاجی طالب جی پرنٹر مشہور آفسٹ پرنٹرز کراچی سالِ اشاعت اپریل 1988ء۔

Marfat.com

کشف المحجوب میں حوالہ جات:۔

حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ نے کشف المحجوب میں بطور سند قرآنِ مجید کی 72 سورتوں میں سے 231 آیاتِ کریمہ کے حوالے دیئے ہیں۔ایک سواڑتیں احادیثِ مبارکہ اور مختلف صوفیاء و مشائخ کے تین سو باون اقوالِ زرّیں اور بیالیس عربی اشعار درج فرمائے ہیں۔اس کے علاوہ مشائخ وصوفیاء کی اکیس تصانیف کے حوالے بھی دیے ہیں۔جن صوفیاء و مشائخ کی تصنیفات سے استفادہ فرمایا، درجِ ذیل ہیں۔

1۔ حضرت عبداللہ بن مبارک مروزی (م181ھ/797ء) مصنف کتاب الزہد۔

2۔ حضرت احمد بن خضرویہ بلخی (م220ھ) بمطابق 864ء مصنف الرعایۃ لحقوق اللہ۔

3۔ حضرت حارث بن اسد المحاسبی (م243ھ) بمطابق 857ء کتاب التفکر والاعتبار، کتاب رعایۃ لحقوق اللہ، کتاب التواہم، رغائب۔

4۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی (م255ھ بمطابق 871ء) مصنف کتاب المریدین۔

5۔ حضرت عمر بن محمد بن عبدالحکیم المعروف ابو حفص مصنف قیام اللیل والتہجد۔

6۔ حضرت ابوالسری منصور بن عمار مصنف مجالس۔

7۔ حضرت شاہ شجاع کرمانی (م270ھ بمطابق 884ء) مصنف مرأۃ الحکماء۔

8۔ حضرت ابوسعید بن عیسیٰ خراز (م277ھ، بمطابق 899ء) مصنف کتاب الصدق۔

9۔ حضرت ابوجعفر محمد بن حسین برجلانی مصنف کتاب الصحبت، کتاب المتمین، کتاب الوجود الکرم، کتاب البصر، کتاب الطاعۃ۔

10۔ حضرت عبیداللہ بن محمد معروف بہ ابنِ ابی الدنیا (م280ھ بمطابق 902ء) مصنف مکائد الشیطان، کتاب الاخلاق، کتاب التقویٰ، کتاب المکارم الاخلاق۔

11۔ حضرت ابوحمزہ صوفی (م 289ھ بمطابق 911ء) مصنف کتاب المتمین من السیاح والعباد المتصوفین۔

12۔ حضرت ابوعبداللہ عمرو بن عثمان مکی (م 291ھ) مصنف کتاب المحبت، حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواص (م21ھ)۔

13۔ حضرت محمد بن یحییٰ المعروف ہشام القاری (م292ھ) مصنف کتاب التوکل۔

Marfat.com

14۔ حضرت ابوالحسین احمد بن محمد بن عبدالصمد نوری (م295ھ)۔

15۔ حضرت ابوالقاسم جنید بن محمد بن جنید (م297ھ) مصنف کتاب امثال القرآن، الرسائل، تصحیح الارادہ۔

16۔ حضرت ابوعثمان سعید بن اسماعیل رازی (م298ھ)۔

17۔ حضرت شیخ ابنِ جنید بغدادی مصنف کتاب الخوف، کتاب الورع، کتاب الرہبان، کتاب المحبت۔

18۔ حضرت ابومحمد رویم بن محمد (م303ھ) غلط الواجدین۔

19۔ حضرت ابویعقوب یوسف بن حمدان سوسی۔

20۔ حضرت ابویعقوب اسحاق بن محمد ایوب نہرجوری (م303ھ)۔

21۔ حضرت ابوعبداللہ ہیکل القرشی 305ھ۔

22۔ حضرت ابوالعباس احمد بن عطا (م309ھ)۔

23۔ حضرت حسین بن منصور حلاج (م309ھ) مصنف طواسین الازل، علم البقاوالفنا، کتاب الیقین، کتاب التوحید (پچاس سے زیادہ کتابیں لکھیں)۔

24۔ حضرت ابومحمد الحسن بن محمد جریری (م311ھ)۔

25۔ حضرت ابوعبداللہ محمد بن الفضل بلخی (م319ھ)۔

26۔ حضرت ابوعبداللہ محمد بن ترمذی (م318ھ) مصنف ختم الولایت، کتاب النہج نوادرالاصول، حکایاتِ عراقیاں، تاریخ المشائخ۔

27۔ حضرت ابوعلی جوزجانی۔

28۔ حضرت ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی (م320ھ)۔

29۔ حضرت ابوالعباس قاسم بن مہدی سیاری۔

30۔ حضرت ابوعلی رودباری (م322ھ)۔

31۔ حضرت ابوعبداللہ محمد بن علی الکتانی (م223ھ)۔

32۔ حضرت ابوالحسن علی بن احمد مصری (م328ھ) مصنف کتاب الکبیر۔

33۔ حضرت ابوبکر شبلی دلف بن حجدر (م334ھ)۔

34۔ حضرت ابوعمر عبداللہ بن محمد انطاکی۔

Marfat.com

35۔ حضرت ابوعبداللہ احمد بن عاصم انطا کی۔

36۔ حضرت ابوحاتم بستی مصنف روضۃ العقلاً۔

37۔ حضرت محمد بن عبدالجبار النفری (م354ھ) مصنف کتاب المواقفت، کتاب المخاطبات۔

38۔ حضرت ابوالقاسم بن اسحاق بن محمد حکیم سمرقندی۔

39۔ حضرت عبداللہ بن محمد بن یحیٰی ابونصر سراج (م378ھ) مصنف کتاب اللمع فی التصوف۔

40۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری (م383ھ) مصنف وقائق المحبین، مواعظ العارفین۔

41۔ حضرت ابوبکر محمد بن ابراہیم بخاری کلاباذی (م385ھ) مصنف کتاب التصرف۔

42۔ حضرت ابوطالب المکی (م386ھ) مصنف قوت القلوب۔

43۔ حضرت ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی (م393ھ) مصنف بستان العارفین۔

44۔ حضرت عبدالرحمٰن محمد بن الحسین السلیمی (م412ھ) مصنف طبقات الصوفیہ، کتاب السماع، تاریخِ اہل صفہ۔

45۔ حضرت ابونعیم الاصفہانی (م430ھ) مصنف حلیۃ الاولیاء۔

46۔ حضرت ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری (م465ھ) مصنف رسالہ قشیریہ۔

47۔ حضرت ابوجعفر محمد بن المصباح صیدلانی۔

حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں نفوس قد یہ صوفیاء و مشائخ کے اسماء مبارک جن کا ذکر مختلف جگہوں پر رقم فرمایا اُن کی تعداد تقریباً تین سو اٹھا ی ہے اور اکیس شہروں کا ذکر نام کے ساتھ کیا ہے۔

پانچویں صدی ہجری تک مسلمانوں میں جتنے فر تے ان کا ذکر بھی تفصیل سے کیا ہے ان کی تعداد پچاس کے لگ بھگ بتائی ہے۔

کشف المحجوب سے استفادہ:۔

دس صدیوں سے کشف المحجوب کو مستند تذکروں اور تصوف کی معتبر تصانیف کا مآخذ ہونے اور علماء و صوفیاء اور مشائخ کے لیے آئینی حیثیت کا مقام حاصل ہے۔ کوئی بھی قابلِ ذکر کتاب تصوف، کشف المحجوب کے ذکر سے خالی نہیں۔ جن بزرگوں نے کشف المحجوب سے تحریری استفادہ کیا یا زیرِ مطالعہ رکھا اُن کی تعداد یا

Marfat.com

نام کا شمار کرنا مشکل امر ہے، ان میں سے چند اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

1۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (م561ھ) 2۔ حضرت سیّد عزیز الدین مکی لاہوری (م612ھ)

3۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی (م627ھ) 4۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار (م628ھ)

5۔ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی (م236ھ)

6۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی (م661ھ)

7۔ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر (م664ھ) 8۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء (م725ھ)

9۔ حضرت شرف الدین یحییٰ منیری (م725ھ) 10۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند (م791ھ)

11۔ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی (م238ھ)

12۔ حضرت خواجہ محمد حسینی بندہ گیسودراز (م825ھ)

13۔ حضرت خواجہ محمد پارسا (م822ھ) 14۔ حضرت یعقوب چرخی غزنوی

15۔ حضرت محمد نوربخش القہستانی (م869ھ) 16۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی (833ھ)

17۔ حضرت شاہ ابوالمعالی (م1024ھ) 18۔ حضرت مجدد الف ثانی (م1034ھ)

19۔ حضرت میاں میر قادری فاروقی (م1045ھ)

20۔ حضرت شاہ چراغ لاہوری (م1068ھ) 21۔ مغل شہزادہ داراشکوہ (م1069ھ)

22۔ حضرت شاہ عنایت قادری شطاری (م1141ھ) 23۔ حضرت شاہ محمد غوث قادری (م1153ھ)

24۔ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی (م1340ھ) 25۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

26۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری (م1347ھ) 27۔ حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ گولڑوی (1356ھ)

28۔ حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ (م1358ھ)۔

29۔ مفکر و دانشور، شاعرِ اسلام حضرت علامہ محمد اقبال (م1938ء)

30۔ حضرت محمد نبی بخش حلوائی (م1364ھ)

31۔ حضرت سیّد مغفور القادری (م1390ھ) 32۔ حضرت سیّد کیقباد شاہ المعروف پیر صاحب کوہائی

اور دیگر ہزاروں صاحبانِ علم وطریقت رحمہم اللہ، اس کے علاوہ مستشرقین نے بھی استفادہ کیا جن کا ذکر گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

Marfat.com

دیگر تصانیفِ ہجویریؒ

حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تصنیف کشف المحجوب کے مطالعہ سے ان کی نو دیگر تصانیف کے نام معلوم ہوئے ہیں مگر ان نو کتب میں سے ایک بھی دستیاب نہیں۔ کشف المحجوب میں ان کتب کا ذکر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

1۔ دیوان: ''ایک شخص نے مجھ سے میرے اشعار کا دیوان مانگا اور لے گیا، میرے پاس اس دیوان کا کوئی دوسرا نسخہ موجود نہ تھا۔ اُس شخص نے دیوان سے میرا نام مٹا دیا اور میری محنت ضائع کر دی۔ اللہ تعالیٰ اُسے معاف فرمائے۔'' (22)

2۔ منہاج الدین: ''اب میں اختصار کے ساتھ حضرت رسول اکرم ﷺ کے اصحابِ صُفّہ کا ذکر کرتا ہوں۔ اس سے قبل بھی ''منہاج الدین'' کے نام سے ایک کتاب لکھ چکا ہوں جس میں تفصیل کے ساتھ اصحاب صُفّہ کے فضائل و مناقب بیان کیے ہیں۔'' (23)

3۔ اسرار الخرق والمؤنات: ''میں نے اسرار الخرق والمؤنات کے نام سے اس موضوع (گدڑی) پر ایک کتاب لکھی ہے، ہر سالکِ راہ کو چاہیے کہ وہ اس کا ایک نسخہ اپنے پاس رکھے۔'' (24)

4۔ فنا و بقا: ''جب فنا حاصل ہو جاتی ہے تو پھر فنا نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی، سوائے عبارتی موشگافیوں کے اور یہ اہلِ زبان کی عبارت آرائی اور الفاظ پرستی کی بے فائدہ داستان ہے۔ میں نے اس بارے میں اپنی کتاب ''فنا و بقا'' میں کچھ بحث کی ہے لیکن یہ اُس زمانے کی تصنیف ہے جب کم عمری کی وجہ سے جوش اور تیزی کا غلبہ تھا۔ اب احتیاط کے ساتھ دوبارہ اس پر نظر ثانی کروں گا۔'' (25)

5۔ شرح کلامِ منصور: ''میں ان (حسین بن منصور حلاج) کے کلام کی شرح لکھ چکا ہوں جس میں دلائل و براہین سے ان کے کلام کی رفعت اور ان کے احوال کی صحت ثابت کی گئی ہے۔'' (26)

6۔ البیان لاہل العیان: ''بعض اہلِ زبان دقیق کلام اور مشکل عبارات کو جمع کا نام دیتے ہیں الفاظ کی حد تک اُن کا یہ کہنا درست ہے مگر معنی اور حقیقت کے اعتبار سے یہی بہتر ہے کہ اسے جمع الجمع نہ کہا جائے، اس لیے کہ پہلے تفرقہ ہو پھر اس پر جمع کا اطلاق درست ہو گا۔ جب جمع ہو گی تو وہ تفرقہ ہی کے نتیجہ میں ہوئی ہو گی۔ اس بنا پر جمع پر دوسری جمع نہیں لائی جا سکتی۔ اس بات کے مفہوم میں غلطی کا امکان ہے اس لیے کہ صاحبِ جمع کی نگاہ فوق، تحت بلکہ اپنے آپ سے بھی بے نیاز ہوتی ہے۔ شبِ معراج سیّد الانبیاء ﷺ کو

دونوں جہان دکھائے گئے مگر آپ نے کسی چیز کی طرف التفات نہ فرمایا اس لیے کہ آپ مقامِ ''جمع الجمع'' میں تھے.... میں نے ابتدائے حال میں ''البیان لاہل العیان'' کے نام سے اس موضوع پر کتاب لکھی تھی۔'' (27)

7۔نحو القلوب: ''اس میں بھی جمع کے بیان میں مفصل بحث کی گئی ہے۔'' (28)

8۔الرعایۃ بحقوق اللہ: ''کائنات کا خالق و فاعل ایک ہی ہے جو کامل، حیّ، علیم، عالم، قادر، مختار اور دوسرے شرکاء کی شرکت سے بے نیاز ہے۔ جب ایک فعل ایک فاعل سے مکمل نہ ہو تو اس کے لیے دوسرے فاعل کی ضرورت پڑتی ہے چونکہ دونوں ایک دوسرے کے شریک محتاج ہو جاتے ہیں۔ اس لیے یہ محال ہے کہ نظامِ کائنات چل سکے۔ علمِ یقین کی روشنی میں بلاشک وشبہ خالق و فاعل کا واحد ہونا لازم آتا ہے۔ یہاں کچھ لوگوں نے ہمارے (اہلِ سنت و جماعت) ساتھ اختلاف کیا ہے ''ثنویوں'' نے نور و ظلمت ثابت کی، ''گبریوں'' نے یزداں و اہرمن کا نظریہ قائم کیا، ''نیچریوں'' نے طبع و قوت کو موثر مانا، ''نجومیوں'' نے سات سیارے تسلیم کیے اور ''معتزلہ'' نے بے شمار صانع و خالق بنا لیے۔ میں نے سب کے رد میں مختصر اور جامع بات کہہ دی ہے۔ چونکہ یہ کتاب (کشف المحجوب) ان کی خرافات کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ اس لیے طالبانِ حق کو چاہیے کہ وہ اس موضوع پر میری مفصل ''کتاب الرعایۃ بحقوق اللہ'' کا مطالعہ کریں۔ (29)

9۔ایمان: ''ایک گروہ ایمان کو صرف قول و اقرار کہتا ہے اور دوسرا اسے صرف معرفت سے تعبیر کرتا ہے۔ متکلمین کا ایک گروہ مطلق تصدیق کو ایمان قرار دیتا ہے۔ میں نے اس بارے میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔'' (30)

حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے درج بالا کتابیں تصنیف فرمائیں جن کی عدم موجودگی کی وضاحت آپ کے خود نوشتہ مقدمہ کشف المحجوب کی درج ذیل اس عبارت سے بھی ہوتی ہے۔

کُتبِ گنج بخش ؒ کی عدم دستیابی کا سبب:۔

حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''اس سے قبل میں نے اس موضوع (تصوف وطریقت) پر کئی کتابیں لکھی تھیں مگر وہ سب کی سب اُن حاسدوں اور جاہلوں (نام نہاد صوفیاء) کے ہتھے چڑھ گئیں جنھوں نے سالکانِ طریقت کو اپنے چنگل میں پھانسنے، راغب اور متوجہ کرنے کی خاطر ان کتابوں کو چوری کیا۔ ان میں سے بعض تحریریں چن کر نوٹ کر لیں اور باقی کتب ضائع کر دیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قسم

Marfat.com

کے لوگوں کے دلوں پر مہر لگی ہوتی ہے اور وہ حسد و کینہ اور انکار سے بھرے ہوتے ہیں۔ سرقہ شدہ مال کو اپنے لیے نعمتِ خداوندی سمجھتے ہیں .... اس سے پہلے بھی علمِ تصوّف سے ناواقف لوگ مشائخ کرام کی کتابوں سے یہ سلوک کر چکے ہیں۔'' (31)

عام طور پر کتاب کی تکمیل ہونے کے بعد اس پر مقدمہ یا دیباچہ لکھا جاتا ہے۔ اس کے پیشِ نظر اگر یہ کہا جائے کہ کشف المحجوب کا مقدمہ حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تحریر ہے تو درست ہوگا۔ لہٰذا اب یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ کشف المحجوب کے علاوہ حضرت کی جملہ تصنیفات آپ کی زندگی ہی میں تلف ہو چکی تھیں۔ اس لیے آپ کی کسی دوسری کتاب کی موجودگی کہیں نہیں پائی جاتی۔ آپ کی تصنیفات کا اتلاف یقیناً لاہور آنے سے قبل ہو چکا تھا۔

تحقیقِ کشف الاسرار:۔

حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایک رسالہ کشف الاسرار، جو آٹھ صفحات پر مشتمل لاہوری فارسی زبان میں لکھا ہے یہ جو مغلیہ دور کے آخر میں لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بعد ازاں مصنف نے خود یا کسی تاجر نے کاروباری منفعت کے پیشِ نظر اصل مصنف کا نام حذف کر کے حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے شائع کروا دیا جو غالباً 1870ء میں پہلی بار مطبع محمدی لاہور میں طبع ہوا۔

جعل سازیاں:

جب سے کتاب وجود میں آئی ہے اس میں جعل سازی بھی ساتھ ساتھ چل رہی ہے جو آج تک موجود ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت قرآنِ پاک کے علاوہ تمام آسمانی صحیفے ہیں جو تحریف کا شکار ہوئے۔

بعض لوگ نثر یا نظم خود تصنیف کر کے مشہور مصنفین یا معروف شخصیات کے نام سے شائع کرتے ہیں۔ ان کا مقصد تحقیق کی دنیا میں جھوٹی شہرت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے کہ غیر مطبوعہ تصنیف مرتب کر کے شائع کرنا ایک ادبی کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔

بعض لوگوں کا نایاب کتب جمع کرنا دلچسپ مشغلہ ہوتا ہے اس وجہ سے قلمی یا نایاب مطبوعہ کتابوں کی طلب ہمیشہ بہت زیادہ رہی ہے اور اسی طلب کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے پرانی کتب کا کاروبار کرنے والے طرح طرح کی جعل سازیاں کرتے ہیں۔

Marfat.com

بزرگانِ دین سے عوام کی عقیدت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے بعض لوگ مالی یا دیگر مصلحتوں کے پیشِ نظر غیر معروف مصنفین کی تصنیفات یا اپنے من گھڑت خیالات وملفوظات کو اُن سے منسوب کر دیتے ہیں اور بعض انتساب صدیوں تک چلتے رہتے ہیں۔ ثقہ لوگوں کے نزدیک کشف الاسرار کا حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہونا ایسی ہی کسی جعل سازی کا نتیجہ ہے۔ مزید وضاحت وصراحت کے لیے کشف المحجوب اور کشف الاسرار کا موازنہ پیشِ خدمت ہے۔

کشف المحجوب موازنہ کشف الاسرار:۔

کشف المحجوب میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ کے آغاز میں یوں لکھا ہے:۔

''میں نے اس کتاب کا نام کشف المحجوب رکھا ہے.........اس کتاب کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق کا خواستگار ہوں، اپنے اعتماد اور قوت پر بھروسہ سے برآت کا اظہار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر میرا آسرا اور وہی مددگار ہے۔'' (32)

صاحبِ کشف الاسرار نے شروعات اس طرح کی ہے کہ:۔

''واضح رہے طوالت سے طبیعت اُکتا جاتی ہے اس لیے یہ کتاب مختصر بنائی گئی ہے۔ پڑھنے والے کو اگر اس میں کوئی بات نادرست معلوم ہو تو چاہیے کہ وہ اس کی اصلاح کرے ورنہ مہربانی سے پردہ پوشی سے کام لے۔''

اس اندازِ آغاز سے یہ واضح ہو جاتا کہ کشف الاسرار کا مؤلف انتہائی نو آموز تھا اور کوئی ثقہ آدمی نہ تھا۔

کشف المحجوب کے مندرجات اس بات کے شاہد و ناطق ہیں کہ صاحب کشف المحجوب نے علم و عرفان کی منازل طے کرنے کے لیے تقریباً دس سال پر محیط عرصہ میں دنیائے اسلام کے شہر شہر کا سفر اختیار کیا۔ آخرِ کار منشائے الٰہی سے لاہور کو اپنا مسکن بنایا۔ تبلیغِ اسلام کا کام کیا اور رشد و ہدایت کا سلسلہ تا دمِ آخر جاری رکھا۔

صاحبِ کشف الاسرار بیان کرتا ہے کہ:

''میں جب ہندوستان آ گیا تو علاقہ لاہور کو جنت نظیر پایا اور یہیں بیٹھ کر بچوں کو پڑھانے کے سبب سے یہاں کی وطنیت وسکونت اختیار کر لی۔ جب مجھے احساس ہوا کہ پڑھانے کی وجہ

Marfat.com

سے میرے دماغ میں حکومت و بادشاہی کی بو جاگزیں ہونے لگی ہے تو یکایک اس کام کو ہمیشہ کے لیے ترک کر دیا اور کبھی اس کے نزدیک نہیں گیا۔"

اس اقتباس کو پڑھنے کے بعد یوں معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ کشف الاسرار ایک معمولی پڑھا لکھا عام شخص تھا جو نفس کے شر کو دبانے کی ہمت نہیں رکھتا تھا لہٰذا اُس نے مقدس فریضہ درس و تدریس سے منہ موڑ کر اُسے نفس کے شر کی بھینٹ چڑھا دیا جیسے وہ کوئی گناہ کر رہا تھا۔ ایسی بات حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جیسی بلند پایہ ہستی سے منسوب کرنا اُن کی توہین کے مترادف اور بصد افسوس ناک ہے۔

حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی حصولِ علم اور فروغِ علم میں گزری۔ راقم کے بزرگ نسل در نسل بیان کرتے چلے آرہے ہیں کہ لاہور میں قیام کے بعد حضرتؒ نے سب سے پہلے درس و تدریس اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ کے وصال کے بعد یہ سلسلہ آپ کے شاگردِ رشید حضرت شیخ ہندی قدس سرہ اور اُن کے خانوادہ نے جاری رکھا جو آج تک جامعہ ہجویریہ یا جامعہ گنج بخش کے نام سے جاری و ساری ہے۔ درس و تدریس کو ہمیشہ کے لیے ترک کر دینے والی بات حضرتؒ پر بہتان کے سوا کچھ نہیں۔

راقم الحروف کے حلقۂ احباب میں سے کتاب دوست شخصیت مولانا مفتی علی احمد سندیلوی صاحب جامعہ ہجویریہ کی جامع تاریخ مرتب فرما رہے ہے جو تکمیل کے مراحل میں ہے۔

صاحبِ کشف الاسرار ص 3 پر تحریر کرتا ہے کہ:۔

"چوں در ہندوستان آمدم نواحی لاہور را جنت نظیر یافتم"۔

صاحب کشف المحجوب نے ص 110 پر رقم فرمایا کہ:

"من اندر دیارِ ہند در بلدہ لہا نور کہ از مضافاتِ ملتان است۔"

ان تحریروں سے ہمیں مذکورہ کتابوں کی تصنیف کے ادوار کی نشان دہی ہوتی ہے۔ کشف المحجوب کی یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ اُس وقت لاہور کو "لہانور" اور ہندوستان کو "ہند" لکھا اور بولا جاتا تھا۔ کشف الاسرار کی عبارت ماضی قریب کے دور کی ترجمانی کر رہی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ دونوں کتب ایک شخص کی تصنیف کردہ نہیں اور نہ ہی لکھنے والے ہمعصر تھے۔

کشف الاسرار، ص 5 پر لکھا ہے کہ :

"اے علی! خلقت تجھے گنج بخش کہتی ہے"۔

حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کو زندگی میں گنج بخش نہ کہا گیا تھا بلکہ یہ لقب آپ کے وصال

Marfat.com

کے تقریباً سو برس بعد مشہور ہوا۔ البتہ لاہور میں وارد ہونے کے بعد آپ کو ''داتا'' کہا جانے لگا تھا۔

صاحبِ کشف الاسرار نے لاہور کے افراد کا ذکر کیا ہے کہ:

''میں نے شیخ حسام الدین لاہوری سے سنا ہے کہ اگر کوئی ماں باپ کی قبر کو سجدہ کرے تو کافر نہیں ہوتا............ یہ بزرگ جب نزع کی حالت میں تھے تو میں نے ان سے نصیحت کی التجا کی، فرمایا! اے علی..... مال اور اولاد کو فتنہ سمجھتا رہ........ ماں باپ کی دلجوئی کرتا رہ۔''

یاد رہے کہ جب کوئی شخص اپنے لیے نصیحت کی خواہش کرتا ہے تو ناصح اس کے حال کے مطابق نصیحت کرتا ہے۔

اس بات کے پیشِ نظر کہ حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ لاہور میں دنیاوی مال و متاع سے فارغ، مجردانہ زندگی گزار رہے تھے اور آپ کے والدین غزنی میں تھے یا واصلِ بحق ہو چکے تھے اس پر نصیحت عجب بات ہے۔ حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا حرام سمجھتے تھے۔ اس کا جائز ہونا وہ کیونکر اپنی کتاب میں رقم کر سکتے ہیں۔ اس بات پر بھی حیرت ہے کہ کشف المحجوب جیسی ضخیم کتاب میں لاہور کے کسی فرد کا ذکر موجود نہیں لیکن آٹھ صفحے کا رسالہ ''کشف الاسرار'' لاہوریوں کے ذکر سے بھرا ہوا ہے۔

اس رسالہ میں شیخ تاج الدین کی حکایت کے بعد لکھا ہے کہ:

''اگر تم ہفت ہزاری بھی ہو جاؤ تو کیا ہوگا آخر وہی مٹھی بھر خاک ہی رہو گے۔''

یاد رہے کہ ہفت ہزاری وغیرہ مغلیہ دور کی اصطلاح ہے۔ جو شخص شاہانِ مغلیہ کے دور میں سات ہزار فوجیوں کے قیام، طعام، آلاتِ حرب وضرب اور تنخواہوں کی ضروریات پورا کرتا تھا۔ بوقت ضرورت سات ہزار فوجیوں کو اپنی کمانڈ میں لے کر لشکرِ مغلیہ میں شامل ہو جاتا، اُسے ہفت ہزاری کہا جاتا تھا۔ ایسے منصب داروں کو اخراجات پورے کرنے کیلئے مغل بادشاہ جاگیریں بخش دیا کرتے تھے۔ حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں یہ منصب اور اصطلاح موجود نہ تھی۔

کشف الاسرار ص 7 پر تحریر ہے کہ :

''لاہور میں مَیں نے خود دیکھا کہ کریم اللہ نامی ایک بڑا تاجر تھا۔ اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام امام بخش رکھا گیا۔''

حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایسے نام رائج نہ تھے۔

کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے محبت اور اس کے متعلقات کے بارے میں تفصیلی ذکر فرمایا ہے جس میں عارفانہ انداز میں عشق ومحبت پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس کے علاوہ آدابِ نکاح و تجرد، ص 476 پر حضرت سیّدعلی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ خود پر گزری ایک کیفیت، کسی اَن دیکھے محبوب کے خیال میں مبتلا رہنے اور اس سے نجات پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

''گیارہ سال تک شادی کی آزمائش سے اللہ تعالیٰ نے مجھ (علی بن عثمان) کو محفوظ رکھا، مگر بتقدیرِ الٰہی میرا ظاہر و باطن اس (ایک عورت) کی خوبیوں کا اسیر ہو گیا جو دوسروں نے مجھے بتائی تھیں اور اُس (عورت) کو دیکھے بغیر ہی ایک سال تک اُس کے خیال میں مستغرق رہا۔ قریب تھا کہ میرا دین (نظامِ حیات) تباہ ہو جاتا اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ لطف و کرم سے میرے دلِ ناتواں کو عصمت اور اپنی رحمت سے نجات عطا فرمائی۔''

اس کے برعکس صاحب کشف الاسرار معشوق پر فدا ہونے کی تلقین کرتا ہے اور عشق و معشوق اور یار کی عامیانہ انداز میں باتیں جیسے:

''میری خدا سے یہی آرزو ہے کہ........ مجھے ہیشگی کے باغ و بہار میں جگہ عطا فرما اور میری مراد کے معشوق کو میری بغل میں دے دے۔''

''الٰہی علی کی عاجزی پر رحم فرما یہ عاجز و بیکس تیرے سوا کوئی یار نہیں رکھتا''۔

وغیرہ وغیرہ اس قدر درج ہیں کہ اگر ان سے مراد عشقِ حقیقی لی جائے تو بھی یہ اندازِ بیان حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا قطعاً نہیں۔

حضرت سیّدعلی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیفِ لطیف کشف المحجوب میں کسی جگہ ایسا انداز نہیں اپنایا جس میں خود بینی، خودنمائی، خودستائی اور اپنی ذات کے بارے میں فضیلت و ولایت کا اظہار ہو، لیکن اس کے برعکس صاحب کشف الاسرار زیادہ تر اپنی ہی ذات کی تعریف و توصیف میں قلمکاری کرتا نظر آتا ہے۔ جیسا کہ:

''اے علی! تو مردِ پُرنور مثلِ طور ہے، شیطان سے دُور اور جہاں میں ایک نُور ہے۔''

''اے علی! تو عجب دلربا ہے، گویا حُسنِ یوسف ہے، عالم کی جان ہے اور تو ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے۔''

''اے محلِ دانائی! تو اپنے دل میں عمارت تعمیر کر۔''

Marfat.com

''اے علی! تو عقلمند، بالغ، ولی اللہ، صاحبِ تاج وتخت اور فقیری کے تخت پر سونے والا ہے۔

جب تک تُو ایک پیر ہے، دلپذیر ہے۔''

''اے علی! جب تک تُو بادشاہ ہے چاند کی طرح سورج کا سہارا نہ لے۔''

''اے علی! تو چمکتے ہوئے جوہر رکھتا ہے۔''

یہ بات یقینی ہے کہ صاحب کشف الاسرار یا جعل ساز نے کشف المحجوب کا مطالعہ نہیں کیا اور نہ ہی اُسے کشف المحجوب کی جامعیت کا احساس تھا ورنہ وہ ایسی عبارتوں پر مشتمل رسالہ حضرت سے منسوب کرنے کی حماقت نہ کرتا۔

آٹھ صفحے کے رسالے کشف الاسرار میں مصنف نے خود پسندی اور ہلکے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے چھ جگہوں پر اپنے مخاطب کو''اے میرے طالب'' لکھا ہے جبکہ حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ضخیم تصنیف (جو 546 صفحات پر مشتمل ہے) میں اپنے مخاطب کو صرف چند مقامات پر''اے طالبِ حق'' اور''اے طالب راہِ حقیقت'' تحریر کیا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ دونوں مصنفین کے روّیوں اور مزاج میں تضاد بھی موجود ہے۔

درویش محقق حکیم محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ (م 1999ء) دیباچہ کشف المحجوب اُردو کے ص 24 پر لکھتے ہیں۔

رسالہ کے آخر میں تحریر ہے کہ :

''بر رسولاں بلاغ باشد و بس'' سعدی کا یہ مصرعہ داتا صاحب کا نقل کرنا کرامت ہی سمجھا جا سکتا ہے۔''اس سے صاحبِ کشف الاسرار کی بے خبری اور مطالعہ سے عدم دلچسپی عیاں ہوتی ہے۔

حاصلِ بحث یہ کہ کشف الاسرار کا موازنہ جب بھی کشف المحجوب سے کیا جاتا ہے تو یہ رسالہ فرضی معلوم ہوتا ہے۔ کشف المحجوب میں زبان و بیان کے علاوہ سنجیدہ قاری کو جس سلاست، تبحر، آمد اور علمی، روحانی و عرفانی واردات سے سابقہ پڑتا ہے، اس رسالہ میں کسی طور پر اس کی جھلک تک نہیں پائی جاتی۔ کشف الاسرار کی زبان عامیانہ لاہوری فارسی، غیر مرتب اور انتہائی نوآموز مصنف کی تحریر لگتی ہے اس میں بعض باتیں قابلِ اعتراض بھی ہیں اور تضاد بھی موجود ہے۔ اس رسالہ میں کشف المحجوب کے تشنہ طلب موضوعات کی تشریح کا دعویٰ کیا گیا ہے لیکن کشف الاسرار کے مطالعہ سے ایسی کوئی بات سامنے نہیں آتی بلکہ اس میں کشف المحجوب کے خالص علمی اور سنجیدہ مباحث کو چھیڑا تک نہیں گیا۔

حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں رقم فرمایا کہ:۔

''حضرت جنیدؒ نے تصحیح الارادۃ، حضرت احمد بن خضرویہ نے الرعایۃ بحقوق اللہ، اور حضرت محمد بن علی ترمذی نے بیان آداب المرید بن کے نام سے کتب لکھی ہیں۔ان کے علاوہ ابوالقاسم حکیم ابوبکر وراق، سہیل بن عبداللہ: ابوعبدالرحمٰن السلمی اور اُستاد ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اس موضوع پر بھرپور کتابیں لکھی ہیں۔ یہ سب بزرگ اس فن کے امام تھے۔ اس کتاب کشف المحجوب سے میرا مقصود یہ ہے کہ جس کے پاس یہ کتاب ہواُسے دوسری کتابوں کی ضرورت نہ رہے۔'' (33)

اس عبارت کے بعد یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ خود اکابرین کی کتب سے قارئین کوفراغت دینے کا اعلان فرمارہے ہیں تو کشف الاسرار جیسے غیر سنجیدہ رسالہ کی ضرورت حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کو قطعاً پیش نہیں آئی بلکہ صدیوں بعد یہ ضرورت کسی جعل ساز کو پیش آئی۔

یہ بات اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں کہ ہر دور میں کچھ لوگ مخصوص مفادات کی خاطر نامور شخصیات کے کلام میں حک واضافہ کر کے یا کتابیں خود لکھ کر غلط طور پر ان سے منسوب کرتے رہے ہیں ایسے واقعات تاریخ میں بکثرت مل جاتے ہیں۔ کشف الاسرار نام کی کوئی کتاب یا رسالہ حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف نہیں۔

حوالہ جات

1۔ سیّد علی ہجویری، کشف المحجوب، مقدمہ، تصحیح، ژوکوفسکی، ناشر کتابخانہ ظہوری، تہران 1399ھ / 1979ء، ص3۔

2۔ دُرَرِ نظامی (ملفوظات) مرتبہ شیخ علی محمود جاندار۔

3۔ داراشکوہ، سفینۃ الاولیاء (م1069ھ)۔

4۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی، نفحات الانس (م883ھ)۔

5۔ سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن، فکرِ اسلامی کی تشکیل جدید۔

Marfat.com

6۔ دیباچہ کشف المحجوب (اُردو) مترجم میاں طفیل محمد۔

7۔ مولانا عبدالماجد دریابادی، تصوفِ اسلام۔

8۔ دیباچہ از حکیم محمد موسیٰ امرتسری، کشف المحجوب اُردو ترجمہ ابوالحسنات۔

9۔ پاکستان میں فارسی ادب از ڈاکٹر ظہور الدین احمد۔

10۔ حیات و تعلیمات حضرت داتا گنج بخش از ابوالعاصم حماد ہجویری۔

11۔ انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا از قاسم محمود۔

12۔ سیّدنا علی بن عثمان ہجویری از فدا حسین ماہنامہ مردانِ حُر لاہور۔

13۔ تذکرہ حضرت مخدوم علی ہجویری از علامہ سیّد محمود احمد رضوی محدث دہلوی۔

14۔ مخدوم علی ممتاز ولی از مولانا محمد بخش مسلم، ماہنامہ گنج بخش لاہور مارچ 1984ء۔

15۔ تصوف گنج بخش از علامہ اقبال احمد فاروقی ماہنامہ گنج بخش لاہور جون 1987ء۔

16۔ کشف المحجوب (عربی ترجمہ و مقدمہ) از ڈاکٹر اسعاد عبدالہادی قندیل: 84۔

17۔ کشف المحجوب فارسی پیش گفتار از ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی: سیزدہم۔

18۔ سیّد علی ہجویری، کشف المحجوب، مقدمہ، تصحیح، ژوکوفسکی ناشر، کتابخانہ ظہوری، تہران 1399ھ، 1979ء، ص3۔

19۔ حضرت نظام الدین اولیاء، فوائد الفوائد۔ص4۔

20۔ کشف المحجوب، ص439۔

21۔ ایضاً۔

22۔ ایضاً، ص2۔

23۔ ایضاً، ص96۔

24۔ ایضاً، ص63۔

25۔ ایضاً، ص68۔

26۔ ایضاً، ص192۔

27۔ ایضاً، ص333۔

28۔ ایضاً۔

29۔ ایضاً،ص 360۔

30۔ ایضاً،ص 368۔

31۔ ایضاً، ص8۔

32۔ ایضاً، ص1۔

33۔ ایضاً، ص439۔

Marfat.com

مقامِ ولایت
کشف المحجوب کی روشنی میں

☆ محمد عبدالحکیم شرف قادری

زمین کی دھرتی پر رہنے والے انسانوں کی اکثریت غیر مسلموں پر مشتمل ہے۔ مسلمان دو قسم کے ہیں: (۱) عوام (۲) خواص۔

عوام وہ سیدھے سادے مسلمان ہیں جو دولتِ ایمان سے بہرہ ور ہیں اس کے علاوہ تھوڑے بہت اعمالِ صالحہ انجام دیتے ہیں یا وہ بھی نہیں۔ خواص تعداد میں اگرچہ کم ہیں لیکن بارگاہِ الٰہی میں ان کی قدر و قیمت زیادہ ہے، یہ وہ حضرات ہیں جنہیں قرآن مجید میں اولیاء اور صالحین کے عنوانات سے یاد کیا گیا ہے۔ شہداء کرام رضی اللہ عنہم کا مقام ان سے بلند ہے اور صدیقین ان سے بھی بلند مرتبہ رکھتے ہیں اور ان سب سے زیادہ بلند مقام انبیاء کرام علیہم السلام کا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ۔ (1)

''جو لوگ اللہ جل جلالہ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ۔''

آئندہ سطور میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ کی تصنیفِ لطیف کی روشنی میں بیان کیا جائے گا کہ ولایت اور ولی کا کیا معنی ہے؟ کیا ولی کا اطلاق قرآن و حدیث میں آیا ہے؟ ولی کے بارے میں اہلِ سنت کا مذہب کیا ہے؟ نیز یہ کہ ولی ہوتا کون ہے؟ اور اس کے امتیازی اوصاف کون سے ہیں؟ ولایت اور ولی کا معنی کیا ہے؟

☆ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ لاہور

حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لغت کے اعتبار سے وَلایت (واؤ پر زبر) کا معنی ہے، حق میں تصرف کرنا۔

وِلایت (واؤ کے نیچے زیر) کا معنی امارت اور حکومت ہے۔

وَلایت (واؤ پر زبر کے ساتھ) کا معنی ربوبیت بھی آتا ہے اور لفظ ولایت محبت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جہاں تک لفظ ''وَلی'' کا تعلق ہے تو یہ فعِیل کے وزن پر ہے اور اس میں دو احتمال ہیں۔

1۔ فَعِیل بمعنی مفعول ہو، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ (2)

''اللہ تعالیٰ نیکوں کا کارساز ہے۔''

2۔ فعیل بمعنی فاعِل ہو، یعنی بندہ خوب محنت کرتا ہے اور اللہ کے حقوق اور احکام کی پاسداری کرتا ہے اور اس کے غیر سے منہ پھیر لیتا ہے ایسا شخص مرید ہوگا اور اللہ تعالیٰ مراد۔ (3)

قرآن و حدیث میں ولی کا اطلاق:۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (4)

''سنو! اللہ کے اولیاء پر نہ خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے:

نَحْنُ اَوْلِيَاءُ كُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (5)

''ہم تمہارے مددگار ہیں دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں۔''

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ (6)

''اللہ مددگار ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَعِبَادًا يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ وَ الشُّهَدَاءُ۔

''بے شک اللہ کے کچھ بندے وہ ہیں جن پر انبیاؑ اور شہداء رشک کریں گے۔''

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہمیں بیان فرمائیں کہ وہ کون لوگ ہیں تاکہ ہم ان سے محبت کریں۔ ارشاد فرمایا:۔

''یہ وہ لوگ ہیں جو کمائی اور اموال کے بغیر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روح کے ساتھ آپس میں محبت کرتے ہیں، ان کے چہرے (روزِ محشر) نور کے منبروں پر جگمگا رہے ہوں گے، جب لوگ خوف میں مبتلا ہوں گے وہ خوف سے محفوظ ہوں گے اور جب لوگ غمگین ہوں گے وہ غم سے آزاد ہوں گے۔''

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (7)

حدیثِ قدسی میں ہے:

مَنْ آذٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدِ اسْتَحَلَّ مُحَارَبَتِيْ۔

''جس نے میرے ولی کو ایذا دی اس نے میرے ساتھ جنگ کرنے کو حلال جان لیا۔''

کیا کراماتِ اولیاء برحق ہیں؟

اس مسئلے میں تین مذاہب ہیں:

1۔ اہلِ سنت و جماعت: کے نزدیک زمانہ ماضی میں اولیاء کرام ہوئے ہیں اب بھی موجود ہیں اور آئندہ بھی قیامت تک ہوتے رہیں گے۔

2۔ معتزلہ: کہتے ہیں کہ تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے میں کسی مومن کو کسی دوسرے پر فضیلت نہیں یعنی وہ ولایت کے بھی منکر ہیں اور کرامت کے بھی۔

3۔ حشویہ: کہتے ہیں کہ ماضی میں تو اولیاء اور اصحاب کرامات تھے، آج نہیں ہیں۔ (8)

حضرت سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ مذہب اہلسنت کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اولیاء کرامؒ ہم سے پہلے گزشتہ زمانوں میں ہوئے ہیں اب بھی ہیں اور اس کے بعد قیامت تک بھی ہوتے رہیں گے۔ (9) اس دعویٰ پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو دوسری تمام اُمتوں پر فضیلت دی ہے اور ضمانت دی ہے کہ میں شریعتِ مصطفیٰ ﷺ کو محفوظ رکھوں گا۔ جب اس کے نقلی اور عقلی دلائل و براھین آج بھی علماء

Marfat.com

میں موجود ہیں تو اس شریعت کے مشاہداتی دلائل بھی اولیاء اور خواص میں موجود ہونے چاہییں (10)۔

اہلسنت کے عقائد ونظریات سے جداگانہ افکار کا حامل فرقۂ معتزلہ کسی زمانے میں بڑے عروج پر رہا ہے۔اس مسئلے میں ان کی رائے اس سے پہلے بیان کی جا چکی ہے۔حضرت سیّدعلی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں فرماتے ہیں:

''معتزلہ ایک مسلمان کو دوسرے پر ترجیح دینے کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ ولی کی تخصیص کی نفی نبی کی نفی ہوگی اور یہ کفر ہے۔'' (11)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمام مسلمان یکساں ہیں اور ان میں سے کسی کو کسی دوسرے پر فضیلت حاصل نہیں ہے تو مسلمانوں میں ولی کسی امتیازی حیثیت کا حامل نہیں ہو سکے گا تو نبی کیسے پایا جائے گا؟ یعنی ولی کے وجود کی نفی کو نبی کے وجود کی نفی لازم ہے اور وجودِ نبی کی نفی کفر ہے۔چند سطور کے بعد فرماتے ہیں:

''لیکن معتزلہ بالکل تخصیص اور کرامات کا انکار کرتے ہیں حالانکہ ولایت کی حقیقت یہی کرامات ہیں اور بعض افراد کی خصوصیت ہے، نیز وہ کہتے ہیں کہ تمام مسلمان اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں جب وہ مطیع ہوں اور جو شخص ایمان کے احکام کے ساتھ قائم ہو، اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے دیدار کا منکر ہو اور مومن کے ہمیشہ دوزخ میں رہنے کو جائز رکھے اور رسولوں کی تشریف آوری اور کتابوں کے نازل ہونے کے بغیر محض عقل کی بناء پر مکلف ہونے کا اقرار کرے، وہ ولی ہوگا۔''

داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایسا شخص تمام مسلمانوں کے نزدیک بھی ولی ہوگا۔لیکن کس کا؟ شیطان کا۔'' (12)

صفاتِ ولایت: وہ صفات جن کے حامل کو ولی کہا جا سکتا ہے:۔

1۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ (13) ''اور وہی نیکوں کا کارساز ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اس کے افعال اور اوصاف کے ساتھ چھوڑ نہیں دیتا، بلکہ اسے اپنی حفاظت کے پردے میں رکھتا ہے۔

2۔ ولی بروزن فَعِیل ہے جو فاعل کے معنی میں مبالغہ کے لیے آیا ہے، مطلب یہ کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ محبت کرتا ہے، ہمیشہ اس کے حقوق کی رعایت کرتا ہے اور اس کے غیر سے اعراض کرتا ہے۔

Marfat.com

3۔ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی امداد فرماتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے امداد کا وعدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَلَا اِنَّ نَصۡرَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ (14) ''سنو! بے شک اللہ تعالیٰ کی امداد قریب ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:۔

وَاَنَّ الۡکٰفِرِیۡنَ لَا مَوۡلٰی لَهُمۡ (15) ''اور یہ کہ کافروں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے۔''

جب کافروں کے لیے کوئی مددگار نہیں تو لازمی طور پر مومنوں کے لئے مددگار ہوگا۔

آیات سے استدلال کرتے وقت اللہ تعالیٰ مومنوں کی عقلوں کی امداد فرماتا ہے ان کے دلوں پر معانی منکشف فرماتا ہے نیز نفس و شیطان کی مخالفت اور اپنے احکام کی موافقت میں ان کی امداد فرماتا ہے۔

4۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی دوستی کے ساتھ مخصوص فرمالیتا ہے اور انہیں دشمنی کی جگہ سے محفوظ رکھتا ہے، جیسے ارشاد فرمایا:

یُحِبُّهُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَهٗ ۔ (16) ''اللہ انہیں محبوب رکھتا ہے وہ اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔''

5۔ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو ولایت عطا فرماتا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہے، پھر اسے حفاظت، عصمت اور اطاعت میں محفوظ رکھتا ہے تاکہ اس کی فرمانبرداری پر قائم رہے، اس کی نافرمانی سے پرہیز کرے اور شیطان اس کی آہٹ سن کر بھاگ جائے۔

6۔ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو ولایت عطا فرماتا ہے تاکہ کائنات میں اس کا حل و عقد (تصرّف) نافذ ہو، اس کی دعائیں مقبول اور اس کے سانس مقبول ہوں، جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بہت سے بکھرے ہوئے اور غبار آلود بالوں اور دو (معمولی) چادروں والے ہیں جنہیں کوئی اہمیت نہیں دی جاتی ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر کوئی بات قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کر دیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری فرما دیتا ہے۔

مشہور ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں دریائے نیل اپنی عادت کے مطابق رک گیا۔ دورِ جاہلیت میں ہر سال ایک دوشیزہ اس میں ڈالتے تھے تو وہ جاری ہو جاتا تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر لکھا:

''اے پانی اگر تو خود ٹھہرا ہے تو یہ ناممکن ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر کوئی ذرہ حرکت نہیں کر سکتا) اور اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹھہرا ہے تو عمر تجھے کہتا ہے کہ تو جاری ہو جا۔''

جب وہ پرچہ (تعویذ) پانی میں ڈالا گیا تو پانی جاری ہو گیا اور یہ حقیقی حکومت تھی۔

ولایت اور اس کے ثابت کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اس شخص کو ولی کہا جا سکتا ہے۔ جس میں معانی مذکورہ پائے جائیں اور یہ اس کا ''قال'' نہیں ''حال'' ہو۔ (17)

مسلّم اولیائے کرام سے پوچھیے ولی کون ہے؟

آج عوام الناس بلکہ بہت سے اپنے آپ کو خواص میں سے شمار کرنے والے ولایت کو موروثی چیز سمجھ رہے ہیں، کسی کا باپ یا دادا اگر ولی تھا تو وہ بنا بنایا ولی ہے، چاہے وہ نماز روزہ ادا کرے یا نہ، چہرے پر سرکارِ دو عالم ﷺ کی سنتِ مبارکہ داڑھی ہو یا نہ ہو، اسی طرح وہ فرائض اور واجبات ادا کرے یا نہ کرے، چونکہ وہ اولیاء کی اولاد میں سے ہے اس لیے وہ بھی ولی ہے اس سے دعائیں کروائی جارہی ہیں، ہاتھ چومے جا رہے ہیں اور نذرانے پیش کیے جارہے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ننگ دھڑنگ ہو، اسے غسل سے دلچسپی ہو نہ وضو سے، بھنگ اور چرس کا استعمال بے تکلفی سے کیا جارہا ہو تو لوگ پروانہ وار اس کے گرد پھرتے ہیں اور اس کے وفات کے بعد اس کی قبر پر عالی شان گنبد بنایا جاتا ہے اور یوں اُمتِ مسلمہ کا بہت سا سرمایہ بجائے مدارس اور علمی مراکز کے، قبروں پر صرف ہو جاتا ہے۔ کہنا یہ ہے کہ ہر شخص ''داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ'' نہیں ہوتا کہ اس کی قبر پر گنبد بنا دیا جائے۔

داتا گنج بخش سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے مسلّم اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے حوالے سے جو کچھ فرمایا ہے اس کا مطالعہ چشم بصیرت کے لیے سرمے کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

1۔ بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ لوگوں نے پوچھا کہ ولی کون ہوتا ہے؟ فرمایا:

''ولی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے امر اور اس کی نہی کے ماتحت صبر کرنے والا (پابند) ہو۔''

اس کی وجہ یہ ہے کہ جس آدمی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی دوستی جتنی زیادہ ہو گی اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم اتنی ہی زیادہ ہو گی اور اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کام سے اس کا جسم اتنا ہی دور ہو گا۔

2۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہی سے مروی ہے کہ انہیں بتایا گیا کہ فلاں شہر میں اللہ تعالیٰ کا ایک ولی ہے، فرماتے ہیں کہ میں اٹھا اور اس کی زیارت کا ارادہ کیا، جب میں اس کی مسجد میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے گھر سے باہر آیا اور اس نے مسجد میں تھوک دیا، میں اسے سلام کیے بغیر اسی جگہ سے واپس آ گیا،

Marfat.com

میں نے کہا:۔

''ولی کو چاہیے کہ شریعت کو ملحوظ رکھے یا اللہ تعالیٰ اس کے حال پر نگاہ رکھے، اگر یہ شخص ولی ہوتا تو مسجد کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسجد کی زمین پر نہ تھوکتا یا کرامت کی صحت کے لیے مسجد کے حق کی حفاظت کرتا۔''

اس رات مجھے خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''بایزید! تم نے جو کام کیا ہے اس کی برکتیں تمہارے اندر پہنچ گئی ہیں۔'' دوسرے دن میں اس درجے پر فائز ہو گیا جہاں تم مجھے دیکھتے ہو۔

3۔ میں نے سنا کہ ایک شخص شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور اس نے پہلے بایاں پاؤں مسجد میں رکھا، شیخ ابوسعیدؒ نے فرمایا: اسے واپس کر دو، کیونکہ جو شخص محبوب کے گھر میں آنے کا ادب نہیں جانتا وہ ہماری مجلس کے لائق نہیں ہے۔ **(18)**

اس تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ولی کے لیے ضروری ہے کہ وہ احکامِ شریعت پر عمل پیرا ہو، طریقت میں ایسا مقام کوئی نہیں ہے جہاں انسان احکام کی پابندی سے آزاد ہو جائے۔

حضرت سیّد علی ہجویری قدس سرہ فرماتے ہیں:

''ملحدین........ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے........ کے ایک گروہ نے طریقت کے ساتھ اپنا عظیم تعلق قائم کیا، وہ کہتے ہیں کہ خدمت اور عبادت اتنی کرنی چاہیے کہ انسان ولی بن جائے اور جب ولی بن جائے تو خدمت (اور عبادت) ختم ہو گی۔

اور یہ گمراہی ہے، راہِ حق میں ایسا کوئی مقام ظاہر نہیں ہوتا اور عبادت کا کوئی رکنِ مرتفع (ختم ہونے والا) نہیں ہوتا۔ **(19)**

Marfat.com

حوالہ جات

1۔ سورۃ النساء:69
2۔ سورۃ الاعراف:196۔
3۔ سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، کشف المحجوب، ترجمہ از مولانا غلام معین الدین نعیمی، زاہد فاؤنڈیشن لاہور، ص:312۔
4۔ سورۂ یونس:62۔
5۔ سورۂ حم السجدۃ:31۔
6۔ سورۃ البقرۃ : 257۔
7۔ سورۂ یونس:62۔
8۔ کشف المحجوب، ص314-315۔
9۔ ایضاً۔(فارسی قلمی)، ص291۔
10۔ کشف المحجوب، فارسی عکسی نسخہ خطبہ، ص291۔
11۔ ایضاً۔
12۔ ایضاً، فارسی خطی، ص293-294۔
13۔ سورۃ الاعراف:196۔
14۔ سورۃ البقرۃ: 214۔
15۔ سورۂ محمد: 11۔
16۔ سورۃ المائدہ:54۔
17۔ کشف المحجوب، ص289-290۔
18۔ کشف المحجوب فارسی، ہمن پبلیکیشنز لاہور، ص320۔
19۔ ایضاً۔

کشف المحجوب کے عربی ترجمہ پر ایک نظر

☆ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

مُرشدِ لاہور حضرت ابوالحسن علی بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ جو جلابی، ہجویری اور لاہوری کہلائے اور شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبالؒ نے جنہیں ''سیدِ ہجویر''، ''مخدومِ امم'' اور ''پاسبانِ عزتِ امّ الکتاب'' کے محترم القاب سے یاد کیا ہے(1) کی شہرۂ آفاق تصنیف ''کشف المحجوب'' اسم بامسمّٰی ہے اور حق شناسی کے لیے تمام پردے چاک کرتی، ظلماتِ کفر وضلال کو نابود کرتی اور طالبانِ حق کو حضورِ حق تک پہنچانے کے لیے ایک مرشد ورہنما کا کام دیتی ہے۔ فارسی کے صوفی شاعر ومدح سرائے نبوی ﷺ ملا ''عبدالرحمٰن جامیؒ'' نے مرشدِ لاہورؒ کا تذکرہ اپنی کتاب ''نفحات الانس'' میں انتہائی محبت اور احترام سے کیا ہے اور ان کی اس شہرۂ آفاق تصنیف کے متعلق فرمایا ہے کہ:

''یہ عظیم کتاب فنِ تصوف وزہد کی ایک قیمتی، مشہور اور معتبر کتاب ہے۔''(2)

اور حضرت نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ازراہِ عقیدت واحترام فرمایا کرتے تھے کہ:

''کشف المحجوب'' حضرت ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری قدس سرہ کی تصنیف ہے، اگر کسی سالک کو مرشد ورہنمائے طریقت میسر نہ ہو تو اسے اس کتاب کے مطالعہ سے ہی گوہرِ مقصود میسر آجائے گا۔(3)

برعظیم پاک وہند کے مردِ حق امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس ''داتا کی نگری'' شہر لاہور کو بلادِ برعظیم کے لئے ''قطب الارشاد'' یعنی محورِ ہدایت ورہنمائی قرار دیتے تھے کہ یہاں صاحبِ کشف المحجوب محو خواب واستراحت ہیں جنہوں نے بتکدۂ ہند میں اپنے دستِ مبارک سے شجرۂ توحید لگایا، سینچا اور اسے پروان چڑھایا تھا!(4)

بہر حال مرشد ومخدومِ لاہورؒ کی یہ عظیم وجلیل کتاب اسلامی تصوف پر اولین تصنیف ہے جو فارسی میں لکھی گئی اور اسے فارسی میں وہی حیثیت حاصل ہے جو عربی زبان کی کتبِ تصوف میں ابونصر سراج طوسی کی ''کتاب اللمع'' کو حاصل ہے۔ ''کشف المحجوب'' سے پہلے فارسی میں اس موضوع پر کوئی کتاب تصنیف نہیں

☆۔ سابق پرنسپل اورینٹل کالج و ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ، پنجاب یونیورسٹی لاہور

Marfat.com

ہوئی (صرف کلاباذی کی کتاب ''التعرف'' کی فارسی شرح کا ذکر ملتا ہے جو مستملی بخاری نے کیا تھا!) اس لیے کشف المحجوب کو برعظیم ہی نہیں پوری اسلامی دنیا میں ایک منفرد مقام حاصل ہے، اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ جس طرح حضرت داتا گنج بخشؒ فیضِ عالم مظہرِ نورِ اسلام کے وجود سے شہر لاہور کو اسلامی دارالحکومت ہونے کا شرف حاصل ہوا تو اسی طرح ان کی کتاب مستطاب ''کشف المحجوب'' اسلامی تصوّف کا ایک مینارۂ نور ہے جس کی رہنمائی دینے والی روشنی پورے عالم اسلام بلکہ تمام جہانِ دنیا کے سالکانِ طریقت اور طالبانِ حق کو راہِ ہدایت دکھا رہی ہے۔ اسی لیے تو شاعر مشرقؒ نے اس عظیم مبلّغِ اسلام اور داعیِ حق کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ (5)

سیدِ ہجویر مخدومِ امم — مرقدِ او پیر سنجر را حرم
بندہائے کوہسار آساں گسیخت — در زمینِ ھند تخمِ سجدہ ریخت
عہدِ فاروقؓ از جمالش تازہ شد — حق زحرف او بلند آوازہ شد
پاسبانِ عزتِ اُمّ الکتاب — از نگاہش خانۂ باطل خراب
خاکِ پنجاب از دمِ او زندہ گشت — صبحِ ما از مہرِ او تابندہ گشت
عاشق و ہم قاصد طیّارِ عشق — از جبینش آشکار اسرارِ عشق!

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، کی کشف المحجوب کے ضمن میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یہ ان کی آخری تصنیف بھی ہے اور گردشِ زمانہ اور عواصفِ ایام کی دست برد سے بچ رہنے والی واحد کتاب بھی ہے۔ آپ کی دیگر تمام تصانیف، بشمول ان کا دیوانِ شعر، مفقود ہیں اور صرف نام باقی رہ گئے ہیں (یہ الگ بات ہے کہ حضرتؒ کی ان مفقود تصانیف کے اقتباسات اور حوالے کشف المحجوب میں جابجا ملتے ہیں)۔ جیسا کہ عرض ہوا یہ کتاب فارسی زبان میں لکھی گئی اور غزنوی عہد کی فارسی نثر کی ایک نمائندہ کتاب کہی جا سکتی ہے، اسی طرح فارسی زبان میں اسلامی تصوّف پر یہ اوّلین تصنیف ہے اور لاہور میں لکھی جانے والی چند معتبر و مستند کتابوں میں سے ایک ہے۔ داتا صاحبؒ کی یہ کتاب اپنے موضوع پر نہ صرف یہ کہ ایک منفرد کتاب ہے بلکہ جامعیت وکمال کے لحاظ سے بھی ایک بیمثال و بےنظیر تصنیف ہے۔ قرائن سے یہ تو واضح ہوتا ہے کہ یہ کتاب حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری دس پندرہ سالوں کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ مگر اس کی تصنیف کی تاریخ کا تعین مشکل ہے۔ البتہ اتنی بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ یہ پانچویں صدی ہجری کے نصف آخر بلکہ ربع آخر کی یادگار ہے۔ (6)

اسلامی تصوّف کے اس منارۂ نور کے تراجم دنیا کی متعدد زبانوں میں کیے جا چکے ہیں جن میں عربی، اُردو اور انگریزی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ کشف المحجوب کے فارسی متن کے متعدد مطبوعہ نسخے متداول ہیں جن میں سے روسی مستشرق (ژوکوفسکی) اور ایرانی سکالر ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی کے محققانہ ایڈیشن خصوصی تذکرے کے مستحق ہیں۔ ڈاکٹر تسبیحی کے بیان کے مطابق کشف المحجوب کے دریافت شدہ خطی نسخوں کی تعداد ساٹھ کے قریب ہے جو قدیم زمانوں میں موجود تھی، جب مطابع اور پریس وجود میں نہیں آئے تھے۔ یہ حضرت داتا صاحبؒ کی اس شہرۂ آفاق تصنیف کی مقبولیت کی بھی دلیل ہے۔ تاہم کتاب کے مطبوعہ نسخوں کی طرف ڈاکٹر تسبیحی متوجہ نہیں ہوئے لیکن مصری خاتون سکالر ڈاکٹر ''اِسعاد عبدالہادی قندیل'' نے کتاب کے آٹھ مطبوعہ نسخوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے تین پاکستان میں، تین ایران میں اور دو معدوم سوویت یونین میں (یعنی 1330ھ میں سمرقند سے اور 1926ء میں لینن گراڈ سے)۔ یہ لینن گراڈ کا تاریخی مطبوعہ ایڈیشن پروفیسر ژوکوفسکی کی محنت کا نتیجہ ہے جنہوں نے کتاب کے پانچ خطی نسخے سامنے رکھ کر اسے ایڈٹ کیا جن میں ایک مشہور مخطوطۂ تاشقند بھی شامل ہے۔ جو 1046ھ میں لکھا گیا اور تاشقند کی پبلک لائبریری کی زینت ہے۔ (7)

ڈاکٹر اسعاد نے کشف المحجوب کے گیارہ خطی نسخوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے پانچ وہ ہیں جن سے ڈاکٹر ژوکوفسکی نے استفادہ کیا تھا اور پانچ نسخے انڈیا آفس لائبریری (جواب برطانوی عجائب گھر کی لائبریری کا حصہ بن چکی ہے) اور پانچواں مخطوطہ دارالکتب المصریہ (جواب مصر کی عظیم قومی لائبریری 'ھیئۃ الکتاب المصری' میں ضم ہو چکی ہے) میں محفوظ ہے۔ برطانوی مستشرق ڈاکٹر نکلسن نے کشف المحجوب کے انگریزی ترجمہ کے لئے لاہور کا ایڈیشن استعمال کیا تھا جو 1903ء میں شائع ہوا تھا۔ (8)

کشف المحجوب کے کئی ایک اُردو تراجم بھی موجود و متداول ہیں لیکن ان اُردو تراجم کے متعلق اہلِ نقد و بصیرت کی رائے یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ترجمہ بھی ایسا نہیں جو نقائص سے مبرّا ہو۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ کتاب کی فارسی نثر قدرے مشکل ہے اور مترجمین کے قابو میں نہیں آتی، ایک تو اس لیے کہ ابتدائی غزنوی عہد میں فارسی کی نوک پلک ابھی درست نہیں ہوئی تھی، فارسی شاعری تو ''رودکی'' سے ''فردوسی'' تک پہنچتے پہنچتے کافی پختہ ہو گئی تھی لیکن فارسی نثر کو ابھی کوئی ''رودکی'' یا ''فردوسی'' نہیں ملا تھا اور وہ ادبی میدان کے علاوہ حکومتی ایوانوں سے عربی کو مکمل طور پر بے دخل کر کے اقتدار سنبھالنے کی قابل بھی نہ ہو پائی تھی۔ دوسری وجہ شاید یہ ہو کہ حضرت داتا گنج بخشؒ عربی زبان اور علومِ اسلامیہ کے ماہر تھے اس لیے یوں لگتا ہے کہ یا تو وہ پہلے عربی میں لکھتے ہوں گے اور پھر اسے اپنے وقت کی متداول فارسی کا جامہ پہناتے ہوں گے یا کم سے کم سوچتے

Marfat.com

تو عربی میں ہوں گے، اس لیے ان کے فارسی جملے اور عبارات عربی کے قریب ہیں۔ یہ بات بھی اس صورت حال میں پوری طرح کارفرما ہے کہ کشف المحجوب کے فاضل مصنف کے سامنے فارسی زبان کا کوئی مصدر یا مآخذ بھی موجود نہیں تھا اور ان کے تمام تر مآخذ و مصادر عربی زبان میں تھے۔ چنانچہ یا تو وہ عربی سے اخذ و ترجمہ سے کام لیتے تھے اور یا عربی جملے اور عبارات مع فارسی ترجمہ پیش کر دیتے تھے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مصادر و مآخذ میں چار عربی کتب تصوف کو بنیادی حیثیت حاصل تھی:

1۔ ابونصر سراج طوسیؒ کی ''کتاب اللمع''۔

2۔ کلاباذیؒ کی کتاب ''التعرف لمذہب اہل التصوف''۔

3۔ امام قشیریؒ کا ''الرسالۃ القشیریۃ''۔

4۔ ابوطالب مکیؒ کی کتاب ''قوت القلوب''۔

میں نے کشف المحجوب کے مطالعہ سے یہ محسوس کیا ہے کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سوچتے عربی میں ہوں گے اور پھر لکھتے فارسی میں ہوں گے! اس طرح ان کی فارسی نثر ایک اعلیٰ مگر ابتدائی نمونہ ہوتے ہوئے بھی قدرے الجھن اور مشکل کی زد میں آ گئی۔ اسی لیے سوائے عرب مترجم کے باقی زبانوں کے مترجمین کو دقت پیش آئے گی۔ اگر وہ عربی سے بالکل نابلد ہوئے تو پھر تو اور بھی مشکل ہوگا!

کشف المحجوب کی عربی مترجم محترمہ ڈاکٹر اسعاد عبدالہادی قندیل مصر کے ایک علمی گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ (جناب عبدالہادی قندیل بھی ایک عالم و فاضل انسان تھے) ڈاکٹر اسعاد نے قاہرہ کی عین شمس یونیورسٹی سے **1964**ء میں فارسی میں ایم۔اے کیا تو حضرت داتا گنج بخشؒ کے ایک معاصر صوفی اور ولی اللہ حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ کے حوالے سے جو تحقیقی مقالہ لکھا اس کا عنوان تھا: ''ابوسعید بن ابی الخیر مع ترجمہ کتاب اسرار التوحید''۔ یہ بھی فارسی میں ایک کتابِ تصوف ہے جو انہی ابوسعید فضل اللہ بن ابی الخیر کے ایک پڑپوتے محمد بن المنورؒ کی تصنیف ہے اور ابوسعیدؒ کے تذکرے کے علاوہ اسلامی تصوف کے مسائل سے بھی بحث کرتی ہے، پھر ڈاکٹریٹ کا مرحلہ آیا تو ڈاکٹر اسعاد نے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا موضوعِ تحقیق بنایا، مقالہ کا عنوان تھا، "الھجویری و مذھبہ فی التصوف کما یبدو من کتابہ کشف المحجوب" (یعنی حضرت ہجویریؒ کا مسلکِ تصوف جیسا کہ ان کی کتاب کشف المحجوب سے عیاں ہے) اس مقالہ پر انہیں **1969**ء میں عین شمس یونیورسٹی قاہرہ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا ہوئی۔ اس علمی کام کے بعد بھی انہوں نے اس موضوع کو فراموش نہیں کیا اور اپنے فاضل استاذ ڈاکٹر ابراہیم امین شواربی کی اس خواہش

Marfat.com

بلکہ حسرت کی تکمیل کو مدنظر رکھا کہ ''اسرار التوحید'' اور کشف المحجوب کو عربی زبان میں منتقل کیا جائے۔ چنانچہ 1973ء میں ڈاکٹر اسعاد صاحبہ نے تصوف اسلامی کے اس منارۂ نور کو اپنے مفصل مقدمہ کے ساتھ مکمل کیا۔ مقدمہ سے قبل چند سطور بطورِ دیباچہ تحریر کیں جن کا عنوان ہے ''حرفِ وفا''۔ جس میں وہ لکھتی ہیں:

''جب میں عین شمس یونیورسٹی قاہرہ میں فیکلٹی آف آرٹس کی طالبہ تھی تو میرے فاضل استاذِ فارسی ڈاکٹر ابراہیم امین شواربی نے کلاس لیکچر کے دوران دو کتابوں کا تذکرہ بے حد دلچسپ مگر درد بھرے انداز میں کیا اور فرمایا تھا کہ اسلامی تصوف پر ''اسرار التوحید'' اور ''کشف المحجوب'' دو عظیم کتابیں ہیں جنہیں ایڈٹ کرنے اور یورپی زبانوں میں ان کا ترجمہ کرنے میں بھی مستشرقین ہم پر سبقت لے گئے ہیں، کاش کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ انہیں عربی زبان میں منتقل کر کے عرب اہلِ علم کی ان دو عظیم الشان کتابوں تک رسائی ممکن بنا دے اور وہ تصوف و فکرِ اسلامی کے متعلق مفید معلومات سے براہِ راست استفادہ کرنے کے قابل ہو جائیں!''

یوں ڈاکٹر اسعاد عبدالہادی قندیل نے اپنے استاذ کی اس آرزو کی تکمیل کر دی، اور دونوں کتابیں: ''اسرار التوحید'' اور ''کشف المحجوب'' عربی کے صوفی لٹریچر کا حصہ بن گئیں!

کشف المحجوب کے عربی ترجمہ پر مزید گفتگو سے قبل یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اچھا اور معیاری ترجمہ کرنا کوئی آسان کام نہیں، کم سے کم اتنا حقیر اور آسان تو بالکل نہیں جتنا ہمارے ہاں کے بعض لوگ خیال کرتے ہیں۔ اچھا اور معیاری مترجم ہونا بھی ایک مُسلّم فن ہے اور اس میں کمال پیدا کرنا ہر کہ و مہ کو نصیب نہیں ہوتا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اس حقیقت کو بھی سب سے پہلے اہلِ مغرب نے ہی دریافت اور تسلیم کیا ہے۔ آج یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں ترجمہ کرنے کی تعلیم و تربیت کے لیے الگ اور مستقل شعبے قائم ہیں جہاں ایک زبان سے دوسری زبان میں علوم و معارف کو منتقل کرنے کا فن سکھایا جاتا ہے تاکہ ایک قوم کے کمالات علم و دانش سے دوسری قوم کے لوگ آگاہ ہوں۔ عالم اسلام کی تاریخی بلکہ تاریخ ساز اسلامی یونیورسٹی جامعہ ازہر کو بھی یہ شرف حاصل ہے جہاں اس کام کیلئے ایک مستقل شعبہ ہی نہیں بلکہ پوری فیکلٹی قائم ہے ''کلیۃ اللغات والترجمہ'' یعنی فیکلٹی آف لینگویجز اور ٹرانسلیشن (اس فیکلٹی میں راقم کو مہمان استاذ کی حیثیت سے پڑھانے کا اعزاز بھی حاصل ہے!!)۔ یہ فیکلٹی تیس زبانوں پر مشتمل ہے جن میں یورپ، افریقہ اور ایشیا کی دس دس زبانوں کے شعبے قائم ہیں جہاں ان تیس زبانوں کے مترجم تیار کیے جاتے ہیں۔ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ اہم شعبہ عبرانی زبان کا تھا۔ مصر نے ابھی اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا تھا مگر عبرانی زبان کے تمام اخبارات و رسائل و مطبوعات

Marfat.com

اسرائیل سے مصر پہنچتی تھیں لیکن براہِ راست نہیں بلکہ براستہ یورپ وامریکہ۔ مصری کہتے تھے کہ جب تک یہ پتہ نہ ہو کہ دشمن قوم آپ کے خلاف کیا کیا لکھتی اور کہتی ہے اس وقت تک آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ وہ تو کہتے تھے کہ ایک فرمان نبوی ﷺ ہے :

"تعلموا الغة قوم تأمنوا شرهم"

(کسی قوم کی زبان سیکھ لو اس کے شر سے محفوظ ہو جاؤ گے!)

جس زمانے میں جنرل محمد صفدر پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے تو میں نے یونیورسٹی اورینٹل کالج کے پرنسپل اور ڈین کی حیثیت سے پنجاب یونیورسٹی میں اس قسم کا ادارہ قائم کرنے کی تجویز دی تھی اور انہوں نے نہ صرف اسے پسند کیا تھا بلکہ نئے کیمپس میں اس کیلئے جگہ کی بھی نشاندہی کر دی تھی مگر بعد میں یہ معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا لیکن میں نے اورینٹل کالج میں ہندی زبان کا مستقل شعبہ قائم کر دیا اور بی اے، ایم اے کے نصابات بنا کر منظور بھی کروا لئے تھے مگر بعد میں یہ بھی علم دوستی اور دانش پروری کی نذر ہو گیا۔ لوگ طنز کرتے تھے کہ اب تو قوم کو بتوں کو "پرنام" کرنے اور "نمستے" کہنے کی تربیت دی جائے گی! میں کہتا تھا کہ ہندی زبان آج بیس کروڑ مسلمانوں کی زبان بھی ہے۔ مسلمان بچوں کے لیے بہترین کتابیں تیار کرنے کی ضرورت ہے! پھر آپ کو یہ بھی جاننے کی ضرورت ہے کہ ایک ارب انسانوں کیلئے اس زبان میں اسلام، پاکستان اور مسلمانوں کے متعلق کیا کچھ لکھا جا رہا ہے اس سے ہمیں آگاہی حاصل کرنا ہے! آج جو آدمی بھی واہگہ بارڈر کراس کرتا ہے یا دہلی کے ہوائی اڈے پر اترتا ہے تو وہ تو ہندی میں لکھے ہوئے سائن بورڈ بھی پڑھنے سے عاجز ہوتا ہے! مگر طوطی کی نقار خانہ میں کون سنتا ہے!!؟

بہر حال بات ہو رہی تھی ترجمہ بطور فن کی! اس فن میں کمال کے لیے خداداد صلاحیت کے علاوہ ہر دو زبانوں پر (یعنی اپنی زبان اور غیر ملکی زبان جس سے ترجمہ کرنا مقصود ہے دونوں پر) کامل عبور رکھنا بنیادی شرطیں ہیں۔ دونوں زبانوں میں سے کسی پر بھی گرفت نہ ہو تو بات نہیں بنتی تاہم ترجمہ اور مترجمین کی کئی ایک اقسام اور درجات ہیں۔ ایک قسم ہے لفظی ترجمہ کرنے والوں کی۔ اس کا بھی ایک فائدہ ہے، ہر زبان کے لفظ کے مقابل دوسرے زبان کا لفظ آ جاتا ہے جس سے لفظ سیکھنے میں مدد ملتی ہے اور ذہین قاری اصل بات تک پہنچ سکتا ہے لیکن اس قسم کے ترجمہ میں خرابیاں اور مشکلات بھی ہیں۔ مترجمین اور ترجمہ کی ایک قسم آزاد ترجمہ اور آزاد مترجمین ہے مگر "آزاد لوگ" بعض اوقات اس قدر آزاد ہو جاتے ہیں کہ اصل سے نہ صرف دور ہو جاتے ہیں بلکہ بعض اوقات بالکل برعکس بات بن جاتی ہے۔ بولنے لکھنے والا ایک وادی میں اور مترجم کسی اور وادی

میں گھوم رہا ہوتا ہے۔ کہنے والا کہہ رہا ہوتا ہے کہ میں آپ کا دشمن ہوں اور مترجم کہہ دیتا ہے کہ میں آپ کا دوست ہوں یہ ترجمہ خطرناک اور بعض اوقات بہت تباہ کن نتائج کا حامل ہوتا ہے

"من چه می سرایم و طنبورهٔ من چه می سراید"

(میں کیا گا رہا ہوں اور میرا ساز کیا الاپ رہا ہے!)

کی یہ صورت گدھے کو گھوڑا اور گھوڑے کو گدھا کہنے کا نقشہ پیش کرتی ہے۔ تاہم ایک قوم کے محاورہ میں اگر "اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی" ہے کے بجائے "گدھے رے گدھے کبھی تو ضد نہ کیا کر" کا محاورہ ہو تو بامحاورہ ترجمہ میں ایسا کرنا مفید ہی نہیں ضروری بھی ہے! میرے نزدیک بہترین ترجمہ وہ ہے جس میں اصل کی کوئی بات یا کوئی لفظ رہ نہ جائے۔ مگر ترجمہ ایسا ہو کہ اگر کوئی ناواقف اسے سُنے یا پڑھے تو اسے اصل کا گمان ہو مگر جب کوئی تشنہ لب زبان کا ہر لفظ سیکھنا یا ڈھونڈھنا چاہے تو وہ بھی اسے میسر آ سکے۔ اعتدال اور میانہ روی سب سے اچھی بات ہے۔ ترجمہ بیک وقت لفظی بھی ہو اور بامحاورہ بھی لگے۔ ڈاکٹر اسعاد کا ترجمہ اسی زمرے میں شامل ہونے کے قابل ہے!

کشف المحجوب کے عربی ترجمہ کا جو ایڈیشن زیر نظر ہے وہ "دار النهضة العربية" بیروت کا مطبوعہ ہے اور 1980ء میں سامنے آیا جو سات سو صفحات پر مشتمل ہے، جن میں سے چالیس صفحات فہارس کیلئے مختص ہیں اور ایک سو اٹھاسی صفحات کا مفصل مقدمہ ہے، یہ طویل مقدمہ گویا ڈاکٹر اسعاد کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ ہے جس پر انہیں 1969ء میں ڈگری عطا ہوئی تھی۔ یوں یہ مقدمہ گویا حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے (تقریباً دو سو صفحات پر مشتمل یہ مقدمہ اگر کتابی شکل میں داتا دربارؒ کی انتظامیہ یا محکمہ اوقاف حکومت پنجاب عرب دنیا میں عام کرنے کیلئے شائع کرے تو نہ صرف یہ کہ اس عظیم و جلیل مسلمان صوفی کا تعارف ہوگا بلکہ پاکستان کیلئے خیر سگالی کے جذبات کا موجب بھی ہوگا)۔ یہ مفصل مقدمہ (جسے مترجم نے حصہ اوّل اور اصل کتاب کو حصہ دوم قرار دیا ہے) دو ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب میں چودہ فصلیں ہیں۔ پہلا باب حضرت داتا صاحبؒ کی سیرت و سوانح حیات پر مشتمل ہے اس کی پہلی فصل "عہد ہجویری" کے عنوان سے ہے جس میں مرشدِ لاہور کے عہد کے مفصل حالات ہیں۔ دوسری فصل سیّد ہجویرؒ کے عہد مبارک میں اسلامی تصوّف کی صورتِ حال سے بحث کرتی ہے۔ تیسری فصل میں حضرت داتا صاحبؒ کے حالات زندگی کی تفاصیل ہیں جن میں ان کے وطن اصلی غزنہ و لاہور کا تعارف، خاندان اور نسب و پیدائش وغیرہ کا ذکر ہے۔ چوتھی فصل مصنفِ کتاب کی تعلیم، اساتذہ اور معاصرین سے بحث کرتی ہے۔ پانچویں فصل میں حضرت داتا

Marfat.com

صاحب کے اسفار کی تفصیل جو آپ نے حصولِ علم اور سیر و سیاحت کیلئے اختیار کیے تھے۔ چھٹی فصل میں ان کے آخری سفرِ لاہور، وفات اور مدفن کا تذکرہ ہے۔ اس باب کی ساتویں اور آخری فصل حضرت داتا صاحبؒ کی تصانیف کے تذکرے کیلئے مختص ہے۔ (9)

مقدمہ کا دوسرا باب کشف المحجوب کے تنقیدی مطالعہ کے لیے مختص ہے اس کی سات فصلوں میں سے پہلی فصل میں ڈاکٹر اسعاد نے کتاب کے نام، موضوع اور تاریخِ تصنیف سے بحث کی ہے۔ دوسری فصل میں کشف المحجوب کے ابواب و اقسام کا تذکرہ ہے۔ تیسری فصل کتاب کے مآخذ و مصادر سے بحث کرتی ہے۔ چوتھی فصل میں فاضل محققہ نے قدیم و معاصر کتب تصوف میں کشف المحجوب کے مقام پر تبصرہ کیا ہے۔ پانچویں فصل میں بتایا گیا ہے کہ مصنف اپنے سے پہلے یا معاصرین سے کیسے اور کتنے متاثر ہوئے اور آپ کی تصنیف نے بعد میں لکھی جانے والی تصوف کی کتابوں پر کیا اثر ڈالا۔ چھٹی فصل کشف المحجوب کی علمی قدر و قیمت سے بحث کرتی ہے جبکہ ساتویں اور آخری فصل میں کشف المحجوب کے خطی نسخوں، مختلف مطبوعہ نسخوں اور انگریزی ترجمہ سے مفصل بحث ہے۔ (10)

حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر اسعاد عبدالھادی قندیل کا یہ فاضلانہ و محققانہ مقدمہ حضرت داتا صاحبؒ کی شخصیت اور ان کی اس عظیم کتاب کے کسی پہلو کو فراموش نہیں کرتا۔

مصری خاتون سکالر محترمہ ڈاکٹر اسعاد کی یہ فاضلانہ و محققانہ کوشش یقیناً سعی مشکور کے ضمن میں آتی ہے۔ خوبصورت اسلوبِ بیان ہے جو نہایت سادہ مگر آسان بھی ہے، کسی جگہ بناوٹ یا تکلّف کا احساس نہیں ہوتا ایک بیساختہ اسلوب جس کا ہر لفظ اپنے حقیقی معنی و مدلول کی نمائندگی کرتا دکھائی دیتا ہے، اسلوب کی یہ سادگی اور سہولت بھی فصاحت و بلاغت کی ایک قسم ہے جسے ''علم المعانی'' کی زبان میں ''سہل ممتنع'' کہا جاتا ہے۔ مقدمہ ایک مفصل و جامع تعارف اور حقیقت پسندانہ تبصرہ بھی ہے۔ یہ وسیع معلومات اور قیمتی آراء قابلِ قدر اور مستحقِ تحسین ہیں اور کشف المحجوب کو عرب قاری کیلئے ''کشف المحجوب'' بنا دیتی ہیں! یہ مقدمہ نہیں ایک مستقل کتاب ہے جو ڈاکٹر صاحبہ کے مقالہ ڈاکٹریٹ کا عکس اور جوہر ہے اور کتاب کے ساتھ ساتھ اس کے مصنف کی شخصیت کے تمام تر پہلو قاری کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ اہل پاکستان کے لیے بے حد مفید اور محکمہ اوقاف کے اعمالِ خیر میں بھی شمار ہوگا۔ یہ ترجمہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اس گراں بہا تصنیف کو سمجھنے سمجھانے میں بھی بے حد کارآمد ثابت ہوگا!

لیکن اس مقدمہ کی بعض شاذ و نادر کوتاہیوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے اور اس کی اہمیت کا کماحقہ

Marfat.com

اعتراف کرتے ہوئے یہاں کشف المحجوب کے عربی ترجمہ پر بھی ایک ناقدانہ نظر ڈالنا چاہیے جو ہمارے اس مختصر مقالہ کا اصل موضوع ہے۔ یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کیا اس ترجمہ سے سیّد ہجویریؒ کا اصل پیغام مکمل اور واضح طور پر فارسی سے عربی میں منتقل ہو کر عرب قاری تک پہنچ گیا ہے؟ یا کوئی کمی رہ گئی ہے؟! میرے لیے اس سوال کا جواب اثبات میں دینا مشکل ہو رہا ہے مگر تنقید اور تبصرہ سے پہلے یہ اعتراف ضروری ہے کہ فاضل مترجمہ نے ترجمہ کا یہ کام انتہائی اخلاص اور محنت سے انجام دیا ہے اور دانستہ طور پر کہیں کوتاہی کی مرتکب نہیں ہوئیں، اس سے آپ یہ یقین کر سکتے ہیں کہ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات عرب قاری تک پہنچ گئی ہے۔ بلکہ یہ حقیقتِ حال بھی قابلِ توجہ ہے کہ کم سے کم دنیا میں تین زبانیں ایسی ہیں جو ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں اور وہ ہیں عربی، فارسی اور اُردو۔ تینوں کا سرمایہ لفظی یا ذخیرۂ الفاظ ایک سا ہے اور تینوں ایک ہی رسم خط میں لکھی جاتی ہیں۔ ان تینوں کا باہمی رشتہ و تعلق بھی بہت قریبی اور گہرا ہے۔ عربی، حقیقت میں فارسی اور اُردو دونوں کی ''ماں'' ہے بلکہ ایسی ماں ہے جو اُردو کی تو ''نانی'' بھی ہے یعنی فارسی اور اُردو بیک وقت باہم رشتۂ اخوت میں بھی منسلک ہیں (کہ عربی کی ''بیٹیاں'' ہیں!) مگر اُردو نے فارسی سے بھی بہت کچھ لیا ہے اور عربی کی نسبت یہ دونوں فارسی اور اُردو ...... ایک دوسرے کے قریب تر ہیں کہ دونوں اپنی اصل اور ساخت کے لحاظ سے ایسی آریائی زبانیں ہیں جو ایک سامی زبان ...... عربی ...... کی مرہون منت ہیں۔ اس قربت اور مشابہت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ان تینوں کا ذخیرۂ علم و ادب ایک سے دوسری میں منتقل کرنا بہت آسان ہے، خصوصاً عربی سے فارسی اور اُردو میں ترجمہ کرنا بہت آسان ہے کیونکہ عربی زبان کے الفاظ مع معانی، فارسی اور اُردو میں منتقل کرنے میں کوئی رکاوٹ اور حرج نہیں ہے اور عربی لفظ اپنے معنی سمیت جوں کا توں اُردو یا فارسی میں بے دریغ استعمال کیا جا سکتا ہے اور ایسے ہوا بھی ہے۔ آج جو فارسی میں اوسطاً اسّی فی صد اور اُردو میں پچاس فی صد عربی کے الفاظ استعمال ہو رہے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے عربی والوں نے فارسی اور اُردو میں عربی کے الفاظ بے دھڑک اور بے دریغ استعمال کیے ہیں۔ اسی طرح عربی فارسی کے فضلاء نے اُردو میں ان دونوں زبانوں کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ الفاظ کے اس استعمال سے فارسی اور اُردو کا دامن وسیع سے وسیع تر ہو گیا ہے مگر قدرے بوجھل بھی ہوا ہے یہی بوجھ اب وہ فارسی اُردو جاننے والے محسوس کر رہے ہیں جو عربی اور فارسی نہیں جانتے۔ بالکل ایسے ہی جیسے انگریزی والے انگلش الفاظ سے فارسی اُردو کا دامن تو وسیع کر رہے ہیں مگر ان پر دگنا بوجھ بھی لاد رہے ہیں کیونکہ انگریزی الفاظ کا تو رسم خط بھی اور ہے۔ فارسی اُردو بولنے والے مسلمانوں کی غالب اکثریت نہ انگریزی جانتی ہے اور نہ اس کے رسم خط سے مانوس ہے۔ بہر حال فارسی اور

Marfat.com

اردو نے چونکہ عربی سے لفظ کے ساتھ خط بھی لیا ہے اس لیے عربی کا کوئی لفظ کتنا بھی بوجھل ہو اردو فارسی کیلئے نامانوس نہیں ہے۔ اس اُنس والفت کا سبب اسلام، قرآن اور تاریخ وثقافت ہے۔ (تفصیلی بات کی گنجائش نہیں!)

عربی، فارسی اور اردو کی اس باہمی مانوسانہ قربت ومشابہت کے فوائد تو بہت ہیں مگر ترجمہ کرتے وقت ایک نقصان کا خدشہ بھی رہتا ہے۔ خصوصاً فارسی سے عربی اور اُردو سے عربی وفارسی میں ترجمہ کرتے وقت نقصان کے اس خدشہ کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ عربی کے جو الفاظ فارسی یا اُردو میں آئے ہیں وقت گذرنے اور کثرتِ استعمال کے ساتھ ان کے معانی میں تغیر وتبدل واقع ہو گیا ہے۔ اس تغیر وتبدل کو ملحوظ نہ رکھنے سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً ہمارے علماء کرام یعنی دینی پیشوا عربی کے الفاظ تو اُردو میں بے دریغ استعمال کرتے ہی ہیں وہ تو عربی کے وہ الفاظ جو اُردو والے جا چکے ہیں اور ان کے معنی میں تغیر وتبدّل واقع ہو چکا ہے انہیں عربی کی گم شدہ میراث سمجھ کر اپنی عربی میں استعمال کرتے ہیں تو عرب اہلِ زبان منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں اور غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں۔ ہمارے دینی پیشواؤں کی طرح ڈاکٹر اسعاد بھی اس غلط فہمی کا شکار نظر آتی ہیں! اس غلط فہمی سے کشف المحجوب کے عربی ترجمہ میں بھی کچھ خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ ان کیلئے سہولت تو تھی کہ کتاب کی فارسی عبارات میں اسی فی صد سے زائد ذخیرہ الفاظ بھی عربی ہے اور اسے فارسی سے عربی میں ترجمہ کرنے میں سہولت تھی جس سے انہوں نے خوب فائدہ اٹھایا مگر عربی کے ان الفاظ میں سے بعض کے معنی تبدیل ہو گئے ہیں جس کا شاید فاضل مترجمہ کو احساس نہیں تھا۔ بس یہی ایک بات ہے جس سے کشف المحجوب کا عربی ترجمہ متاثر ہونے سے محفوظ نہیں رہ سکا! مثلاً ''مطلب'' عربی کے مصدر ''طلب'' (بمعنی ڈیمانڈ) کا حاصل مصدر ہے اور عربی میں اردو کے ''مطالبہ'' کا ہم معنی ہے۔ اُردو میں آکر ''مطلب''، ''معنی'' کے مترادف کے طور پر مروّج ہو گیا ہے۔ آپ کہتے ہیں: ''اس لفظ کا کیا مطلب ہے، یعنی کیا معنی ہیں؟ اب اگر ''مطلب'' کو ہم عربی کا لفظ سمجھ کر کسی عرب سے مخاطب ہو جائیں تو ''میرا مطلب'' کے معنی وہ سمجھے گا ''میرا مطالبہ''!

آیئے ذرا رکتے ہیں اور کشف المحجوب کی اصل فارسی عبارات اور ان کے عربی ترجمہ کے اتفاقیہ طور پر لئے گئے چند ایک مقامات کا تقابلی مطالعہ کرتے ہیں جو دلچسپ بھی ہوگا اور افادیت سے بھی خالی نہیں ہو گا۔ مرشدِ لاہورؒ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف میں رقم طراز ہیں: (11)

''گروہیے از مشائخ، طریق ملامت سپردہ اند، و مرملامت را اندر خلوص محبت تاثیرے عظیم است و مشربی تمام، واھل حق

Marfat.com

مخصوص اند بہ ملامت خلق از جملہ عالم، خاصہ بزرگان این امت۔
کثرھم اللہ۔!

دیکھیے! ڈاکٹر اسعاد اس عباوت کو عربی میں منتقل کرتی ہیں اور کتنی سہولت و آرام سے کرتی ہیں:

"سلكت طائفة من مشائخ الطريقة، طريق الملامة، وللملامة فى خلوص المحبة تأثير عظيم و مشرب تام، وقد اختصَّ أهل الحق ، من بين العالم جميعا ، بملامة الخلق ، وبخاصة علماء هذه الأمة۔ زاد الله من أمثالهم۔"

ڈاکٹر صاحبہ کے عربی ترجمہ پر بات کرنے سے پہلے حضرت داتا گنج بخشؒ کی فارسی عبارت کا اُردو ترجمہ...... جو لفظی بھی ہے اور بامحاورہ بھی...... یعنی ہر فارسی لفظ کے مقابل اردو لفظ بھی آپ پائیں گے مگر عبارت بھی ایسی سلیس ہوگی کہ اصل کا گمان ہوگا:

''بزرگوں کے ایک گروہ نے ملامتی طریقہ اختیار کیا ہے، مخلصانہ محبت میں ملامت کو بہت مؤثر مانا گیا ہے اور یہ ایک الگ مکتب فکر (ملامتہ یا ملامتیہ) بھی ہے، تمام انسانوں میں سے صرف اہلِ حق ہی خلقِ خدا کی طرف سے ملامت کیلئے مخصوص ہیں۔ خصوصاً اس امت کے بڑے لوگ، اللہ تعالیٰ ان کی تعداد بڑھائے۔''

حضرت داتا گنج بخشؒ کی فارسی عبارت...... کو سہولت و آرام...... سے عربی میں منتقل کرنے کے بعد معنی میں کیا تبدیلی آئی ہے؟ یہ بھی دیکھ لیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحبہ کی عربی عبارت کا لفظی بامحاورہ ترجمہ ہے:

''مشائخ طریقت میں سے ایک گروہ نے ملامت کا رستہ اختیار کیا ہے اور مخلصانہ محبت میں ملامت کو بڑی تاثیر حاصل ہے اور کامل مشرب بھی ہے۔ مخلوق کی ملامت کے لئے سب میں اہلِ حق مختص ہیں۔ خصوصاً اس امت کے علماء۔ اللہ تعالیٰ ان جیسی مثالیں بڑھائے۔!!''

کشف المحجوب کی فارسی عبارت میں عربی زبان کے جو الفاظ آئے جیسے مشائخ، طریق ملامت، محبت، خلوص، تاثیر، عظیم، مشرب، تام، اہلِ حق، خلق، جملہ، عالم اور خاصہ، وہ تمام کے تمام جوں کے توں ڈاکٹر اسعاد نے استعمال کئے ہیں۔ صرف ''مخصوص'' کو ''اختاص'' سے بدلا ہے، بلاشبہ یہ تمام الفاظ ہیں تو عربی کے مگر فارسی میں آنے کے بعد ان کے معنی میں فرق آ گیا ہے۔ مثلاً لفظ ''مخصوص'' جو عربی ہونے کے باوجود فارسی میں ان معنی کیلئے استعمال نہیں ہوتا جن معنی کیلئے عربی میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی لیے ''مخصوص'' کی جگہ ڈاکٹر اسعاد نے ''اختصاص'' سے ماضی کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پر ''خلوص'' جو عربی زبان کا اسم

Marfat.com

مصدر ہے وہ بھی مخصوص کی طرح قدیم اور جدید عربی میں معنی کے فرق کا حامل ہے۔ ''خلوص'' بھی قدیم وجدید عربی میں معنی کے فرق کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ عام گفتگو اور استعمال میں خلوص کے معنی'' خالی ہونا'' یا '' بھرا ہوا'' یا'' مشغول نہ ہونا'' کے معنی دیتا ہے۔ خالص اور اخلاص کے الفاظ کی اصل بھی لفظِ خلوص ہی ہے مگر یہ خلوص خالص یا اخلاص کے مفاہیم کے لئے عام طور پر عربی میں استعمال نہیں ہوتا کیونکہ اشتقاق میں لفظ کی شکل بدلنے سے معنی میں بھی فرق آجاتا ہے۔ یہ اہل زبان کا اپنا انداز ہے۔ اس لیے اگر وہ'' خلوصِ محبت'' کو '' خلوص المحبة'' ہی رہنے دینے کے بجائے'' الحب الخالص'' میں بدل دیتیں تو زیادہ مناسب ہوتا۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی عربی عبارت کو داتا گنج بخشؒ کی فارسی عبارت کے قریب تر رکھنا پسند کیا ہوگا مگر بات محض ایسے نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو پھر وہ حضرت داتا گنج بخشؒ کی خالص عربی عبارت'' کثّرهم الله '' کو '' زاد الله من أمثالهم '' میں نہ بدلتیں!! حالانکہ یہ دعائیہ کلمات ہیں اور کل کی طرح آج بھی اسی طرح عربی میں استعمال ہوتے ہیں۔ پھر یہ غزنوی دور کی عربی زبان کے الفاظ ہیں جس میں حضرت سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ بلندیوں پر تھے۔ '' مشربے تام'' کو صرف'' مشرب تام'' میں بدلنے پر اکتفا کرنا بھی موزوں نہیں، اس لیے کہ عام عربی بول چال اور تحریر میں مشرب کا لفظ'' شرب (پینا)'' کے معنی میں آتا ہے۔'' سکول آف تھاٹ''(School of Thought) یعنی'' مکتب فکر'' کیلئے مشرب کا لفظ شاذ و نادر ہی استعمال ہوتا ہے جبکہ حضرت داتا گنج بخشؒ کی مراد ملامتہ کا مکتبِ فکر ہے اس لیے اسے" مدرسة الفكر المستقلة " یا "مدرسة فكرية صوفية مستقلة " کہنا چاہیے تھا۔ تب کہیں جا کر حضرت داتا گنج بخشؒ کا مقصود و معنی واضح ہوتا!! اسی طرح" بزرگان این امت" کا ترجمہ بھی "علماء هذه الأمة'' درست نہیں کیونکہ کشف المحجوب میں بزرگان سے مراد صرف علماء نہیں بلکہ علماء کے علاوہ صوفیہ، اولیاء اور قائدین و مصلحین سب شامل ہیں۔ اس لیے'' بزرگان'' کی طرح کوئی جامع لفظ لانا چاہیے تھا مثلاً اکابر اور کبار اور بزرگانِ ایں امت، کا ترجمہ "كبار أمة الإسلام" یا" أكابر هذه الامة " ہونا چاہیے تھا۔ "سلكت" کی جگہ "اختارت طريق الملامة "زیادہ موزوں ہوتا۔ اس لیے ساری عبارت یوں مناسب ہوتی:

"وطائفة، من الطرق الصوفية، قد اختارت طريق الملامة، فللملامة في الحب الخالص تأثير عظيم ، ومذهب تام، وقد اختص اهل الحق، من بين العالم كله، بملامة الخلق، وخاصةً أكابر هذه الأمة۔ كثّرهم الله"۔

اسی باب بیان الملامہ کے اسی پیراگراف میں سیّدِ ہجویر رحمۃ اللہ کی عبارت یوں ہے:(12)

Marfat.com

"ورسول الله صلی الله علیه وسلم که مقتدا و امام اهل حقائق بود، و پیشر و محبان، تا برهان حقائق بروے پیدا نیا مده بود، و وحی بدو نپیوسته، به نزدیك ہمه نیکنام بود و بزرگ، وچون خلعت دوستی در سروے افکندند، خلق زبان ملامت بدو دراز کردند، گروهی گفتند: کاهن است! و گروہی گفتند: شاعر است! و گروہی گفتند: کاذب است! و گروہی گفتند: مجنون است!، ومانند آن!"

ڈاکٹر اسعاد اس عبارت کو عربی زبان کا جامہ یوں پہناتی ہیں: (13)

"والرسول علیه السلام الذی کان قدوة وإماما لأهل الحقائق، وقدوة للمحبین، کان، قبل أن یظهر علیه برهان الحق و یتصل به الوحی، طیب الاسم وعظیما، وعندما ألبس خلعة المحبة، أطلق الخلق فیه لسان الملامة، فقالت طائفة أنه کاهن وقالت أخری أنه شاعر و قال فریق أنه کاذب وقال آخر أنه مجنون، وأمثال هذا۔"

آیئے ذرا اصل عبارت اور اس کے عربی ترجمہ پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ مصر کی یہ فاضل خاتون مترجمین کے اس زمرے میں شمار ہوتی ہیں جو لفظی ترجمہ کو ترجیح دیتے ہیں مگر ترجمہ کردہ عبارت میں اصالت کا رنگ بھرتے ہیں اور اسے سلیس و رواں بنانے پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ کشف المحجوب کے زیادہ تر ترجمہ میں انہوں نے یہی انداز اختیار کیا ہے، مگر مترجمین کا یہ گروہ کبھی کبھی جلدی میں تساہل اور دفع الوقتی کا شکار بھی ہو جاتا ہے، جس سے اصل حسن بھی باقی نہیں رہتا اور ترجمہ کئی ایک نقائص کا آئینہ دار ثابت ہوتا ہے۔ ڈاکٹر اسعاد بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ آیئے ذرا ان کی اس عبارت کے ترجمہ کے نقائص و محاسن پر نظر ڈالتے ہیں:

مرشدِ لاہورؒ کشف المحجوب میں رسالت مآب ﷺ کا ذکر خیر بڑے احترام، بے انتہا محبت اور نہایت خوبصورت انداز میں فرماتے ہیں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے کہ وہ صرف "رسول" یا "الرسول" کہنے یا لکھنے کو ناپسند کرتے تھے کیونکہ اس کے معنی قاصد، ایلچی اور سندیسہ لانے والے کے ہوتے ہیں لہٰذا عربی زبان میں رسول اور الرسول ہر اس شخص کے نام کے ساتھ آ سکتا ہے جو یہ کام انجام دیتا ہے مگر جب اس سے مقصود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات ہو تو حضرت امام شافعی رسول کے ساتھ "اللہ تعالیٰ" کا اسم پاک بڑھانا ضروری قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ "رسول اللہ" یعنی "اللہ جل شانہ کا پیغام

Marfat.com

لانے والے'' کہا اور لکھا جائے ،صرف پیغام لانے والے کہنا اور لکھنا ایک گونہ روکھا پن اور بے ادبی ہے چنانچہ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں حضرت داتا گنج بخشؒ یہاں پر تذکرہ نبوی ﷺ کرتے ہوئے ''ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' تحریر فرماتے ہیں جسے فاضل مترجم نے ''والرسول علیہ السلام'' بنا دیا ہے۔ یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ اہلسنت والجماعۃ کے ہاں ''علیہ السلام'' دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے استعمال ہوتا ہے مگر اپنے ھادئ برحق ﷺ کے لئے وہ ''صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم'' کہتے اور لکھتے ہیں۔ یہ اصل عبارت میں غلط تصرف ہے جس کا مترجم کو حق نہیں ہوتا اور یہاں مترجمہ نے اصل عبارت کے حسن میں اضافہ کے بجائے کمی کی ہے۔ ترجمہ کرتے وقت مصنف کی عبارت کے اس حسن کو کم سے کم بحال نہ رکھنا مناسب نہیں۔

2۔ کشف المحجوب کی فارسی عبارت میں بہت سے عربی الفاظ ہیں جنہیں فاضل مترجمہ نے جوں کا توں لے لیا ہے۔ اس مفروضہ پر کہ یہ سب کے سب عربی کے الفاظ ہیں اس لئے عربی عبارت میں استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً حق، حقائق، برھان، وحی، خلعت، خلق، ملامت، کاھن، شاعر، کاذب اور مجنون۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ عربی زبان کے کثیر المعنی الفاظ جب فارسی میں گئے ہیں تو ان تمام معانی کثیرہ کیلئے استعمال نہیں ہوئے جو عربی زبان میں مروج تھے بلکہ ان بہت سے معنی میں سے کسی ایک معنی کو ادا کرنے کیلئے لفظ استعمال ہونے لگا۔ مثلاً حق اور حقائق لفظ تو دونوں عربی کے ہیں مگر صرف اس معنی کیلئے اور اسی انداز میں فارسی میں استعمال نہیں ہوتے جس طرح عربی میں ہوتے ہیں۔ حق کی جمع عربی میں حقائق نہیں بلکہ صرف حقوق ہے۔ حقائق دراصل حقیقہ یا حقیقت کی جمع ہے، مگر فارسی والے اور ان کے تتبع میں اُردو والے بھی حقائق کو حق کی ہی جمع تصور کرتے ہیں، فارسی اور اُردو میں حق کی جمع حقوق بھی استعمال ہے مگر وہ حق کے صرف ایک ہی معنی۔ قانونی حق۔ کیلئے جبکہ عربی میں حق اصل اور اولین معنی ''سچ'' کے ہیں جس طرح حقائق کے واحد ''حقیقت'' کے اصل اور اولین معنی بھی سچائی (سچ نہیں!) کے ہیں، جس طرح ہم سچ اور سچائی کو الگ الگ سمجھتے اور استعمال کرتے ہیں اسی طرح عربی میں بھی حق اور حقیقت (یا حقیقہ) الگ الگ متصور ہوتے اور استعمال کیے جاتے ہیں۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کی فارسی عبارت میں حقائق کا لفظ دو جگہ آیا ہے (اہل حقائق اور برھانِ حقائق)۔ ڈاکٹر اسعاد برھانِ حقائق'' کو تو ''برھان الحق'' لکھتی ہیں مگر ''اہلِ حقائق'' کو ''اہل الحقائق'' ہی رہنے دیتی ہیں حالانکہ داتا گنج بخشؒ کی مراد دونوں جگہ ''حق'' ہی ہے!

3۔ ڈاکٹر اسعاد یہاں ''مقتدا'' اور ''پیشرو'' دونوں کا ترجمہ ''قدوہ'' کر رہی ہیں جس سے تکرارِ لفظی معیوب صورت میں سامنے آتا ہے۔ اس سے عربی زبان پر فقر و تنگ دامانی کی تہمت کا اندیشہ ہے، حالانکہ

Marfat.com

ذخیرۂ الفاظ کی وسعت وکثرت تو عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا حسنِ اوّلین ہے، خود قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اسوۂ حسنہ کا ذکر کیا ہے۔ وہ ایک جگہ ''اسوہ'' اور دوسری جگہ ''قدوہ'' استعمال کر سکتی تھیں مگر کیا کیجئے کہ عجلت وتساہل کے اپنے شاخسانے ہوتے ہیں!!! اسی طرح پیشرو محبان کا ترجمہ ''قدوۃ للمحبین'' کر کے آگے گذر جانا جائز نہیں کیونکہ اس سے امامِ تصوف کی مراد اور مقصد واضح نہیں ہوتا۔ اس لئے کہنا چاہیے تھا: ''قدوۃ لمن یحبون اللہ عزوجل!'' ''وماند آن'' کا ترجمہ ''وامثال ھذا'' بھی درست نہیں کیونکہ ''ھذا'' تو اسم اشارہ ہے جو مذکر قریب کے لئے آتا ہے۔ ''آن'' بھی فارسی میں غائب کیلئے آتا ہے اس لئے عربی اسلوب کے تقاضے اور فارسی اصل کے اشارہ ''آن'' کو سامنے رکھتے ہوئے یا تو ''ذلک'' آنا چاہیے تھا اور یا کثرت (کاہن، شاعر، کاذب، مجنون) کا لحاظ کرتے ہوئے ''وامثالھا یا وامثال ھذا'' لکھنا زیادہ صحیح تھا، اسے عجلت و دفع الوقتی پر ہی محمول کہا جا سکتا ہے!

4۔ اس فارسی عبارت کا یہ عربی ترجمہ سلاست و روانی کا رنگ لئے ہوئے ہے۔ پھر ڈاکٹر اسعاد صاحبہ نے ''گروہی'' کیلئے دو الفاظ ''طائفہ'' اور ''فریق'' لا کر اپنی عربی فصاحت و بلاغت کا پتہ دے دیا ہے جو یقیناً تسکینِ ذوق کا سامان اور قابلِ ستائش بھی ہے!

کشف المحجوب کی اس فارسی عبارت کو عربی زبان میں اگر یوں منتقل کیا جاتا تو شاید زیادہ مناسب ہوتا:

ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الذی کان إماما وقدوۃ لأھل الحق وأسوۃ لمن یحبون اللہ عزوجل، وکان یعتبر، قبل أن یشرفہ اللہ بالرسالۃ وبرھان الحق و ینزل علیہ الوحی، طیب السمعۃ وعظیم الفضل، ولکن، عندما ألبہ اللہ تعالیٰ خلعۃ الحب والکرامۃ من الرسالۃ، أطلق الناس فیہ لسان الملامۃ فقالت طائفۃ ..... الخ!"

یہ چند مقامات وہ تھے جو ہم نے ''باب بیان الملامۃ'' سے لئے ہیں جو کشف المحجوب کا ایک اہم باب ہے اور ایک خاص صوفی گروہ یعنی ملامتیہ سے بحث کرتا ہے، لیکن مناسب ہوگا اگر ہم کتاب کے نقطۂ آغاز سے بات شروع کر کے دیکھیں کیونکہ شروع کے اوراق وصفحات پر، لکھنے والا مکرّر نظر ڈالتا ہے بلکہ مکرّر لکھنا بھی پڑ جاتا ہے، خطبۃ الکتاب عربی میں ہے، اس کے بعد فارسی زبان میں اوّلین عبارت میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سببِ تصنیف، غرض و غایت اور طریقہ تصنیف بیان کرتے ہیں کہ میں نے استخارہ کیا اور

Marfat.com

پھر یہ کتاب لکھنا شروع کی۔ اور ذاتی اغراض و مفادات کو اپنے دل سے بالکل نکال دیا۔ اپنے دوست کی استدعا قبول کرتے ہوئے اس بات کا پختہ ارادہ کرلیا کہ اس کتاب کو اس کی خواہش اور مقصود کے عین مطابق مکمل کروں گا۔ میں نے اپنی اس کتاب کا نام ''کشف المحجوب'' رکھا ہے، اس سے دوست کا مقصد واضح ہوگیا ہے اور اس کتاب کی تصنیف میں اس کی غرض کو ابواب وفصول میں تقسیم کردیا گیا ہے۔ تکمیل کیلئے اللہ تعالیٰ سے استعانت وتوفیق طلب کی ہے اور گفتار و کردار کے ضمن میں اپنی قوت وصلاحیت سے برأت اختیار کی ہے یعنی اپنی قوت وصلاحیت پر بھروسہ کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق پر بھروسہ کیا ہے۔ وباللہ العون والتوفیق۔

کتاب کی اوّلین عبارت یا سب سے پہلے پیراگراف کو ہم نے سادہ اُردو کے الفاظ میں بیان کردیا ہے۔ اب یہ اس عبارت کو آپ کے لئے نقل کرتے ہیں اور پھر اس کا عربی ترجمہ پیش کریں گے، جو ڈاکٹر اسعاد نے کیا ہے، پھر اس پر گفتگو ہوگی۔

''طریق استخارت سپردم و أغراض که به نفس می باز گشت، از دل ستردم و بحکم استدعای تو...... اسعدك الله .... قیام کردم، و برتمام کردن مراد تو ازیں کتاب عزمی تمام کردم وسر این کتاب را کشف المحجوب نام کردم، ومقصود تو معلوم گشت، وسخن اندر غرض تو در ایں کتاب مقسوم گشت، ومن از خداوند تعالیٰ استعانت خواہم و توفیق اندر اتمام ایں کتاب ، واز حول و قوت خود تبرا کنم اندر گفتا رو کردار، وبالله العون والتوفیق''۔

خطبہ کتاب کے بعد والے اس ابتدائی اور مختصر اپیراگراف کا اب عربی ترجمہ دیکھئے:

''سلکت طریق الاستخارة، ومحوت من قلبی الأغراض التی کانت ترجع اِلی النفس، وقمت بحکم مادعوتنی الیه، أسعدك الله، وعزمت تمام العزم علی اتمام مرادك من هذا الکتاب وأسمیت هذا الکتاب ''کشف المحجوب'' وقد علم مقصودك واستقام الکلام فی غرضك فی هذا الکتاب، وانی أطلب من الله تعالیٰ العون والتوفیق فی اتمام هذا الکتاب ، وأبرأ من حولی و قوتی فی القول والعمل و بالله التوفیق''

یہاں پر بھی چند باتیں قابلِ غور ہیں:

1۔ یہ عربی ترجمہ بیک وقت سلاست و روانی کا آئینہ دار بھی ہے جس سے ترجمہ کے بجائے اصالت کا کا تأثر ملتا ہے مگر ساتھ ہی یہ لفظی ترجمہ بھی ہے۔ فاضل خاتون نے فارسی مفہوم رکھنے والے عربی الفاظ بے دریغ استعمال کئے ہیں۔ مثلاً پہلا جملہ ہی دیکھ لیجئے: ''طریق استخارت سپردم'' اس جملے کے تین میں سے دو لفظ عربی کے ہیں جنہیں ڈاکٹر اسعاد صاحبہ نے جوں کا توں لے لیا ہے۔ صرف ''سپردم'' کا ترجمہ ''سلکت'' (میں چلا) کیا ہے۔ یہاں اگر وہ سلوک کے بجائے ''اختیار'' استعمال کرتیں اور کہتیں کہ ''اخترت طریق الاستخارة'' (میں نے استخارے والا رستہ اختیار کیا ہے) تو زیادہ موزوں اور مناسب ہوتا۔

2۔ فارسی کا ایک جملہ ہے جس پر غالباً انہوں نے زیادہ غور نہیں کیا اس لئے احتیاط سے کام نہیں لیا گیا وہ جملہ ہے:

''وسخن اندر غرض تو دریں کتاب مقسوم گشت''

اور اس کتاب میں تیرے مقصد کی بات کو اقسام (فصول و ابواب کی شکل میں) پیش کر دیا گیا ہے۔
مگر انہوں نے اس کا ترجمہ یوں کہا کہ:

''واستقام الکلام فی غرضك فی ھذا الکتاب''
(کہ اس کتاب میں تیرے مقصد کی بات سیدھی یا مستقیم ہوگئی ہے)

مقسوم کا مادہ تو ''ق س م'' ہے جبکہ استقام کا مادہ ''ق ی م'' ہے۔ ''ق س م'' سے باب استفعال ''استقسام'' آئے گا نہ کہ ''استقامہ'' (یا استقامت)۔ پھر اس کتاب میں مقصد کی بات سیدھی یا مستقیم ہوئی یا نہیں، اس کا اعلان و اظہار مصنفِ کتاب کی شان نہیں۔ البتہ مقصد کی بات کو قسموں یعنی ابواب و فصول کی شکل میں بیان کرنا مصنف کا کام ہوتا ہے جو یہاں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کر رہے ہیں اور آپ ۔۔ ت کو یقین دلا رہے ہیں کہ آپ کے مقصد کو میں نے اچھی طرح سمجھ بھی لیا ہے اور پھر اپنی گفتگو یا کلام کو فصلوں اور بابوں کی شکل میں تقسیم کر کے بھی پیش کر دیا ہے!

2۔ ''وبہ تمام کردن مراد تو ازیں کتاب عزمی تمام کردم و مر ایں کتاب را کشف المحجوب نام کردم''

(اس کتاب سے تیرے مطلب کو مکمل کرنے کا پکا ارادہ کیا ہے اور اس کتاب کا نام میں نے کشف المحجوب رکھا ہے) میں ''عزمت تمام العزم'' کی ترکیب خوب ہے اور مترجم نے اپنے لفظی ترجمہ

Marfat.com

میں فارسی عبارت کے عربی الفاظ کو اپنے عربی ترجمے میں بڑی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے تاہم "من هذا الكتاب و اسميت هذا الكتاب" میں الکتاب کا تکرار معیوب ہے اگر مترجمہ عربی اسلوب کا خیال رکھتے ہوئے اسم ظاہر کی جگہ اسم ضمیر استعمال کرتیں تو زیادہ مناسب ہوتا یعنی "من هذا الكتاب الذی اسميته" اسم ضمیر اور اسم موصول سے عبارت خوبصورت اور مربوط ہو جاتی!

3۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے ''استعانت خواہم وتوفیق'' (استعانت اور توفیق چاہتا ہوں) لکھا ہے، مگر یہاں بھی موصوفہ نے استعانت وتوفیق کی جگہ " العون و التوفيق "کہا تو عبارت کے آخر میں صرف توفیق پر اکتفا کرنا پڑا (وباللہ التوفیق) حالانکہ حضرت داتا گنج بخشؒ نے "وبالله العون و التوفيق" لکھ رکھا ہے۔ ہم اسے ہی تحریف کہتے ہیں! تکرار کے الزام سے بچنے کیلئے مصنف کا ایک لفظ ترک کر دیا حالانکہ اسے ترک کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی مصنف کی اپنی عبارت "وبالله العون و التوفيق" ہے اور اسے یونہی لکھنا چاہیے تھا!! ایسے حقیر تصرف سے کیا حاصل جو تحریف کا ملزم ٹھہرا دے!!

بات قدرے طویل اور ثقیل تو ہو رہی ہے جس کیلئے مؤدبانہ معذرت خواہ ہیں۔ مگر اس ثقل وطوالت کا پھل اگر حقیقت شناسی اور اصل صورت سے آگاہی ہو تو برا نہیں۔ اس لئے اب ہم کشف المحجوب کے ایک ایسے مقام پر توجہ دیتے ہیں جو اہم تو ہے ہی مگر ساتھ ہی مشکل اور مفید بھی ہے اور وہ ہے ''روح'' اور اس کی ماہیت کے متعلق اظہار خیال۔ سب سے پہلے فارسی عبارت کا سادہ ترجمہ فائدے سے خالی نہیں ہوگا۔ سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جان لیجئے کہ روح کی ہستی (ہونے) یا وجود کا علم حاصل کرنا تو ضروری ہے۔ مگر اس کی ماہیت کو پانے سے عقلِ انسانی عاجز ہے، امت کے علماء وحکماء میں سے ہر ایک نے اپنے قیاس یا اندازے کے مطابق روح کے متعلق کچھ نہ کچھ کہا ہے بلکہ ہر قسم کے کافروں نے بھی اس کے متعلق باتیں کی ہیں۔ چنانچہ یہودیوں کے مشورے اور تجویز سے کفارِ قریش نے نضر بن حارث کو یثرب کے یہودیوں کے پاس سوال سیکھنے کیلئے بھیجا تھا۔ چنانچہ کفارِ مکہ نے یہودیوں کا تجویز کردہ سوال حضرت محمد ﷺ سے دریافت کیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے روح کی ہستی (عین یا وجود) کو ثابت کرنے کیلئے فرمایا!

''اور یہ لوگ آپ سے روح کے وجود کے متعلق دریافت کرتے ہیں''

پھر اللہ تعالیٰ نے روح کے قدیم ہونے کی نفی کرتے ہوئے فرمایا:

''آپ فرما دیجئے کہ روح تو میرے رب کا امر (حکم) ہے''۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''روحیں تو لشکر ہیں جو تیار کئے گئے ہیں سو ان میں سے جو تو باہم متعارف ہوگئیں ان میں تو باہمی الفت پیدا ہوگئی مگر ان میں سے جو باہم نامانوس رہ گئیں ان میں اختلاف پیدا ہوگیا''۔

یہ اور اس قسم کے اور بہت سے دلائل ہیں جو روح کی ہستی یا عین و وجود کو ثابت کرتے ہیں۔ اس کی کیفیت و ماہیت سے بحث کئے بغیر!

''چنانچہ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ روح وہی زندگی ہے جس کے طفیل کوئی جسم زندہ کہلاتا ہے۔ متکلمین یعنی ماہرینِ علم الکلام کے ایک گروہ کا مسلک بھی یہی ہے۔ اس مفہوم کے لحاظ سے روح ایک ''عرض'' (جوہر کے مقابل ایک عارضی چیز) ہے جو کسی جانور کی زندگی کا سبب ہے۔ حق تعالیٰ کا فرمان یہی ہے۔ گویا روح بھی اس قسم کا عرض ہے جیسے تالیف (باہم جوڑ دینا اور جڑ جانا جو عارضی چیز ہے) حرکت (جو سکون کے مقابل ایک عارضی چیز ہے) اور اجتماع (اکٹھا ہونا جو منتشر ہونے کی ضد ہے اور عارضی ہے) عرض شمار ہوتے ہیں جن کے سبب کوئی اور شخص ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہوتا رہتا ہے، ایک دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ روح زندگی کے علاوہ کوئی چیز ہے، ہاں! زندگی کا وجود روح کے بغیر نہیں ہوتا جس طرح کہ روح کسی بنیاد جسمانی کے بغیر نہیں پائی جاتی اور ان ہر دو میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کے بغیر نہیں پائی جائے گی جیسا کہ ''درد'' اور ''اس درد کا علم ہونا'' دونوں ایک ہی چیز ہیں الگ الگ نہیں ہو سکتے، اس لحاظ سے بھی روح زندگی کی طرح ایک ''عرض'' ہے۔

جمہور متصوفین اور اہلِ سنت و جماعت رحمۃ اللہ علیہم کی غالب اکثریت کا موقف یہ ہے کہ روح ایک ہستی (عین/وجود) ہے نہ کہ عارضی صفت۔ جب تک یہ روح بر بنائے عادت وفطرت بدن سے پیوست رہتی ہے اس وقت تک کیلئے حق تعالیٰ شانہ اس بدن میں زندگی پیدا فرما دیتے ہیں۔ زندگی آدمی کی عارضی صفت ہے اور وہ اس کے طفیل زندہ رہتا ہے۔ جہاں تک روح کا تعلق ہے تو وہ تو بدن میں بطورِ امانت رکھی گئی ہے، اس لیے یہ ممکن ہے کہ روح آدمی سے الگ ہو جائے اور زندگی کے طفیل انسان زندہ رہے۔ چنانچہ نیند کی حالت میں یہی ہوتا ہے کہ روح جدا ہو جاتی ہے اور زندگی ساتھ رہتی ہے لیکن یہ نہیں ہوگا کہ روح کے چلے جانے کی صورت میں علم اور عقل بھی آدمی سے وابستہ رہیں۔ اسی لئے تو پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

''شہداء کی روحوں کو پرندوں کے سے پر عطا ہو جاتے ہیں''۔

لامحالہ یہ صرف اس صورت میں ہوگا جب روح کو ایک ہستی یا عین کی حیثیت حاصل ہو۔

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمانا کہ روحیں لشکر ہیں جو تیار کیا گیا تو لامحالہ یہ بھی صرف اسی صورت میں ہی ہو گا جب یہ لشکر باقی رہنے والا اور غیر فانی ہو۔ عرض کے لیے بقا نہیں ہے یعنی وہ باقی رہنے والی نہیں ہے، یہ عرض اپنے وجود میں قائم بھی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ روح بھی ایک جسمِ لطیف (نازک و باریک) ہے۔ یہ روح فرمانِ حق تعالیٰ جل شانہ سے جسم میں آتی ہے اور اس رب کے حکم سے جسم کو چھوڑ کر چلی جاتی ہے!''

کشف المحجوب کی اصل فارسی عبارت جس کا اُردو ترجمہ آپ نے ابھی ملاحظہ فرمایا ہے، یوں ہے:(14)

اَلکلام فی الروح:.

''بدان که اندر ہستی روح، علم ضروری است ، واندر چگونگی آن، عقل عاجز و ہر کسی از علما وحکمای است بر حسب قیاس خود ، اندراین چیزی گفته اند۔ واَصناف کفر را اندر آن سخن است، که چون کفار قریش ، به تعلیم جهودان ، مرنضر بن الحارث را بفر ستادند، تا از رسول الله ﷺ ، روح را بپرسیدند، وماهیت آن خداوند تعالیٰ، نخست عین آن اثبات کرد، قوله تعالیٰ: ''وَیَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ!'' آنگاه قدم را از وی نفی کرد، قوله، تعالیٰ: قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود: الا رواح جنود مجندة فما تعارف منها ائتلف و ما تناکر منها اِختلف۔ ومانند این، دلایل بسیار است برهستی آن بی تصرف اندر چگونگی آن۔

پس گروهی گفتند: اَلروح هُوَ الحیوة التی یحیی بها الجسد۔ : روح آن زندگی است که تن بدان زنده بود۔ و گروهی از متکلمان نیز هم بر آنند، وبدین معنی روح، عرضی بود که حیوان بدو زنده باشد ، به فرمانِ خدای، عزوجل ، وان از جنس تالیف وحرکت واجتماع است۔ وما نند اینِ از اعراض، که بدان شخص از حال به حال می گردد و گروهی دیگر گفتند: هو غیر الحیوة ولا یوجد الحیوة اِلا معها کما لا یوجد الروح اِلا مع البنیة ولن یوجد اَحَدُ هَمَا دون الآخرِ کَالألم والعلم به لانهما شیئان لا یفترقان۔ روح معنیی است به جز حیوة ، که وجود آن بر حیوة روا نباشد،

Marfat.com

چنان که برشخص معتدل و یکی از این دو بی دیگری نباشد، چنان که درد و علم او بدین معنی هم عرضی بود چناں که حیوة۔

وباز جمهور مشایخ وبیشتری از اَهل سنت وجماعت۔ رحمه الله علیهم۔ برآنند که روح عینی است نه وصفی، که تاوی به قالب موصول است، بر مجرای عادت، خداوند تعالی۔ اندر آن قالب ، حیوة سی آفریند، وحیوة آدمی ، صفتی است، وحی بدان است۔ امَا روح۔ مودَع است اندر جسد ، روا باشد که وی از آدمی جدا شود، وآدمی زنده ماند به حیوة چنان که در حالت خواب، وی برود، وحیوة بماند، اما روا نباشد که اندر رفتن وی، علم و عقل بماند، از آن چه پیغمبر ﷺ۔ فرموده است که : ارواح شهدا اندر حواصل طیور باشند ولا محاله باید تا این عینی باشد، و پیغمبر ﷺ گفت: "الارواح جنود مجندة" لا محاله جنود باقی باشد وبرعرض بقا روا نباشد۔ وعرض به خود قایم نباشد، پس آن جسمی بود لطیف که بیاید به فرمان خدای، عزوجل ، وبرود به فرمان وی۔"

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس فارسی عبارت کوڈاکٹر اسعاد عبدالہادی قندیل نے اپنے عربی اسلوبِ بیان کا یہ رنگ دیا ہے : (15)

الکلام فی الروح:

"اعلم ان العلم بماهية الروح ضروری، وان العقل عاجز فی کیفیتها ، وقد قال کل من علماء الامة وحکمائها شیئا فی ذلك، علی حسب قیاسه، وللکفار ایضا کلام فی ذلك، مثلما أرسل کفار قریش۔ بایعاز من الیهود ۔ النضر ابن الحارث لیسْال الرسول صلی الله علیه وسلم عن کیفیة الروح و ماهیتها۔

وقد أثبت الله تعالیٰ أولا عینها فی قوله تعالی: (16) "ویسالونك عن الروح ثم نفی عنها القدم فی قوله تعالی (17): "قل الروح من امر ربی"۔

والرسول ﷺ قال ۔ "الارواح جنود مجندة، فما تعارفه منها ائتلف وما تناکر

Marfat.com

منها اختلف ۔ وتوجد ادلة كثيرة مثل هذه على وجودها، دون التصرف فی كيفيتها۔ فقالت جماعة ان الروح هو الحياة التی يحيى بها الجسد، وجماعة من المتكلمين ايضا على هذا، وبهذا المعنى تكون الروح عرضا، لأن الحيوان يحيا بها بأمر الله عزوجل، وهی من جنس التأليف والحركة والاجتماع وأمثال هذا من الأعراض التی يتحول بها الشخص من حال الى حال۔

وقالت جماعة أخرى: هو (أی الروح) غير الحياة، ولا يوجد الحياة ألا معها، كما لا يوجد الروح الا مع البنية، ولن يوجد أحدهما دون الاخر، كالألم والعلم به، لانهما شيئان لا يفترقان وهی بهذا المعنى ايضا عرض مثل الحياة۔

وجمهور المشايخ ايضا، وكثير من أهل السنة والجماعة۔ رحمهم الله، على أن الروح عين لا وصف، لأنها طالما هی موصولة بالقالب على مجرى العادة فان الله تعالیٰ يخلق الحياة فی ذلك القالب، وحياة الآدمی صفة، وهو حی بها، أما الروح فمودعةفی الجسد، ويجوز أن تنفصل عن الآدمی ويظل حيا بالحياة كما فی حال النوم، فهی تذهب و تبقى الحياة، ولكن لا يجوز فی حال ذهابها أن يبقى العلم والعقل، لأن النبی ﷺ قال "أرواح الشهداء فی حواصل الطيور، فلا محالة أن تكون (الارواح) عينا وقال الرسول عليه السلام: "الارواح جنود مجندة" فلا محالة أن تبقى الجنود، والبقاء لا يجوز على العرض، والعرض لا يقوم بنفسه، فهی اذن جسم لطيف يأتی بأمر الله عزوجل، ويذهب بأمره ۔"

فارسی اصل کے ساتھ ساتھ عربی اور اُردو ترجمہ قارئین کے سامنے ہیں اس لئے اب دلچسپ تقابلی مطالعہ ناممکن نہیں ہے مثلاً:

1۔ اس عبارت میں قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور اقوال عربیہ کے علاوہ عربی زبان کے سو سے زائد الفاظ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے استعمال فرمائے ہیں جو اتفاق سے فارسی میں بھی وہی معنی رکھتے ہیں جو عربی میں تھے، ڈاکٹر اسعاد نے یہ تمام تر الفاظ جوں کے توں لیے ہیں۔ حتیٰ کہ لفظ ''قالب'' جس کی فارسی اصل کالبد ہے مگر جب عربی میں گیا تو قـالَـب (لام کی زبر کے ساتھ) بن گیا۔ فارسی والوں کو یہ قلیل الحروف اور ہلکا پھلکا لگا اس لئے بعینہٖ اس معنی کے لئے قبول کر لیا گیا، لفظی مگر سلیس ترجمہ کا بہترین موقع تھا

Marfat.com

جس سے فاضل مترجمہ نے خوب خوب فائدہ اٹھایا، حتیٰ کہ فارسی حرف کے مقابل عربی حرف رکھ دینے سے جو فضا پیدا ہوئی ہے اس سے صرف وہی لوگ لطف اندوز ہو سکتے ہیں جو عربی اور فارسی دونوں کا ذوق و علم رکھتے ہیں۔ مثلاً ''بدان کہ اندر ہستی روح علم ضروری است'' کو یوں عربی کے قالب میں ڈھالا گیا۔ ''ان العلم بماهية الروح ضروری'' ؛ ''علم روح'' اور ''ضروری'' جوں کے توں لے لئے گئے، البتہ ہلکی سی لغزش یہ ہوئی کہ ''ہستی روح'' کا ترجمہ ماھیت روح (ماھیۃ الروح) کے بجائے عین روح یا وجود روح (عين الروح و وجود الروح) زیادہ مناسب ہوتا۔

2۔ جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں، داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی عبارت میں عربی الفاظ کی بھرمار ہے، لیکن آیاتِ قرآنی، احادیثِ نبوی ﷺ اور اقوال بزرگان بھی کم نہیں ہیں، فارسی پر عربی غالب نظر آتی ہے۔ غزنوی عہد کی فارسی کی یہی شان ہے کہ وہ ابھی ''بالکی'' ہوتے ہوئے بھی عربی الفاظ وعبارات صرف برداشت ہی نہیں بلکہ خود کو اس سے سجا بھی رہی تھی، عربی کے اس غلبہ نے عرب مترجمہ کی بڑی مدد کی اور اس سے انہوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

3۔ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کے اس فارسی اسلوب نگارش کو دیکھ کر یہ خیال یقین میں بدلنے کو جی چاہتا ہے کہ قرآن وحدیث اور دیگر معارفِ عربیہ اسلامیہ پر کامل عبور ہونے کے باعث وہ یا تو پہلے لکھتے ہی عربی میں ہوں گے اور پھر اسے فارسی کے قالب میں ڈھالتے ہوں گے یا کم سے کم سوچتے تو عربی میں ہوں گے اور پھر عربی سوچ کو فارسی قالب عطا کرتے ہوں گے۔ اس لئے ان کی فارسی قدرے مشکل ہونے کے علاوہ الفاظ کی تقدیم وتاخیر اور قدرے غموض کا رنگ لئے ہوئے ہے اور ان کے بیچارے اُردو مترجم مشکلات کا شکار رہے ہیں!!

4۔ اصل فارسی اور عربی ترجمہ کے تقابلی مطالعہ سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ڈاکٹر اسعاد نے لفظی ترجمہ میں یہ تکلیف نہیں فرمائی کہ فارسی عبارت میں عربی کے استعمال ہونے والے الفاظ وہی معنی دے رہے ہیں جو قدیم وجدید عربی میں متعارف ومتداول تھے یا یہ کہ ان کی ساخت ہی بدل جائے تو کچھ بہتری کی صورت پیدا ہو جائے گی یا نہیں، مثلاً ''واندر چگونگیآن عقل عاجز'' کا ترجمہ ''ان العقل عاجز فی کیفیتها'' کر دینا کافی ہے یا اس میں ساخت اور صیاغت جملہ بدلنے کی ضرورت ہے؟ چگونگی کا ترجمہ کیفیت کے بجائے ماھیت زیادہ مناسب ہوتا، پھر صرف (فی کیفیتها) یا (فی ماهیتها) سے بات نہیں بنتی جب تک (فہم) یا (ادراک) کا لفظ درمیان میں نہ بڑھایا جائے، صیاغت جملہ بھی بدلنا زیادہ مفید ہوتا اور اسمیہ

Marfat.com

کے بجائے فعلیہ بھی ہوسکتا تھا اور یوں کہا جاسکتا تھا : "قد عجز العقل فی اِدراکها او فهمها"۔ اگلا جملہ بھی بالکل لفظی ترجمہ ہے، حتیٰ کہ ''حسب'' اور ''قیاس'' کو بھی جوں کا توں لے لیا گیا ہے۔ اس لفظی ترجمہ سے اہلِ زبان کے لئے الجھن پیدا ہوسکتی ہے۔

اس سے اگلے جملے (واصناف کفر را اندر آن سخن است) کا ترجمہ بھی دلچسپ ہے۔ یہاں عربی کا لفظ چھوڑ دیا ہے اور اصنافِ کفر کا ترجمہ صرف ''الکفار'' کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے حالانکہ اس لفظ کو بھی استعمال کیا جاسکتا تھا اور زیادہ موزوں لگتا اگر کہا جاتا (وللکفار اصنافهم) سخن کا ترجمہ ''کلام'' درست تو ہے مگر کافی نہیں، (آراء) زیادہ پرمعنی اور مفید ہوتا کیونکہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے عہد تک کفار کے گروہ اور اصناف لامحدود تھیں اسی طرح ان کی آراء بھی تھیں مثلاً بدھ مت میں ''نروان'' اور ہندو مت میں ''آواگون'' یا ''تناسخ'' تھا، خود جاہل عربوں اور اہل فارس (زرتشتیوں) کی بھی آراء تھیں اس لیے اگر یہ جملہ اگر یوں ہوتا تو زیادہ جامع بات ہوتی۔(وللكفار باصنافهم آراء فی ذلك أوفی ماهية الروح و حقيقتها)۔

بالصواب و اِلیه المرجع و المآب و هو نعم المولی و نعم النصیر!

و الله أعلم

Marfat.com

حواشی

1۔ کلیاتِ اقبالؒ، ص 51-52۔
2۔ نفحات الانس، ص 316۔
3۔ بزمِ صوفیہ، ص 10۔
4۔ مکتوبات امام ربّانی دفتر اول حصہ دوم، ص 74۔
5۔ کلیاتِ اقبالؒ، ص 51-52۔
6۔ مقدمہ کشف المحجوب از محمد حسین تسبیحی۔
7۔ مقدمہ کشف المحجوب عربی ترجمہ۔
8۔ ایضاً۔
9۔ مقدمہ کشف المحجوب عربی، ص 106۔
10۔ ایضاً، ص 107-108۔
11۔ مقدمہ کشف المحجوب از تسبیحی۔
12۔ ایضاً۔
13۔ عربی ترجمہ کشف المحجوب، ص 260۔
14۔ کشف المحجوب فارسی، ص 380۔
15۔ کشف المحجوب عربی، ص 502۔
16۔ سورۂ بنی اسرائیل: 85۔
17۔ ایضاً۔
18۔ صحیح البخاری۔
19۔ صحیح المسلم۔

حضرت سیّد علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا بین الاقوامی کتب خانہ

درزمانہ مسعود (سوم) بن ابراہیم غزنوی

☆ پروفیسر ڈاکٹر آغا یمین

غزنوی دور کے شہر لاہور کی مستند تاریخ طبقات ناصری (1) ہے۔ اس کے مصنف منہاج الدین بن سراج الدین الجوز جانی نے دارالسلطنۃ غزنویہ لاہور کے تین سلاطین کے نام علی الترتیب مع سنین ہجری۔

1۔ امیر شہید مسعود (اوّل) بن محمود سبکتگین
2۔ مسعود (دوم) بن مودود غزنوی
3۔ مسعود (سوم) بن ابراہیم غزنوی

طواسی مسعود (سوم) بن ابراہیم غزنوی کے متعلق غزنوی دور کے معروف شاعر مسعود سعد سلمان لاہوری (2) نے اُس کی سلطنت میں خوشحالی اور آسودگی کے علاوہ مسعود سوم کی علم دوستی اور ادب پروری کا ذکر درج ذیل اشعار میں یوں کیا ہے۔

زن گوید، کہ برتن نیست جامہ — نہ گوید بچہ بدسر نیست دستار
دعای شاہ چون تسبیح گویند — عیال بی حدو، اطفال بسیار
دھد پر علم را نظمی، کہ ہر کس — بود از علم نوعی را، خریدار
کندشھون ھمہ، طاق ورف آن — بتغیر و باخبار و باشعار
بیارا ید کنون دارالکتب را — بتوفیق خدای ودجبّار
زھر، دا را الکتب ندر جھانست — چنان ساز د کہ پیش آند بمقدار

یہاں ہم قارئین کے استفادہ کے لیے مسعود سعد سلمان لاہور کے اُن اشعار کا مفہوم اُردو زبان میں درج ذیل کرتے ہیں جن سے معلوم ہو سکے گا کہ غزنوی دور کے اسی مسعود (سوم) بن ابراہیم غزنوی کے

☆ سابق چیئرمین شعبہ زبان وادبیات فارسی گورنمنٹ کالج لاہور

Marfat.com

زمانے میں بعینہ اسی جگہ جہاں آج سیّد علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مرجع عوام وخواص موجود ہے۔ کبھی زمانہ تھا کہ مسعود (سوم) بن ابراہیم غزنوی جو کہ حضرت داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا نہ فقط دلدادہ تھا بلکہ ایک روحانی مرید ہونے کی وجہ سے علم وادب کا شیدا اور ادب پرور بھی تھا۔ عادل و منصف ہو جس کی وجہ سے اُس کا زمانہ سلطنت نہایت خوشحال تھا۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے مسعود سعد سلمان لاہوری کہتے ہیں:

''اے سلطنت غزنویہ لاہور کے محافظ، واقعی تیری سلطنت کا نظام اتنا پُرامن ہے، کہ جس میں کسی عورت کو یہ شکایت نہیں کہ اُس کے تن ڈھاپنے کے لیے کپڑا موجود نہیں اور نہ ہی کسی بچے کو یہ شکایت ہے، کہ اُس کے سر پر دستار نہیں۔ سب مرد، عورت بچے بوڑھے اور جوان سب خوشحال ہیں۔''

یہی وجہ ہے کہ تیری رعایا کے تمام اعوام تجھے دل سے دعائیں دیتے ہیں۔ باوجود اس کے وہ کافی عیال دار ہیں۔ لیکن اُن کو ہر قسم کی سہولت موجود ہے اور وہ دعا گو ہیں۔

علاوہ ازیں تیرا سب سے اہم کارنامہ خواص وعوام میں تعلیم وتربیت کی ترویج وتوسیع ہے۔ بالخصوص علماء وحکما کے لیے تو نے جو بین الاقوامی ''دارالکتب'' قائم کیا ہے۔ اُس میں ان کی تحقیق و تدقیق اور اسلامی علوم وفنون کی ترویج کے لیے تیرے کتب خانے کی تمام الماریاں اور شیلفیں، قرآن کریم کی خطاطی کے نسخوں، تفسیراتِ قرآن اور شعروسخن اور علم وادب پر مبنی مواد سے آراستہ وپیراستہ ہیں۔

یہ تیسری محنت اور ذوق وشوق کا نتیجہ ہے کہ وسطِ ایشیا کے علاوہ مشرق ومغرب کے کتب خانوں سے علمی ادبی مواد جہاں سے بھی پہلے وہاں سے دستیاب کر کے اسے ایسی شہرت عطا کی ہے کہ آج تیرا یہ دارالکتاب یقیناً بین الاقوامی معیار کا درجہ رکھتا ہے۔

جیسا کہ سطور بالا مین بیان کیا گیا ہے کہ مسعود (سوم) بن ابراہیم غزنوی حضرت داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا نہ فقط دلدادہ تھا بلکہ ایک روحانی مرید ہونے کی وجہ سے علم وادب کا شیدا اور ادب پرور بھی تھا۔ ظاہر ہوا کہ اُس زمانے میں اتنے بڑے ''بین الاقوامی دارالکتب'' کا قیام حضرت داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیتِ بزرگ ہونے کا فیضِ عام تھا۔

1۔ مصنف ابوعمر منہاج الدین عثمان بن سراج الدین، الجوزجانی تصحیح کپتان ولیم ناسولیس، رائل ایشیاٹک سوسائٹی، ص 22

2۔ مسعود سلمان لاہوری، دیوان مسعود لاہوری بتصحیح آقای رشید یاسی، تہران، ص 223,224۔

Marfat.com

آستانہ سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہی رسومات

☆ مشتاق احمد

صوفیائے کرام رحمہ اللہ علیہم کی حیاتِ مستعار کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کی ترویج واشاعت ہوتا ہے۔ انہی نفوسِ قدسیہ کی مساعیٔ جمیلہ کے نتیجے میں لاکھوں صنم پرستوں اور معبودانِ باطل کے پرستاروں کو ایمان وایقان اور علم ومعرفت کی دولت نصیب ہوئی، صنم کدے ویران اور آتش کدے سرد پڑ گئے۔ لوگ معبودانِ باطل کی طرف سے منہ موڑ کر معبودِ حقیقی ومسجودِ حقیقی وحدہ لاشریک اللہ ربُّ العزت کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔

قطب الاقطاب، مرکزِ تجلّیات منبعِ فیوض وبرکات، سلطان الاولیاء حضرت علی بن عثمان ہجویری جلابی المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا شمار نادرہ روزگار ہستیوں اور متقدمین واوّلین مبلّغینِ اسلام میں ہوتا ہے۔ آپؒ نے برصغیر پاک وہند میں شجرِ توحید کی آبیاری کی اور لاکھوں گم گشگانِ راہِ حقیقت کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔ ساکنانِ ہند کے قلوب واذھان کو نورِ اسلام کی ضیاء پاشیوں سے منور کیا اور کفر وظلمت اور ضلالت وگمراہی کے ماحول میں اسلام کی شمع فروزاں کی جس کی تابانی سے پورا برصغیر جگمگا اُٹھا۔ ظاہری دولت وثروت اور دنیاوی اقتدار وحکومت نہ ہونے کے باوجود اپنے کردار کی رفعتوں کے ذریعے لوگوں کے دلوں کو فتح کیا۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سلطان محمود غزنوی کے عہدِ حکومت میں **400**ھ یا **401**ھ میں غزنی (افغانستان) کے محلّہ ''ہجویر'' میں پیدا ہوئے۔ (1) آپؒ حسنی سیّد ہیں آپؒ کا سلسلۂ نسب نو واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے (2) مختلف بلادِ اسلامیہ کے سفر کے بعد آپؒ سلطان مسعود ابن محمود غزنوی کے اخیر عہد میں اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ لاہور تشریف لائے۔ (3)

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے لاہور میں ورودِ مسعود کے بارے میں محمد دین فوق یوں رقمطراز ہیں:۔

☆ ریسرچ فیلو، مرکز معارف اولیاء دربار حضرت داتا گنج بخشؒ اوقاف پنجاب لاہور

Marfat.com

''حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہمراہیوں سمیت اپنے پیر روشن ضمیر حضرت خواجہ ابوالفضل بن ختلی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق منزلوں پہ منزلیں طے کرتے، راستے کے دیہاتی باشندوں کو پُر حکمت نصائح کے موتی لٹاتے، فقر و فاقہ اور صبر و شکر سے شکم پُری کرتے اور آبلۂ پا کو خارِ راہ کا شکار بناتے 431ھ بمطابق 1041ء میں لاہور پہنچے۔''(4)

لاہور میں قیام کے دوران انہوں نے یہاں کے کفر و باطل کے سحر کو توڑا اور دینِ مبین کی سربلندی و اشاعت کا کام جاری رکھا۔ آپ 465ھ (1072ء) میں خُلد آشیاں ہوئے۔ (5) اُس وقت سلطان ابراہیم بن مسعود غزنوی سریر آرائے سلطنت تھا۔ آپؒ کا مزار مبارک سب سے پہلے سلطان محمود غزنوی کے برادر زادہ ظہیر الدولہ سلطان ابراہیم بن مسعود غزنوی نے بنوایا تھا۔ (6) مدینۃ الاولیاء لاہور میں آپؒ کا مزار بوسہ گاہِ خلائق ہے۔

شخصی اوصاف و اخلاق کی تعمیر کا کام سب سے زیادہ اہم لیکن کٹھن اور مشکل ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد یہ ذمہ داری صوفیاءؒ و اولیاءِؒ امت نے اپنے ذمہ لی۔ صوفیاءؒ کی اس اصلاحی جدوجہد کا مرکز ان کی خانقاہیں تھیں جو ایک طرف اسلامی تہذیب و تمدّن کی ترویج کا ذریعہ تھیں تو دوسری طرف طریقت و شریعت کے فروغ کا وسیلہ۔ اسلامی معاشرت کا یہ وہ عظیم ادارہ ہے جہاں دلوں کی سیاہی دُھلتی، ذہن نکھرتے اور قلبی دنیا سنورتی تھی۔ عموماً یہ خانقاہیں اپنے دور کی گنجان آبادی سے ذرا ہٹ کے ہوتی تھیں، جہاں شیخ کو اپنے مزاج اور اپنی خانقاہ کے اصولوں کے مطابق لوگوں کی اصلاح و تربیّت کا موقع میسّر ہوتا تھا۔

برِصغیر میں اسلام کی ترویج و اشاعت میں خانقاہ کا کردار بڑا بنیادی اور اساسی نوعیّت کا ہے۔ یہ مرکز ایک طرف دعوت و تبلیغ کا منبع تو دوسری طرف معاشرتی اصلاح و فلاح کا مصدر تھے۔ بلاامتیاز، مفلسوں کو قیام اور بھوکوں کو طعام کی سہولت میسّر آتی تھی۔ مختلف افراد کے ایک جگہ مشترکہ قیام سے ایک برادری اور بھائی چارے کا احساس فروغ پاتا۔ دین داری، خلوص، توکّل جیسے اسلامی اور انسانی جذبے پروان چڑھتے۔

اگرچہ ہر خانقاہ اپنی روایات کی بدولت انفرادی تشخص کی حامل ہوتی ہے تاہم حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم آستاں ان معمولات و روایات کے اعتبار سے بھی مختلف اور منفرد نوعیّت رکھتا ہے۔ یہاں روزمرّہ کے خانقاہی معاملات اور درگاہی رسومات اپنی کیفیت اور جذب کے اعتبار سے اتنی ہی ممتاز اور معتبر ہیں جتنا یہ عظیم آستانہ۔ یہاں فیض کے دَر اگرچہ ہمہ وقت وَا رہتے ہیں اور ہر زائر اپنی طلب اور استعداد کے مطابق روشنی اور فیض حاصل کرتا ہے۔

بقدرِ ظرف مل جاتی ہے سب کو دولتِ مستی
درِ پیرِ مغاں سے کب کوئی ناکام جاتا ہے

تاہم بعض مخصوص اوقات میں کچھ مخصوص ساعتیں اوران ساعتوں میں مخصوص روحانی اور خانقاہی معمولات کچھ زیادہ ہی برکت کا ذریعہ بنتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے معمولات و رسومات روزانہ، ہفتہ وار، ماہانہ اور سالانہ کی ترتیب سے بیان کیے جاتے ہیں:

روزانہ کے معمولات

صبح (وقتِ سحر):۔

وقتِ سحر......... دعاؤں کی قبولیت کی ساعت!......... وہ لمحات جب خالقِ ارض وسماء آسمانِ عرش سے آسمانِ زمین پر جلوہ افروز ہوتا ہے!......... سحاب کرم فضائے زمین و آسمان کو پُر نور و پُر کیف بنا دیتے ہیں!......... رحمتِ خداوندی کا بحرِ بیکراں طغیانی میں ہوتا ہے!......... بخشش وعنایات کی منادی مخلوقِ خدا کو دامن پھیلانے کی دعوت دے رہی ہوتی ہے!......... اس وقت بارگاہِ ایزدی میں دستِ سوال دراز کرنے اور دامنِ آرزو کو پھیلانے سے رحمتِ ربِّ ذوالجلال سے کیسی کیسی نوازشات وعنایات ہوتی ہیں! کیسے کیسے مژدۂ جانفزا سنائے جاتے ہیں! اس کا اندازہ اسی خوش نصیب وخوش بخت کو ہوسکتا ہے جس کو اللہ ربُّ العزّت نے سحر گاہی کی توفیقِ سعید بخشی ہواور جو ان سہانے لمحات میں چشمِ زار سے اپنے گناہوں کی سیاہی کو دھونے کی آرزو رکھتا ہو! بقولِ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ ؎

عطارؒ ہو ، رومیؒ ہو ، رازیؒ ہو ، غزالیؒ ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

اس وقت شانِ کبریائی کے سامنے بندہ کمال عجز و نیازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی اشکبار آنکھوں سے بارگاہِ ایزدی میں جب گڑگڑاتا ہے تو عرش پرانوار وتجلّیات اوراحسانات واکرام کے در کھل جاتے ہیں۔

ایسی ہی بابرکت ومقدس ترین ساعتوں میں مرکزِ تجلّیات، منبعِ فیوض وبرکات، مخدوم الاولیاء حضرت علی بن عثمان المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پُر انوار کی چوکھٹ وا ہوتی ہے، ہزاروں

Marfat.com

عقیدت منداور عشاقانِ سیّد داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ زیارت کے لئے حاضر ہوتے اور آداب عقیدت بجالاتے ہیں۔

آستانۂ سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کے روزانہ کے معمولات میں اذانِ فجر سے تقریباً ایک گھنٹہ قبل چوکھٹ کھولنے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا روضۂ مبارک ہشت پہلو ہے جس میں چار چوکھٹیں (دروازے) ہیں۔ ان میں ایک چوکھٹ جنوب مغرب کی طرف، ایک جنوب مشرق کی طرف اور ایک بڑی چوکھٹ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کی جانب ہے، یہ تینوں چوکھٹیں مرد زائرین کے لئے ہیں۔ ایک چوکھٹ شمال مشرق کی جانب ہے جو خواتین زائرات کے لئے مخصوص ہے۔ بڑی چوکھٹ جو آپؒ کے قدموں کی جانب ہے، اسے ہی خصوصی طور پر کھولا جاتا ہے۔ چوکھٹ کھولنے کی رسم کے وقت زائرین غلام گردش میں جمع ہو جاتے ہیں۔ سب سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے پھر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ایصالِ ثواب کے لئے ختم شریف پڑھا جاتا ہے اس کے بعد آپؒ کا درج ذیل شجرۂ طریقت پڑھا جاتا ہے:

شجرۂ طریقت حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ:

ہو رقم کس سے تمہارا مرتبہ یا گنج بخشؒ — ہیں ثنا خواں آپؒ کے شاہ و گدا یا گنج بخشؒ
بحرِ غم میں ہوتی ہے زیر و زبر کشتی میری — لو خبر بہر محمد مصطفٰے ﷺ یا گنج بخشؒ
مہربان ہو کر ہماری مشکلیں آسان کرو — صدقۂ حضرت علی المرتضٰیؓ یا گنج بخشؒ
اَز پئے خواجہ حسن بصریؒ مجھے ہونے نہ دو — پھندۂ حرص و ہوا میں مبتلا یا گنج بخشؒ
اَز برائے طاعت حبیب عجمیؒ کرو — نورِ ایمان سے منوّر دل مرا یا گنج بخشؒ
حضرت داؤد طائیؒ پیر کامل کے طفیل — کیجئے سب حاجتیں میری روا یا گنج بخشؒ
اَز پئے حضرت معروف کرخیؒ خواب میں آ کر مجھے — چہرۂ انور دکھا دو برملا یا گنج بخشؒ
اَز برائے سری سقطیؒ رہے لب پر میرے — اسمِ اعظم آپؒ کا جاری سدا یا گنج بخشؒ
اَز پئے الطافِ تکریم فیوض ذاتِ جنیدؒ — ہو ہمارے حال پر نظرِ عطا یا گنج بخشؒ
از برائے حضرت ابوبکر شبلیؒ نامدار — ہو ہمارے دل کا حاصل مدعا یا گنج بخشؒ
از پئے حضرت علی حصریؒ مجھے کر دو رہا — ہوں گرفتارِ غم رنج و بلا یا گنج بخشؒ

Marfat.com

از برائے حضرت ابوالفضل ختلیؒ رہے جلوہ نما
ہر گھڑی دل میں تصور آپ کا یا گنج بخشؒ

یا علی مخدوم ہجویریؒ، برائے ذاتِ خویش
غیر کا ہونے نہ دو ہم کو گدا یا گنج بخشؒ

شیخ ہندیؒ پر پڑی لطف و کرم کی جب نظر
کر دیا قطرہ سے دریا آپ نے یا گنج بخشؒ

حضرت خواجہ معینؒ کو، بابا فرید الدینؒ کو
گنجِ عرفاں آپ کے دَر سے ملا یا گنج بخشؒ

اُس بشر کے ہو گئے فوراً سبھی مطلب روا
صدق سے جس نے اک مرتبہ کہا یا گنج بخشؒ

چاہیے پھر اور کیا، ہو میسر جسے
گنج بخشِ فیضِ عالم کی دُعا یا گنج بخشؒ

آپؒ کے دربارِ عالی میں کیا جس نے سوال
آپؒ نے بخشا اُسے گنجِ بے بہا یا گنج بخشؒ

کس کے دَر پر ظہور الدین کرے جا کر سوال
کس کے دَر پر یہ حاضریں جا کر کریں سوال

آپؒ کے دربارِ عالی کے سوا یا گنج بخشؒ

بعد ازاں درج ذیل سلام بصد عجز و نیاز بارگاہِ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پیش کیا جاتا ہے۔

سلام بحضور حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ:

ہیں آپؒ فخر انساں سلام علیکم
اے مظہرِ خدا شاں سلام علیکم

علی اسمِ اعظم صفت گنج بخش
اے مخدومِ سلطاںؒ سلام علیکم

ہیں آپؒ فخر انساں سلام علیکم
اے مظہر خدا شاں سلام علیکم

علیؒ نام تیرا فرشتوں کی تسبیح
ہیں آپؒ شانِ سبحاں سلام علیکم

ہیں آپؒ فخر انساں سلام علیکم
اے مظہر خدا شاں سلام علیکم

ہیں آپؒ فخر ہجویر ولیوں کے افسر
نبیؐ جی کے فیضاں سلام علیکم

ہیں آپؒ فخر انساں سلام علیکم
اے مظہرِ خدا شاں سلام علیکم

اس کے بعد درج ذیل اشعار بلند آواز کے ساتھ رقت آمیز انداز میں پڑھے جاتے ہیں۔ اس دوران حاضرین اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کر لیتے ہیں:-

گنج بخشؒ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را راہنما

گنج بخشی آپؒ کی آفاق میں مشہور ہے
دل دہی خستہ دلوں کی آپؒ کا دستور ہے

زغۂ اعداء میں یہ قلبِ حزیں محصور ہے — المدد یا گنج بخشؒ منتظر مہجور ہے
گنجِ عرفانِ الٰہی نیز گنجِ عافیت — کن عطا یا ربّ ایں مسکیں بنامِ گنج بخشؒ
یا علیؒ مخدومِ ہجویری براہ ذاتِ خویش — غیر کا ہونے نہ دو ہم کو گدا یا گنج بخشؒ
گنج بخشی آپؒ کی مشہور، ہم پر کر کرم — کر کرم، کروا کرم دونوں جہاں میں رکھ شرم
سخی! کر کرم کروا کرم — دونوں جہاں میں رکھ شرم
داتا! کر کرم کروا کرم — دونوں جہاں میں رکھ شرم

اِن اشعار کے اختتام کے ساتھ ہی چوکھٹ کھول دی جاتی ہے۔

اِس کے بعد مزار شریف پر جاروب کشی کی جاتی ہے اور تازہ پھول مزارِ پاک پر رکھے جاتے ہیں۔ پھر دعا کی جاتی ہے۔ یہ وقت قبولیتِ دعا کا ہوتا ہے لہٰذا زائرین انتہائی انکساری کے ساتھ اشکوں کی رِم جھم دعائیں مانگتے ہیں۔ یہ پُر کیف منظر قابلِ دید ہوتا ہے۔

رات:۔

نمازِ عشاء کے بعد مزار شریف کی صفائی کی جاتی ہے اور پھر تقریباً 2 گھنٹے بعد چوکھٹ بند ہونے کی رسم ہوتی ہے۔ اس کے لیے پہلے حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ایصالِ ثواب کے لیے ختم شریف پڑھا جاتا ہے پھر دعا کی جاتی ہے۔ زائرین کی کثیر تعداد دعا میں شریک ہوتی ہے۔ پھر درج ذیل اشعار پڑھے جاتے ہیں۔

گنج بخشِ فیض عالم مظہرِ نور خدا — ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما (الخ)

ان اشعار کے اختتام کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ چوکھٹ کو بند کر دیا جاتا ہے۔

ہفتہ وار معمولات

بروز بدھ:۔

بعد نمازِ عشاء مزار شریف کی صفائی کی جاتی ہے اور مزار مبارک کی چادر تبدیل کی جاتی ہے۔

بروز جمعرات:۔

جمعرات کو صبح کے معمولات میں چوکھٹ کھولنے کی رسم ہوتی ہے۔ عام دنوں کی نسبت اس دن

زائرین کی کثیر تعداد شرکت کی سعادت حاصل کرتی ہے۔ خاص طور پر نوچندی جمعرات کو تو زائرین کا ہجوم دیکھ کر عرس کا گمان ہوتا ہے۔ لوگ دور دراز سے ہر جمعرات کو یہاں آتے ہیں۔

دن کے وقت نمازِ ظہر سے نمازِ عصر تک ''سماع ہال'' میں محفلِ سماع منعقد ہوتی ہے جس میں مقامی و غیر مقامی قوال حمد و نعت اور حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت پیش کرتے ہیں۔ اس محفلِ سماع کا انتظام دربار شریف کی ''سماع کمیٹی'' کرتی ہے۔

نمازِ عصر کے بعد مزار شریف کی جامع مسجد میں ختمِ خواجگان پڑھا جاتا ہے۔ اِس کے بعد محفلِ ذکر ہوتی ہے جس میں حاضرینِ محفل اللہ رب العزت کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد دعا مانگی جاتی ہے۔

بعد از نمازِ مغرب صحنِ مسجد میں محفلِ نعت منعقد ہوتی ہے۔ جس میں ملک بھر کے نعت خواں حضرات سرکارِ دو عالم ﷺ کے حضور گلہائے عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد دعا کی جاتی ہے۔

نمازِ عشاء کے بعد پھر ایک محفلِ نعت منعقد ہوتی ہے۔ اس محفل کا آغاز تلاوتِ قرآن مجید سے کیا جاتا ہے۔ جمعرات کی اس محفل نعت میں ہزاروں لوگ شرکت کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ پھر درود و سلام حضور سرورِ کونین ﷺ پڑھا جاتا ہے اور حاضرین و زائرین میں تبرک تقسیم کیا جاتا ہے۔ اِس کے بعد معمول کے مطابق چوکھٹ بند ہونے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ لیکن اکثر زائرین موجود رہتے ہیں اور شب بیداری کرتے ہیں۔

ماہانہ محفلِ نعت:۔

ہر قمری ماہ کی پہلی جمعرات کو خانقاہِ سیّد داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر ایک عظیم الشان محفلِ نعت منعقد کی جاتی ہے۔ یہ محفل عشاء کی نماز کے بعد جامع مسجد داتا دربار میں ہوتی ہے۔ اس محفل کا انتظام محکمہ اوقاف پنجاب کی جانب سے خصوصی طور پر کیا جاتا ہے۔ جس میں ملک بھر کے نامور نعت خواں حضرات شرکت کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

جمعۃ المبارک:۔

صبح چوکھٹ کھولنے کی رسم ادا ہوتی ہے جس میں رات بھر رہنے والے زائرین کثیر تعداد میں شریک ہوتے ہیں۔ معتقدین چوکھٹ کھلنے سے قبل ہی زیارتِ مزار شریف کے لیے قطار بنا لیتے ہیں۔ ہر شخص کی یہ

Marfat.com

خواہش ہوتی ہے کہ چوکھٹ کے کھلنے کے ساتھ ہی پہلی نظر مزارِ پُرانوار پر پڑے۔

جمعۃ المبارک میں مسجد سے لے کر مزار شریف تک اور اس سے بھی آگے تک لوگوں کا جم غفیر ہوتا ہے۔ نمازِ جمعہ کے بعد نہایت عجز وانکساری کے ساتھ سلام پڑھا جاتا ہے، پھر دعا کی جاتی ہے۔

ماہانہ معمولات

چھٹی شریف:۔

سرزمینِ ہند میں وارد ہونے والے جن اولیاء اور برگزیدہ ہستیوں سے یہاں ایمان وایقان کا آفتاب فروزاں ہوا، قطب المشائخ، سیدِ اجمیر، خواجہ خواجگان، معین الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اس کاروانِ عزیمت کے سالار ہیں۔ آستان سیدّ ہجویر سے جن اولیاء کرامؒ نے اکتسابِ فیض کیا، اس آستاں پر حاضری کی سعادت حاصل کی اور اس آستاں کے فیض وبرکت سے تصوّف کی روحانی منازل طے کیں، ان اولیاء کرامؒ میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی آمد خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ چشتیہ کے سربرآوردہ بزرگ ہیں۔ روایات کے مطابق آپؒ 580ھ کے قریب یا اس سے کچھ عرصہ پیشتر (7) ہندوستان میں مدینہ منورہ سے اجمیر (ہندوستان) جاتے ہوئے لاہور تشریف لائے اور خانقاہِ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر آپؒ کے قدموں کی جانب چلّہ کشی کی۔ اس چلّے کی تکمیل سے آپ پر جو فیوض وبرکات، عنایات اور تجلّیات ہوئیں، اُس کا اظہار آپؒ نے اپنے اس شہرۂ آفاق شعر میں کیا ہے جو آپؒ نے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی پائنتی کی طرف کھڑے ہو کر کہا تھا ؎

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

حضرت خواجہ معین الدّین رحمۃ اللہ علیہ نے داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جس جگہ چلّہ کشی کی، وہاں شہنشاہِ اکبر نے ایک کمرہ بنوادیا۔ (8)

آپؒ کی چلّہ گاہ پر سنگ مرمر سے مزیّن ایک خوبصورت حجرہ تعمیر کیا گیا ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ 6 رجب المرجب کے دن خُلد آشیاں ہوئے۔

Marfat.com

اسی لیے آستانِ سیدعلی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے خانقاہی معمولات ورسومات میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے یومِ وصال کی مناسبت سے ہرقمری ماہ کی چھ تاریخ کو ''چھٹی شریف'' کے ختم کا بالخصوص اہتمام کیا جاتا ہے۔

چھٹی شریف کے ختم کیلئے مغرب سے عشاء تک ایک محفلِ نعت کا انعقاد کیا جاتا ہے۔جس میں ملک بھر سے نامور نعت خوانوں کو دعوت دی جاتی ہے۔محفل کے اختتام پر ختمِ خواجگان پڑھا جاتا ہے۔درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے اور دعا کی جاتی ہے۔عمومی زائرین کے علاوہ سلسلۂ چشتیہ کے معتقدین حضرات اِس محفل ودعا میں شرکت کو اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتے ہیں۔آخر میں لنگر سے زائرین کی تواضع کی جاتی ہے۔

گیارھویں شریف:۔

ہرقمری ماہ کی گیارہ تاریخ کو ''گیارھویں شریف'' کا ختم ہوتا ہے۔اِس سلسلے میں جامع مسجد میں محفلِ نعت کا انعقاد کیا جاتا ہے۔یہ محفل نمازِ مغرب کے بعد شروع ہوتی ہے اور عشاء تک ختم ہوجاتی ہے۔محفل کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے کیا جاتا ہے۔اس کے بعد نعت خوان حضرات سیدالکونین ﷺ کے حضور عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔نعت خوانی کے بعد ختمِ خواجگان پڑھا جاتا ہے اور درود وسلام اور دعا کے ساتھ اِس محفل کا اختتام ہوتا ہے۔آخر میں زائرین میں لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔

بارھویں شریف:۔

آقائے نامدار خاتم المرسلین، شفیع المذنبین، حبیب کبریا، حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ 12 ربیع الاوّل کو اِس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔اسی لیے آستانہ سیدِ ہجویر رحمۃ اللہ علیہ پر ہرقمری ماہ کی 12 تاریخ کو میلادِ النبی ﷺ کی مناسبت سے ''محفلِ میلاد'' کا انعقاد کیا جاتا ہے۔یہ محفل بھی نمازِ مغرب سے نمازِ عشاء تک منعقد کی جاتی ہے۔اِس محفل میں نعت خوانی ہوتی ہے۔اِس کے بعد ذکر کی محفل ہوتی ہے۔پھر حضور ﷺ کی بارگاہ عظمت پناہ میں بصد عجز ونیاز درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے اور دعا کے ساتھ اِس محفل کا اختتام ہوتا ہے۔آخر میں حاضرینِ محفل میں تبرک تقسیم کیا جاتا ہے۔

ماہانہ ختم (قمری ماہ کی اُنیس تاریخ):۔

قطب الاقطاب، پیرِ کامل، مخدومِ اُمم، سیدِ ہجویر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال

Marfat.com

19 صفر المظفر کو ہوا۔ اس لئے آپ کے ایصالِ ثواب کے لیے ماہانہ ختم شریف ہر قمری ماہ کی اُنیس تاریخ کو ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ختم شریف کی محفل منعقد ہوتی ہے۔ یہ محفل نمازِ عصر سے نمازِ عشاء تک جاری رہتی ہے۔ سب سے پہلے تلاوتِ قرآن مجید کا شرف حاصل کیا جاتا ہے۔ پھر نعت خوانی ہوتی ہے اور درود و سلام اور دعا کے ساتھ اِس محفل کا اختتام ہوتا ہے۔

اس ماہانہ ختم شریف میں زائرین کے لیے خصوصی لنگر کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ لنگر نان اور حلیم پر مشتمل ہوتا ہے۔ جس کا اہتمام وانتظام دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی ''امور مذہبیہ کمیٹی'' کرتی ہے۔

سالانہ معمولات

9 محرم الحرام، تقریبِ غسل مزار شریف:۔

خانقاہوں کو عموماً سال میں ایک مرتبہ غسل دینے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ یہ موقع زائرین اور متوسّلین کے لئے خصوصی اہمیت کا باعث ہوتا ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس کے غسلِ مبارک کی تقریب سعید 9 محرم الحرام کو نمازِ عصر کے بعد ہوتی ہے۔ مزارِ مبارک کو 40 من سے زائد عرقِ گلاب سے غسل دیا جاتا ہے۔ یہ عرقِ گلاب معتقدین حضرات فراہم کرتے ہیں۔ محرم الحرام کا مہینہ شروع ہوتے ہی لوگ عرق جمع کروانا شروع کر دیتے ہیں۔

اعلیٰ حکومتی نمائندے بھی اِس تقریب میں شرکت کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ حسبِ روایت پروگرام کے مطابق چند اہم شخصیات روضہ شریف کے اندر داخل ہوتی ہیں۔ سب سے پہلے سورۃ یٰسین کی تلاوت کی جاتی ہے۔ پھر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ایصالِ ثواب کے لیے ختم شریف پڑھا جاتا ہے اس کے بعد آپؒ کا ''شجرۂ طریقت'' (جو پہلے تحریر کیا جاچکا ہے) اور درج ذیل ''شجرۂ نسب'' پڑھا جاتا ہے۔

شجرۂ نسب حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ:۔

شکر پر بھی شکر ہے ہر دم خدا کے واسطے
دمبدم شاکر رہو ہر دم خدا کے واسطے

دو جہاں میں تو ہی تو ہے لا الہ کچھ نہیں
بھید اِلّا اللہ سمجھو خود خدا کے واسطے

یہ نماز و روزہ ساری بندگی سجدہ سجود
کفر ہے ہرگز نہ کرتو جز خُدا کے واسطے

Marfat.com

بعد پھر ہر بندگی کے پڑھ دُرود و نعت تُو ‎ فرض پر یہ فرض پڑھ خیر الوریٰ کے واسطے
دیکھئے قرآن میں خدا نے فرمایا جا بجا ‎ کس قدر رُتبہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطے
اور خدا کے یار کے جو یار ہیں اُن پر سلام ‎ بھیج تو ہر دم چار یار با خدا کے واسطے
اور محبت دل میں رکھ اُن کی جو ہیں بارہ امامؑ ‎ پیر و مرشد پنجتن ہادی خُدا کے واسطے
معتمد شجرہ رقم داتاؒ کا جدّی اب سنو ‎ جان و دل سے تم پڑھو روزِ جزا کے واسطے
یا الٰہی دو جہاں کی کر مجھے قوت عطا ‎ حیدرِ کرّار علیؓ شیرِ خدا کے واسطے
یا الٰہی دم بدم قُربان ہو میرا جان و دل ‎ اُس حسنؓ خستہ جگر صاحب عطا کے واسطے
یا الٰہی دو جہاں میں شاد اور آباد رکھ ‎ سیّد زیدؒ سخا اہلِ وفا کے واسطے
یا الٰہی کفر و شرک و غیر سے دل پاک کر ‎ اُس حسینؒ اصغر سراسر با صفا کے واسطے
یا الٰہی فرض و سُنّت پر مجھے تُو قائم رکھ ‎ ابوالحسنؒ پیارے علیؒ راہنما کے واسطے
یا الٰہی دے سعادت عشقِ احمد کی مجھے ‎ اُس شہنشاہِ شجاع یوسفؒ لقا کے واسطے
یا الٰہی ذاتِ واحد کا مجھے تو عبد رکھ ‎ عبدالرحمٰنؒ با صفا و با وفا کے واسطے
یا الٰہی فقر کی نعمت سے دل معمور کر ‎ بادشاہ سیّد علیؒ ہر دو سرا کے واسطے
یا الٰہی کر نہ تُو محتاج مجھ کو غیر کا ‎ زیرِ دامن اپنے رکھ عثمانؒ باحیا کے واسطے
یا الٰہی تو خدا را دو جہاں کا گنج بخش ‎ گنج بخش مخدوم علیؒ صاحبِ سخا کے واسطے

پھر دعا مانگی جاتی ہے۔ اس کے بعد مزارِ پاک کو باقاعدہ غسل دیا جاتا ہے۔ اس کے لئے مزارِ پاک سے غلاف مبارک، چادریں اور پوشاک مبارک اُتار دیئے جاتے ہیں۔ پھر پہلے عام پانی کے ساتھ مزار پاک کو دھویا جاتا ہے۔ اس کے بعد مزار شریف کو عرق سے دھویا جاتا ہے۔ پھر خصوصی کپڑوں کے ساتھ پانی کو خشک کر کے مزارِ شریف کی اچھی طرح صفائی کی جاتی ہے۔ اس کے بعد چولی مبارک، چادریں اور غلاف مبارک دوبارہ چڑھا کر تازہ پھول رکھ دیئے جاتے ہیں اور آخر میں دعا کی جاتی ہے۔ یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ مزار شریف پر ڈالا جانے والا یہ عرق گلاب ضائع نہیں کیا جاتا بلکہ صاف و شفاف اور متبرک ہونے کے سبب اس کو دوبارہ محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ ہزاروں معتقدین حضرات اِس عرق کو اپنے لیے باعثِ شفاء سمجھ کر تبرک کے طور پر لے جاتے ہیں۔

Marfat.com

سالانہ عُرس مُبارک:

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک کی تقاریب ہر سال 19,18اور 20 صفر المظفر کو منعقد ہوتی ہیں۔ دنیا بھر سے لاکھوں عقیدت مندان اور عشاقانِ سیّد ہجویر" عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کرنے جوق در جوق شرکت کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور سلامِ نیاز پیش کرتے ہیں۔ دورانِ عرس دربار شریف اور اس کے مضافات میں بے پناہ رش ہوتا ہے۔ عام زائرین کے علاوہ ملک بھر کی خانقاہوں کے سجادہ نشینان اور دنیائے تصوف سے تعلق رکھنے والی شخصیات تشریف لاتی ہیں اور عرس مبارک کی تقریبات ورسومات میں شرکت کو اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتی ہیں۔ عرس کی تقریبات محکمہ اوقاف پنجاب اور امور مذہبیہ کمیٹی داتا دربار" کے زیرِ نگرانی انجام پاتی ہیں۔ یہ تقاریب تین دنوں یعنی 18، 19، اور 20 صفر المظفر تک جاری رہتی ہیں۔

ان تین ایام کے دوران منعقد ہونے والی تقاریب و رسومات کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

پہلا یوم (18 صفر المظفر)

عرس کے پہلے روز درج ذیل تقاریب کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

رسم چادر پوشی:۔

عرس مبارک کے پہلے روز چادر پوشی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ عام طور پر صوبے کے سربراہ خصوصی طور پر اس رسم میں شرکت کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ سب سے پہلے تلاوت کی جاتی ہے پھر نعتِ رسولِ مقبول ﷺ پیش کی جاتی ہے پھر ختم شریف پڑھا جاتا ہے اس کے بعد مزارِ شریف کا غلاف تبدیل کیا جاتا ہے، مزار پر تازہ پھول رکھے جاتے ہیں اور دعا کی جاتی ہے۔

رسم چادر پوشی کے بعد دودھ کی سبیل کا افتتاح کیا جاتا ہے۔

افتتاح سبیل دودھ:۔

غزنی سے لاہور میں تشریف لانے کے بعد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں

Marfat.com

سب سے پہلے جس چیز کا نذرانہ پیش کیا گیا وہ دودھ تھا۔ اِسی روایت کے تسلسل میں عمومی دنوں میں اور جمعرات کو زائرین دودھ کا نذرانہ پیش کرتے ہیں اور اِسے غرباء و مساکین میں تقسیم کرتے ہیں۔ اور اِسی تاریخی روایت کے تسلسل کے تحت عرس مبارک پر زائرین کے لیے دودھ کی سبیل کا خاص طور پر انتظام کیا جاتا ہے۔

عرس مبارک کے تینوں ایام میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ایصال ثواب کے طور پر زائرین کی تواضع کے لیے ہزاروں من خالص دودھ پنجاب بھر کے عقیدت مندان شیر فروشوں کی جانب سے پیش کیا جاتا ہے۔ سبیل کا انتظام دربار شریف کمپلیکس کی مشرقی جانب باہر سڑک پر کیا جاتا ہے۔

''سبیل دودھ'' کے افتتاح کی سعادت حاصل کرنے کے لیے اعلیٰ حکومتی نمائندے بھی شرکت کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ تقریب کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوتا ہے اِس کے بعد سرورِ کونین ﷺ کے حضور گلہائے عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایصال ثواب کیلئے ختم شریف پڑھا جاتا ہے۔ اس کے بعد دعا کی جاتی ہے اور پھر حاضرین محفل میں دودھ کا تبرک پیش کیا جاتا ہے اس کے بعد تمام زائرین میں دودھ تقسیم کیا جاتا ہے اور مسلسل تین روز زائرین میں دودھ کے تبرک کی تقسیم جاری رہتی ہے۔

قومی محفلِ نعت بسلسلہ رسمِ افتتاح عرس مبارک:۔

عشاء کی نماز کے بعد عرس مبارک کے افتتاح کے سلسلے میں عظیم الشان قومی محفل نعت کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ یہ محفل جامع مسجد دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ میں منعقد ہوتی ہے۔ ملک بھر کے نامور نعت خوانان اِس محفل میں شرکت کو اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں۔

محفل کا آغاز تلاوتِ قرآن مجید سے کیا جاتا ہے اِس کے لیے بھی ملک کے نامور قاری کو دعوت دی جاتی ہے۔ پھر نعت خواں حضرات سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ یہ نورانی محفل رات گئے تک جاری رہتی ہے۔ عقیدت مندان آغازِ محفل سے اختتامِ محفل تک انتہائی مؤدب انداز میں حاضر رہتے ہیں اور مدحِ نبی ﷺ سے اپنے ایمان کو تازہ اور قلوب کو منور کرتے ہیں۔

دوسرا یوم (19 صفر المظفر)

قرآن خوانی:۔

روایات کے مطابق حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ 19 صفر المظفر کے دن خُلد آشیاں ہوئے۔

اسی مناسبت سے عرس کے دوسرے روز نمازِ فجر کے بعد جامع مسجد داتاؒ دربار میں آپؒ کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی کی جاتی ہے۔ اس میں زائرین و عقیدت مندان کے علاوہ مختلف دینی مدارس کے طلباء اور حفاظِ کرام شرکت کرتے ہیں۔

2۔ تبلیغی و روحانی اجتماعات:۔

صوفیائے کرامؒ کی زندگیوں کا مرکزی نقطہ تعلیماتِ اسلامی کی ترویج ہوتا ہے۔ اِسی بات کے پیشِ نظر دورانِ عرس مبارک پر روحانی و تبلیغی محافل کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ محافل عرس کے دوسرے روز صبح آٹھ بجے شروع ہو جاتی ہیں اور رات 2 سے 3 بجے تک جاری رہتی ہیں۔ اِن محافل میں ملک بھر کے جید علمائے کرام، مشائخِ عظام اور سکالرز حضرات مختلف موضوعات جن میں قرآن، حدیث، فقہ، عقائد، سوانح، معاملات اور زیادہ تر تصوف کے موضوعات شامل ہیں، پر خطابات فرماتے ہیں اور حاضرینِ محفل اِن روحانی اور علمی و تحقیقی خطابات سے اپنے ایمان کو تازہ کرتے ہیں۔

ان محافل کے مختلف اوقات میں تسلسل کے ساتھ پانچ اجلاس ہوتے ہیں۔ ہر اجلاس کے آغاز میں قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے۔ نعت شریف کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے اور پھر علمائے کرام طے شدہ موضوعات پر تقاریر کرتے ہیں۔ ان محافل کی تفصیل اس طرح سے ہے:۔

Marfat.com

اجلاس اوّل:۔

یہ محفل صبح آٹھ بجے شروع ہو کر نمازِ ظہر تک جاری رہتی ہے۔ اِس میں علمائے کرام خطابات کرتے ہیں۔ محفل کے اختتام پر نمازِ ظہر ادا کی جاتی ہے۔

اجلاس دوم:۔

یہ محفل نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد شروع ہوتی ہے اور نمازِ عصر کے وقت اختتام کو پہنچتی ہے۔ اس میں بھی علمائے کرام کے خطابات ہوتے ہیں۔

اجلاس سوم:۔ (خصوصی محفل ...... مظاہرہ حسنِ قرأت)

یہ محفل نمازِ عصر کے بعد شروع ہوتی ہے اور نمازِ مغرب تک جاری رہتی ہے۔ اِس محفل میں وطنِ

عزیز کے نامور قراء حضرات، حسنِ قرأت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور حاضرین وزائرین کے قلوب میں جذبہ ایمان کو تازہ کرتے ہیں۔

اجلاس چہارم:۔

یہ محفل نمازِ مغرب کے بعد شروع ہوتی ہے اور عشاء کی نماز کے وقت ختم ہو جاتی ہے۔ اِس محفل میں بھی علمائے کرام کے خصوصی خطابات ہوتے ہیں۔

اجلاس پنجم:۔

یہ محفل نمازِ عشاء کے بعد شروع ہوتی ہے اور رات 3 بجے ختم ہوتی ہے۔ یہ محفل خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں خصوصی ختم شریف پڑھے جاتے ہیں۔ جس میں ''ختم الانبیاء''، ''ختم غوثیہ'' اور ''ختم خواجگان'' شامل ہیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے اور رات 2:30 بجے خصوصی دعا مانگی جاتی ہے۔ زائرین اس دعا میں خاص طور پر شرکت کرتے ہیں۔ محفل کے اختتام پر لنگر تقسیم کیا جاتا ہے جس کا اہتمام اُمور مذہبیہ کمیٹی داتا دربار کی طرف سے کیا جاتا ہے۔

رسمِ افتتاح محفلِ سماع:۔

برصغیر پاک و ہند میں صوفیائے عظامؒ نے سماع (قوالی) کے ذریعے سے مقامی لوگوں کے قلوب کو مسخر کر کے انہیں اسلام کی طرف راغب کیا۔ تاریخِ اسلامی کی ورق گردانی سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ صوفیائے کرامؒ سماع کا ذوق رکھتے تھے جس کا مقصد لوگوں کا تزکیۂ نفس اور اسلام کے پیغام کو عام کرنا تھا۔ صوفیائے کرامؒ نے سماع سے لوگوں کے دلوں کی کیفیت بدل کر رکھ دی۔ سلسلۂ چشتیہ کے بزرگان نے سماع اور الحان کے ذریعے سے برصغیر میں اسلام کی ترویج و اشاعت کا قابلِ قدر کارنامہ انجام دیا۔

خانقاہِ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر سماع کا بھی خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ عام دنوں میں ہر جمعرات کو اور عرس کے موقع پر خصوصی طور پر عظیم الشان محفلِ سماع منعقد کی جاتی ہے۔ سماع کی یہ محفل دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کمپلیکس (داتا دربار کمپلیکس فیز II) میں خوبصورت اور وسیع و عریض ''سماع ہال'' میں منعقد ہوتی ہے۔ یہ سماع ہال کمپلیکس کے **Basement** میں تعمیر کیا گیا ہے۔ سماع ہال کا رقبہ چالیس ہزار مربع فٹ ہے۔ اس میں داخلے کے مشرق، شمال اور جنوب کی طرف سے تین بڑے، خوبصورت اور منقش

Marfat.com

دروازے ہیں۔ ہال کی مغربی دیوار کے ساتھ مستقل طور پر سٹیج تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ سماع ہال ائیر کنڈیشنڈ ہے۔ عرس کے دنوں میں ہال کی انتہائی خوبصورت انداز میں تزئین کی جاتی ہے۔

سماع کی رسمِ افتتاح عرس کے دوسرے روز یعنی 19 صفر المظفر کو صبح دس بجے ادا کی جاتی ہے۔ اِس سلسلے میں سب سے پہلے تلاوتِ کلام پاک کا شرف حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں ہدیہ نعت پیش کیا جاتا ہے۔ پھر ملک کا نامور قوال افتتاحی قوالی پیش کرتا ہے۔ سماع کا آغاز عام طور پر حضرت امیر خسروؒ کے کلام سے کیا جاتا ہے۔ پھر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت پیش کی جاتی ہے۔ اِس کے بعد دوسرے نامور قوال حضرات قوالی پیش کرتے ہیں۔ یہ محفلِ سماع رات 2 بجے تک جاری رہتی ہے۔ یہ محفلِ سماع ریڈیو پاکستان لاہور سے رات گیارہ بجے سے ایک بجے تک براہِ راست نشر کی جاتی ہے۔ محفلِ سماع کا انتظام وانصرام ''سماع کمیٹی'' کرتی ہے۔ ملک کے نامور قوال اِس میں شرکت کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ عشاقانِ داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ محفلِ سماع میں خصوصی طور پر شریک ہوتے ہیں۔ سماع کے دوران وجد کی کیفیات دیکھنے میں آتی ہے۔

تیسرا یوم عرس مبارک

روحانی محافل:۔

عرس کے تیسرے روز بھی مسجد آستاں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ میں روحانی و تبلیغی محافل جاری رہتی ہیں اور اِس روز بھی ان محافل کے پانچ اجلاس ہوتے ہیں۔ ہر محفل کا آغاز تلاوتِ قرآنِ مجید فرقانِ حمید سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد نعت پڑھی جاتی ہے اور پھر خطابات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ان محافل کی تفصیل درج ذیل ہے۔

اجلاس اوّل:۔

یہ محفل صبح آٹھ بجے شروع ہوتی ہے اور نمازِ ظہر تک جاری رہتی ہے۔ جس میں علمائے کرام اپنے موضوعات کی مناسبت سے اظہارِ خیال کرتے ہیں۔

اجلاس دوم:۔

یہ محفل ظہر کی نماز کے فوراً بعد شروع ہو جاتی ہے اور نمازِ عصر تک جاری رہتی ہے۔ اس میں بھی

Marfat.com

علمائے کرام خطابات کرتے ہیں۔

اجلاس سوم:۔

نمازِ عصر کے فوراً بعد میں تیسری محفل کا آغاز ہوتا ہے اس میں بھی علمائے کرام کے خطابات ہوتے ہیں۔ یہ محفل مغرب نماز کے وقت اختتام پذیر ہوتی ہے۔

اجلاس چہارم:۔

نمازِ مغرب کے بعد چوتھی محفل کا آغاز ہوتا ہے۔ اس میں بھی علمائے کرام کے خطابات ہوتے ہیں یہ محفل عشاء کے وقت ختم ہو جاتی ہے۔

اجلاس پنجم (خصوصی محفلِ ختم شریف):۔

عرس کی یہ اختتامی محفل انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ محفل ختم شریف کی ہوتی ہے۔ اس محفل کا آغاز نمازِ عشاء کے بعد ہوتا ہے۔ چونکہ اس وقت عرس مبارک کے اختتامی لمحات ہوتے ہیں اس لیے زائرین کثیر تعداد میں اِس محفل میں انتہائی عقیدت و محبت، ادب واحترام اور شوق وذوق سے شرکت کرتے ہیں۔

اس محفلِ پاک کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوتا ہے۔ پھر نبیٔ محتشم حضرت محمد ﷺ کے حضور نعت کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے۔ پھر ختم شریف پڑھا جاتا ہے۔ سب سے پہلے ''ختم الانبیاء'' اس کے بعد ''ختم غوثیہ'' اور پھر ''ختم خواجگان'' پڑھا جاتا ہے۔ اس کے بعد سرورِ کائنات ﷺ کی بارگاہ میں درود و سلام کا ہدیہ پیش کیا جاتا ہے۔

آخر میں بارگاہِ رب العزت میں خصوصی دعا کی جاتی ہے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ عرس کے یہ اختتامی لمحات دعاؤں کی قبولیت کے لمحات ہوتے ہیں اور اس وقت صاحبِ مزار کا فیض ہر مانگنے والے کی جھولی بھر دیتا ہے۔ اس لیے زائرین کرام کثیر تعداد میں اس دعا میں خصوصیت کے ساتھ شرکت کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور اللہ رب العزت کے حضور اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کی برآوری کی دعائیں مانگتے ہیں۔

اس طرح اس خصوصی محفل اور دعا کے ساتھ عرس مبارک کی یہ روحانی محافل اختتام کو پہنچتی ہے۔

محفلِ سماع:۔

عرس کے تیسرے روز محفلِ سماع کا آغاز صبح 8 بجے ہوتا ہے اور تسلسل کے ساتھ اگلی صبح نمازِ فجر تک

Marfat.com

یہ محفل جاری رہتی ہے۔ البتہ نمازوں کے اوقات میں وقفہ کیا جاتا ہے۔ قوال حضرات حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت پیش کرتے ہیں۔ عرس کے دوران محفلِ سماع میں تقریباً تین سو قوال شریک ہوتے ہیں۔

ریڈیو پاکستان لاہور رات گیارہ بجے سے ایک بجے تک اس محفل کو براہِ راست نشر کرتا ہے۔

صبح نمازِ فجر سے پہلے خصوصی اختتامی قوالی ہوتی ہے۔ اس قوالی میں حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا کلام پڑھا جاتا ہے۔ جسے ''رنگ'' کا نام دیا گیا ہے۔ یہ کلام ان اشعار پر مشتمل ہوتا ہے۔

ارے او مائی کے دیوڑو سنیو ہمری بات
مورے خواجہ گھر رنگ ہے تم جگیو ساری رات
خسرو رین سہاگ کی جو میں جاگی پی کے سنگ
تن مورا، من پیا کا جو دونوں ایک ہی رنگ
آج رنگ ہے ری ما رنگ ہے ری
مورے خواجہ کے گھر رنگ ہے ری
مورے داتا کے گھر رنگ ہے ری
سجن ملاورا مورے آنگن میں
موہے پیر پایو نجام الدین اولیاءؒ
فرید الدین اولیاءؒ، قطب دین اولیاءؒ
معین الدین اولیاءؒ، محی الدین اولیاءؒ
نجام الدین اولیاءؒ جگ اجیارو، جگ اجیارو جگت اجیارو
جہاں دیکھوں مورے سنگ ہے ری، مارنگ ہے ری
آج رنگ ہے ری ما رنگ ہے ری
جو مانگو بر سنگ ہے ری
آج رنگ ہے ری ما رنگ ہے ری

اس قوالی کے اختتام پر خصوصی دعا کی جاتی ہے اور عرس مبارک کی یہ محفل سماع اختتام کو پہنچتی ہے۔

Marfat.com

12 ربیع الاوّل۔ میلاد النبی ﷺ:۔

12 ربیع الاوّل کو میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں ہر سال جامع مسجد آستان سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ میں محفل منعقد کی جاتی ہے۔ اِس میں لوگ کثیر تعداد میں شرکت کرتے ہیں۔ محفل کا آغاز نمازِ فجر کے بعد ہوتا ہے۔ قرآن خوانی کی جاتی ہے۔ اس کے بعد محفل نعت ہوتی ہے جو رات گئے تک جاری رہتی ہیں۔ آخر میں حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے اور زائرین میں لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔ نمازِ عشاء کے بعد سماع ہال میں محفلِ سماع بھی منعقد کی جاتی ہے۔

6 رجب المرجب۔ (عرس حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ)

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ خواجہ غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے آستانہ سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ پر مراقبہ (چلّہ کشی) کی اور فیضِ روحانی سے مالا مال ہوئے۔ 6 رجب المرجب کو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا اجمیر شریف میں عرس مبارک ہوتا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی نسبت و فیض کی وجہ سے 6 رجب المرجب کو آستانِ سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ پر بھی خواجہ اجمیریؒ کے عرس کی تقریب ہوتی ہے۔

اِس سلسلہ میں فجر کی نماز کے بعد حضرت خواجہؒ کے ایصال ثواب کیلئے جامع مسجد آستان سیّد ہجویرؒ پر قرآن خوانی ہوتی ہے۔ عام زائرین اور سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں سے تعلق رکھنے والے حضرات خصوصی طور پر شرکت کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ صبح آٹھ بجے نعت خوانی کی محفل ہوتی ہے۔ 10 بجے چلہ گاہِ حضرت خواجہ اجمیرؒ کو غسل دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد دعا ہوتی ہے اور ختم پاک پڑھا جاتا ہے۔ زائرین میں تبرک تقسیم کیا جاتا ہے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد سماع ہال میں محفلِ سماع منعقد ہوتی ہے جس میں حضرت خواجہ اجمیر رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت پیش کی جاتی ہے۔

27 رجب المرجب۔ (معراج النبی ﷺ)

27 رجب المرجب، معراج النبی ﷺ کے موقع پر لوگوں کی بڑی تعداد آستانہ سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ پر شب بیداری کرتی ہے اور اس بابرکت رات کی تجلیات سے فیض یاب ہوتی ہے۔

معراج النبی ﷺ کے سلسلے میں عشاء کی نماز کے بعد محفلِ ذکر ہوتی ہے۔ اس کے بعد محفلِ نعت

Marfat.com

منعقد کی جاتی ہے۔ آخر میں درود وسلام بحضور کونین ﷺ پیش کیا جاتا ہے۔ دعا ہوتی ہے اور زائرین میں لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔

15 شعبان المعظم۔شب برأت:۔

شب برأت کے سلسلے میں آستانہ سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ پر ایک مختصر محفل منعقد ہوتی ہے۔ بعد از نماز عشاء محفلِ ذکر و نعت منعقد ہوتی ہے۔ آخر میں دعا ہوتی ہے۔ زائرین کرام کثیر تعداد میں یہاں رات بھر عبادت کرتے ہیں۔

حوالہ جات

1۔ سوانح حیات حضرت داتا گنج بخشؒ، محمد دین فوق، علماء اکیڈیمی محکمہ اوقاف 2002ء، ص 14۔

2۔ کشف المحجوب، ترجمہ ابوالحسنات، پیش لفظ، حکیم محمد موسیٰ امرتسری، المعارف، گنج بخش روڈ لاہور، 1980۔ ص 9۔

3۔ آب کوثر، شیخ محمد اکرام، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کلب روڈ لاہور، 1984۔ ص: 77,76۔

4۔ سوانح حیات حضرت داتا گنج بخش، ص: 47۔

5۔ آب کوثر، ص: 77

6۔ تحقیقاتِ چشتی، نور احمد چشتی، الفیصل اُردو بازار لاہور 2001ء، ص: 819۔

7۔ سوانح حضرت داتا گنج بخشؒ، ص: 151

8۔ داتا گنج بخشؒ اور ان کا عہد، خالد محمود، مقبول اکیڈمی لاہور، ص: 34

Marfat.com

''کشف المحجوب'' اِک کامل مرشد

☆ پروفیسر سعادت ثاقب

اللہ تعالیٰ نوں پوری کائنات وچوں سب توں ودھ کے پیار بندے نال اے۔ اوہنے کائنات دی ہر شے اپنے بندے واسطے ای بنائی اے۔ جد کہ بندے نوں محض اپنے لئی بنایا اے۔ انسان ایس دنیا وچ رب سچے دا خلیفہ وی اے تے اوہدیاں باکمال صفات دا مظہر وی۔ ایسے لئی تے ارشاد فرمایا گیا کہ:

وَنَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِىۡ (1)

''اتے پھونک دتی ایہدے وچ اپنی روح''۔

تے فیر سارے فرشتیاں نوں ایہدے اگے سجدہ کرن دا حکم دتا گیا۔ کدے لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ (2) آکھ کے ایس نوں وڈیایا تے کدے ''لَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِىۡۤ اٰدَمَ'' (3) فرما کے ایہدی شان سوائی کیتی۔ ایہہ ساریاں پیار تے محبت دیاں ای نشانیاں نیں۔

جتھے رب کریم نے انسان نوں بے شمار صفتاں نال سجایا اے اوتھے ایک چھوٹی جیہی چیز اوہدے وچ رکھ دتی اے جیس نوں خواہش داناں دتا جاندا اے۔ خواہش ایسی عجیب شے اے جیس دا تعلق ساڈے نفس نال اے۔ نفس توں مراد ذات دی لیا جاسکدا اے یعنی خواہش دا سمبندھ خالصتاً ساڈی ذات نال اے۔ تے ایہو اک ایسی بلا اے جہڑی رب سچے توں دور ہون دا سبب بندی اے۔ ایتھے اپڑ کے انج جاپدا اے جیویں اِک پاسے رب تعالیٰ نوں اپنے بندے نال حدوں ودھ پیار تے چاہت اے پر دوجے پاسے خواہش وچ پھسے بندے نال حدوں ودھ کے نفرت وی اے۔ ایسے لئی ارشاد فرمایا:۔

وَنَهَى النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰى فَاِنَّ الۡجَـنَّةَ هِىَ الۡمَاۡوٰى (4)

''اتے جس نے روکیا اپنے نفس (خود) نوں خواہش توں پس جنت تاں اوسے دا ای ٹھکانا ہوسی۔''

نفرت دا شکار، اجیہے بندے واسطے سورۃ التین وچ عین صفت وثناء دے بعد ای ارشاد فرمادتا کہ:

ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَ اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (5)

☆ لیکچرار شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور

Marfat.com

''فیر اسیں سٹ دیئے آں اوہنوں گھٹیا توں گھٹیا مقام تے سوائے اوہناں دے جہناں ایمان (کامل) لیاندا تے صالح اعمال کردے رہے۔''

چیتے رہوے جے اللہ کریم کیوں جے انسان نال پیار کردا اے۔ اوس نے انسان اتے اپنے احسانات فرمائے نیں کہ اوہناں وچوں کسے چھوٹے جنے (یاد رکھیا جاوے جے رب تعالیٰ دا کوئی احسان یا نعمت چھوٹی تاں نہیں، محض گل نوں اگے ٹورن لئی بعضے ویلے ایہو جے الفاظ لیائے جاندے نیں) احسان داوی بدلہ اتارنا چاہوے تے ہرگز نہیں اتار سکدا۔ گوہ گوچری گل ایہہ ہوئی کہ جیہڑی ذات پاک بندے نال اک پاسے اپنا پیار کردی ہووے دوجے پاسے اوہدے لئی اپنیاں نعمتاں بنایاں ہون، فیر اوہ ذات ایہہ تقاضا تے رکھ ای سکدی اے کہ بندہ وی محض اوسے نال ای پیار کرے۔ پر انسان دی فطرت وچ اے کہ اوہ نمبر اک تے بھل ویندا اے تے دوجا دل نوں کسے ہور پاسے وی لالیندا اے، جدکہ ازل والے دیہاڑ جدوں ساری کائنات دے سامنے عمومی طور تے، تے انسان سامنے خصوصی طور تے ایہہ سوال دھرتی تے امبر دے مالک نے پچھیا کہ:

"أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" (6) کیا میں تہاڈا رب نہیں؟

ساری کائنات زمین، آسمان، سورج، چن، ستارے، رُکھ، جنور، جن، فرشتے، حوراں غرض ہر شے چپ ہوگئی پر انسان بول پیا۔ اوس اقرار کرلیا کہ :

"بَلیٰ" (7) کیوں نہیں!

ہن ایہہ رب سچے نال کیتا ہویا قول یاں وعدہ اے جیس نوں نبھانا ضروری وی اے تے ایہہ اینڈا سوکھا وی نہیں۔

ایہہ وی اللہ کریم دے احساناں وچوں اک احسان اے کہ اوہنے اپنے بندے نوں ایہہ وعدہ یاد دواون تے ایس وعدے اتے پورا اترن دے سلیقے سکھاون لئی بے شمار انبیائے کرام علیہم السلام زمین تے گھلے۔ ایہہ سارے انبیاء علیہم السلام اوہدے دسے ہوئے طریقیاں تے آپوں عمل کردے تے دوجیاں نوں اوہناں طریقیاں تے چلن دی تلقین کردے سن۔ سب توں آخر وچ ساڈے سوہنے رسول، رب دے پیارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ تشریف لیائے۔ شاعر دے بقول ؎

نبیؑ صفی دا سیّد سرور تے کوثر دا ساقی
جیس حق خاص شفاعت کبریٰ ختمؐ رُسُل اتفاقی (8)

Marfat.com

آپ ﷺ تے نبوت ختم ہوگئی آپ نے اللہ دا دین مکمل کر دتا۔ آپ دے ذریعے ذاتِ پاک نے اک ایسی کتاب انساناں نوں عطا فرمائی جیہڑی قرآن پاک دی صورت وچ رہندی دنیا تک دے مسلماناں لئی تاں اک پاسے پوری انسانیت لئی رہنمائی کردی رہوے گی۔ ایس پاک کتاب اتے عمل کر کے نہ صرف ایہہ دنیا نور و نور ہو جاندی اے سگوں اگلی حیاتی وچ وی انسان سرخرو ہوندا اے۔

نبی محترم ﷺ توں بعد کیوں جے نبوت دا بوہا بند کر دتا گیا تے فیر اسلام دی تبلیغ تے نیکی اور سچائی دا درس دین دا فریضہ آپ ﷺ دی امت دے سپرد ہو گیا۔ گویا انبیائے کرام علیہم السلام والا فریضہ ہن آپ ﷺ دی امت دے علمائے کرام تے اولیائے عظام قیامت تیک ادا کردے رہن گے۔ حضور ﷺ دی امت ''خیر الامم'' کہلاندی اے۔ حضور ﷺ دا زمانہ ''خیر القرون'' اے تے آپ ﷺ دی امت دے صالحین یاں اولیاء وی پچھلے انبیائے کرام علیہم السلام دے اولیاء توں بہت نویکلے مقام رکھدے نیں۔ ایہناں ای سچے موتیاں وچ اک ناں حضرت سیّدنا علی بن عثمان ہجویری الجلاّبی رحمۃ اللہ علیہ دا وی اے۔

ربّ تے رسول ﷺ دے سچے عاشق، دین دے اُچے تے سچے مبلّغ، علم و عمل دے چمکدے تارے، کامل مرشد، اولیاء دے سردار سیّدنا علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دی لکھت ''کشف المحجوب'' تصوف دیاں مُڈھلیاں کتاباں وچ گنی جاندی اے۔ ایہناں دی کنیت ابوالحسن تے اسم گرامی علی اے۔ آپ حسنی سیّد نیں۔ تحقیقاتِ چشتی موجب اوہناں دا شجرہ نسب نو پشتاں توں پچھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نال جا ملدا اے۔ (9) آپ دا جمن ورھا 381ھ تا 401ھ دے وچکار دسیا جاندا اے۔ (10)

آپ ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی رحمۃ اللہ علیہ دے مرید سن۔ جنھاں دا سلسلہ جنید یہ سی۔ (11) آپ اپنے پیر و مرشد دے حکم موجب لاہور تشریف لے آئے تے ایتھے آ کے دین دی تبلیغ دا فریضہ سرانجام دین لگ پئے۔ آپ دی تبلیغ نال لاہور تے آل دوالے دے بے شمار ہندو قبیلے اسلام دے دائرے وچ آ گئے اس طرح ایہہ علاقہ اسلام دیاں کرناں نال جگمگ جگمگ کرن لگ پیا۔ آپ دے آون نال لاہور دی شان وچ وادھا ہویا۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دے قول دا اُردو ترجمہ ملاحظہ فرماؤ:

''فقیر کے نزدیک یہ شہر لاہور تمام ہندوستان کے شہروں میں قطب ارشاد کی طرح ہے۔ اس شہر کی خیر و برکت تمام بلاد ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے۔ (12)

بھاٹی دروازے دے باہر ایک سادہ جیہی چٹائی تے بیٹھن والے ایس ربّ دے پیارے بندے کولوں جتھے ظاہری حیاتی وچ لکھاں لوک فیض اٹھاندے رہے اوتھے اوہناں دی وفات توں بعد وی ایہہ سلسلہ

Marfat.com

جاری وساری رہیا۔ حتیٰ کہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی رحمۃ اللہ علیہ آپؒ دے مزار پر انوار تے چلہ کشی توں بعد فیض حاصل کر کے اجمیر شریف گئے۔ جان لگیاں اوہناں نے جیہڑا شعر حضرتؒ دی شان وچ آکھیا اوہ اج برصغیر دے بچے بچے دی زبان تے چڑھیا ہویا اے۔

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا!
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما (13)

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ دیاں انج تے کئی کتاباں دا ذکر ملدا اے پر اوہ ساریاں زمانے دی بھج دوڑ وچ کدھرے گواچ گئیاں نیں تے کجھ دوجے لوکاں اپنے ناں نال چھپوالئیاں، جیویں حضرت آپؒ فرماندے نیں۔ اُردو ترجمہ پیش اے۔

''ایک بار کسی نے میرے اشعار کا دیوان عاریۃً لیا اور چونکہ صرف وہی ایک نسخہ میرے پاس تھا اس نے میرے تمام دیوان میں میرے نام کی جگہ اپنا تخلص لگا کر شائع کر دیا اور میری محنت ضائع کر دی۔ اللہ تعالیٰ اس کی خطا کو معاف فرمائے۔ (14)

پر ایس ویلے اوہناں دی شہرہ آفاق کتاب ''کشف المحجوب'' صحیح حالت وچ ساڈے کول موجود اے۔ ایس کتاب وچ آپؒ نے علمِ تصوف دیاں باریکیاں تے کھل کے اظہارِ خیال فرمایا اے۔ آپؒ نے اپنے باطنی تے روحانی علم دے ذریعے اس کتاب وچ علم وحکمت، دانش وفضل دے اجہے دروازے کھولے نیں کہ وڈے وڈے علم والیاں دیاں زباناں گنگ تے عقلاں حیران رہ جاندیاں نیں۔ کشف المحجوب دی اہمیت بارے گل کردیاں ہویاں پروفیسر خلیق نظامی لکھدے نیں۔

''یہ پہلی کتاب ہے جو فارسی زبان میں لکھی گئی۔ حقیقی تصوف کو عوام تک پہنچانے میں اس کتاب کا بڑا حصہ ہے۔ (15)

اپنی ایس تصنیف لطیف وچ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کل 39 باب قائم کیتے نیں۔ ایہناں وچ اٹھن بیٹھن، بولن چالن تے کھاون پیون دے آداب توں لے کے مقاماتِ رقص و وجد تے فقرو خرقہ پوشی حتیٰ کہ ملامت تک دے بے شمار موضوعات نوں بڑے سوہنے سنکھے ڈھنگ نال بیان فرمایا اے۔ ظاہردار تے دنیادار لوکاں دیاں نشانیاں دس کے اہل طریقت تے صوفیائے کرامؒ دے باطنی احوال اتے دلیل نال چانن پایا اے۔ آپ کیوں جے خود اک سچے صاحب سلسلہ تے صاحب حال صوفی درویش سن ایس لئی موضوع ظاہری ہووے یاں باطنی آپ دے مخاطب ہمیشہ اہلِ باطن ہی ہوندے نیں تے آپ دیاں تعلیمات

Marfat.com

دانکتہ نظر ہمیشہ تصوف ای رہنداا ے۔

دین دراصل اپنے من (اندر) نوں پاک کر لین دا ناں اے۔ جہدے لئی ظاہری عبادت و ریاضت، مجاہدہ تے مشقت اک پوڑی وانگوں اے۔ چیتے رہوے کہ اللہ تعالیٰ اتے ایمان دو طریقیاں نال لیانا لازمی اے۔ اک زبان نال تے دوجا دل نال۔ ایہناں دوواں وچوں ایک وی مک جائے تے گویا ایمان ختم ہو جانداا ے۔ آکھیا جاندا اے کہ دل نوں چھڈ کے محض زبان نال ایمان لیان والا بندہ مسلمان نہیں منافق اے تے زبان توں چھڈ کے محض دل نال منن والا بندہ کافر اے۔ جیویں ابوجہل نے اک موقعے تے سرکارِ دوعالم ﷺ نوں مخاطب کر کے کہیا کہ اے محمد ﷺ! اسیں ایہہ نئیں آکھدے کہ تسیں جھوٹھے او یاں تسیں غلط کہندے او۔ اسیں تے صرف اوس دین نوں نہیں مندے جہیڑا تسیں لے کے آئے او۔

ایتھوں ایہہ گل بالکل نتر کے سامنے آجاندی اے کہ ابوجہل دلوں منداسی کہ ایہہ سچا انسان ہر گل وچ سچا اے پر نبوت دا زبانی اقرار نہ کرن پاروں کافر دا کافر ای رہیا۔

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ دے مخاطب کیوں جے مسلمان نیں۔ ایس لئی آپ نے دل تے باطن دی صفائی اتے قدم قدم تے زور دتا اے تاں جے ایسا نہ ہووے کہ اسیں زبانی اقرار وی کریئے تے ذکر اذکار وچ وی رجھے رہیے پر اندروں نہ من کے، منافقت دا شکار ہو جایئے۔

آپ نے اپنی کتاب ''کشف المحجوب'' وچ سب توں وڈا درس ایہہ دتا اے کہ مسلمان اپنی حیاتی دا ہر لحہ سچے رب دے سپرد کر دیوے۔ اس دا طریقہ دسدیاں ہویاں بے شمار ظاہری دلیلاں توں کم لیا گیا اے۔ جیویں کھانے دے آداب وچ ای دسیا گیا اے کہ کھانا گھٹ توں گھٹ کھادا جاوے تاں جے روح دا رشتہ اوس ذات نال قائم رہوے۔ ضرورت توں ودھ کھانا صرف نیندنوں ابھاردا اے یاں فیر شہوت نوں بیدار کردا اے تے ایہہ دوویں چیزاں شیطان دا بہترین حربہ ثابت ہوندیاں نیں۔ (16)

پر آپ کسے وی تھاویں افراط یاں تفریط دا شکار نہیں ہوندے سگوں ہر تھاں اعتدال دا پلو مضبوطی نال پکڑ کے رکھدے نیں۔ ایتھے وی آپ نے کھانا بالکل ای چھڈ دین والیاں دی مخالفت کیتی اے۔ پر اگے چل کے صوفیائے کرام دے احوال تے آگئے نیں تے آپ نے بڑی خوبصورتی نال بیان فرمایا کہ اللہ دے محبوب بندے کِنا کِنا چر کھان توں بغیر گزارہ کر سکدے نیں۔ کیوں جے اوہناں دے دل کھان پین دی بجائے سچے رب دے ذکر وچ ایسے رجھ جاندے نیں کہ ہر شے نوں بھل جاندے نیں۔

کھان توں وکھ آپ نے گھٹ توں گھٹ سون دی تلقین فرمائی اے تاں جے نفس نوں غفلت توں

Marfat.com

بچایا جا سکے۔ یاد رکھو کہ دنیا وچ غفلت توں وڈا کوئی گناہ نہیں۔ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماندے نیں: جیہڑا ساہ ذکر الٰہی توں بغیر لنگھ گیا اوہ ساہ کافر اے۔ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ دے بقول۔

جو دم غافل سو دم کافر سانوں مرشد ایہہ پڑھایا ہو (17)

حضور شافع یوم النشور ﷺ فرماندے نیں:

''جنت والیاں نوں جنت وچ جان توں پچھے دنیا دی کسے گل دا پچھتاوا نہیں ہووے گا سوائے اوس گھڑی توں جیہڑی اللہ دے ذکر توں بغیر لنگھائی ہووے گی۔'' (18)

آپؒ صحیح معنیاں وچ اسلام دے مبلغ تے دینِ قیم دے پرچارک نیں آپ نے اپنی کتاب وچ دین دی روح نوں ایس حسن تے خوبی نال بیان کردتا کہ اوہ رہندی دنیا تک اک مثال بن گئی۔ آپ نے ٹرن پھرن دے آداب وی دسے تے انسان دے اندر پائیاں جان والیاں اعلیٰ صفات اتے وی بھرویں چانن پائے۔ ایہناں صفات وچ علم، فقر، خرقہ پوشی، فقر وصفوت، توبہ، محبت، جود وسخا تے مشاہدہ ورگے اُچ پدھرے سرناویاں بارے کامل جانکاری دے چھڈی اے۔ مثال دے طور تے فقر نوں ای لے لوؤ۔ بظاہر غربت، تنگدستی یاں فقر وفاقہ نوں کوئی چنگی شے نہیں سمجھیا جاندا۔ پر اللہ دے بندے اپنے رب اتے اینا زیادہ بھروسہ کر دے نیں کہ اوہ ہر تنگی نوں رب ولوں سمجھدیاں ہویاں ہر حال وچ پُرسکون تے مطمئن رہندے نیں۔ اوہناں دے چہریاں تے ملال، رنج یاں غم دی ہلکی جہی لکیر وی نظر نہیں آندی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ خود گھر دا سارا مال اللہ دی راہ وچ دے کے کچھ ویلے لئی بظاہر بالکل غریب تے مسکین ہو گئے پر چہرے اتے رنج وملال دی ہلکی جہی لکیر وی نہ ابھری۔ حضور داتا غریب نوازؒ نے ''اثبات فقر'' دے سرناویں ہیٹھاں بے شمار ڈونگھے رازاں توں پردے چائے نیں۔ آپ نے ہر تھاویں قرآن پاک تے حدیث رسول ﷺ توں لابھ چکیا اے تے کسے وی تھاویں اجہی گل نہیں کیتی جیہڑی قرآن وحدیث دے خلاف جاندی ہووے۔ آپ نے ایتھے اصحابِ صفہ دا خصوصی طور تے ذکر کیتا اے جیہڑے مسجد نبوی دے اک کونے وچ بیٹھے ذکر اذکار وچ مصروف رہندے۔ حضور ﷺ اوہناں نال انتاں دا پیار کردے سن۔ ابوبکر صدیقؓ دا ایہہ فقر جیہدا ذکر اُتے ہویا اے اختیاری اے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ایس فقر نوں عظیم نعمت قرار دیندے نیں۔ ایہدے لئی آپ دی دلیل جیہڑی سونے دے حرفاں نال لکھن لائق اے ملاحظہ فرماؤ۔ لکھدے نیں:۔

''بے متھاجی توں اوس ٹولے دی ایتھے ایہہ مراد اے دنیا دی دھن دولت تے من دی مراد پالینا تے کنک دی مستی کڈھ لینا۔ تے ایس تے اوہ ایہہ دلیل دیندے نیں کہ اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

بے متھاجی تے شکر کرن تے متھاجی تے صبر کرن دا حکم دتا۔ تے صبر کسے مصیبت وچ ہوندا اے تے شکر نعمتاں وچ۔ تے حقیت وچ نعمتاں مصیبت توں افضل ہوندیاں نیں۔ اسیں ایہہ آکھنے ہاں اللہ تعالیٰ نے نعمت تے شکر کرن دا حکم دتا تے شکر نوں نعمتاں دی بہتات دا سبب بنایا تے متھاجی، درویشی تے صبر کرن دا حکم دتا تے صبر نوں اپنے چوکھا نیڑے ہون دا ذریعہ بنایا۔ جیویں کہ اللہ تعالیٰ دا ارشاد اے :

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔ (19)

''جے قدر جاتیو جے تاں میں ضرور تساں نوں ودھیرا دیساں۔'' (20)

تے نالے ایہہ وی فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (21)

''پکی گل اے پئی اللہ صبر کرن والیاں دے نال اے''

اگے چل کے ہور وی ارشاد فرماندے نیں۔

''تے جیہڑا بندہ درویشی متھاجی تے جیہدا مول مُڈھ دکھ دین والی آزمائش ہووے صبر کرے گا اسیں اوہدے قرب نوں پہلے قرب نالوں ودھا دیاں گے۔ باقی رہ گئی خاص کر کے اوہ بے متھاجی جہنوں طریقتی بزرگ متھاجی نالوں افضل سمجھدے نیں۔ ایتھے طریقتی بزرگ اوس بے متھاجی دی گل نہیں کردے جیہڑی عام لوکاں دے ذہن وچ ہوندی اے۔ عاماں لوکاں دی بے متھاجی دنیا دیاں نعمتاں دا پالینا ہوندی اے۔ جدوں کہ صوفی بزرگان دی بے متھاجی نعمتاں والے نوں پالینا اے۔ (بس نعمتاں والے دا) ملاپ پالینا ہور شے وے تے جدائی پالینا ہور شے وے۔'' (22)

سبحان اللہ فقر دی وڈیائی وچ ایس توں ودھ کے ہور کوئی دلیل شاید ای کدی کسے نے سنی ہووے۔

انج ای توبہ دا بیان آپ نے بڑی تفصیل نال کیتا اے تے توبہ دے کئی درجے بیان فرماتے نیں۔ تے گناہ توں بعد توبہ کرن دا ثواب وی درج کیتا اے۔ آپ ایس مقام تے لکھدے نیں۔

''جدوں بندہ اپنے بھیڑے مندے حالاں تے اپنیاں کرتوتاں بارے سوچاں دے وہنیں پیندا اے تے اوہناں توں چھٹکارا بھالدا اے تاں حق تعالیٰ اوہدے اُتے توبہ دے وسیلے سوکھے کر دیندا اے۔ اوہنوں اوہدے گناہواں دی بدبختی توں چھڈا لیندا اے تے بندگی دی

مٹھاس اُتے اپڑا دیندا اے۔'' (23)

داتا گنج بخش حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کیوں جے سیلانی طبع دے مالک سن فیر علم دے حصول دا جذبہ وی بہت زیادہ سی۔ ایس لئی بے شمار علاقیاں دے سفر آپؒ نے اختیار کیتے۔ ہر سفر وچ بے شمار بزرگاں ولیاں، عالماں، درویشاں تے نیک صالح لوکاں نال ملاقاتاں کیتیاں تے اوہناں کولوں نہ صرف فیض حاصل کیتا سگوں اوہناں وچوں ودھیریاں نوں خود وی فیضیاب کیتا۔ آپ نے انج تے اپنے قائم کیتے ہوئے موضوعات دی سچائی واسطے وی بے شمار مثالاں صحابہ کرامؓ تے اولیائے عظامؒ دے واقعات نال پیش کیتاں نیں پر بے شمار بزرگان داذکر آپؒ نے تفصیل نال کیتا اے۔ ایہناں وچوں جہناں صحابہؓ آپؒ نے ذکر فرمایا اوہناں وچوں خلفائے راشدین یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی تے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دے اقوال و احوال دے حوالے نال حکمت دے موتی تولے نیں۔ فیر اہل بیت خاص طور تے حضرت امام حسنؓ تے حضرت امام حسینؓ داذکر خیر بڑی محبت تے عقیدت نال کیتا اے۔

حضرت امام باقرؒ تے امام جعفرؒ توں پچھے آپ نے اصحاب صفہ دیاں صفات بیان فرمائیاں نیں۔ آئمہ تابعین وچ اویس قرنیؒ، حضرت ہرم بن حیانؒ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت سعید بن المسیبؒ وغیرھم بارے مختصر جانکاری دتی گئی اے۔ تبع تابعین وچوں حضرت حبیب عجمیؒ، حضرت مالک بن دینارؒ، حضرت ابوحبیب بن سلیم الراعیؒ، حضرت ابوجازم مدنیؒ، حضرت محمد بن واسعؒ، حضرت ابوحنیفہؒ، حضرت ابراہیم ادھمؒ، حضرت بشیر حافیؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت عبداللہ بن حارثؒ، حضرت ابوعلی شفیق بن ابراہیم ازدیؒ وغیرہ بارے دس پائی اے۔

دیگر اولیائے کرام وچوں امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، ابوزکریا یحییٰؒ بن معاذ رازی، حضرت جنید بغدادیؒ، ابوالحسن نوریؒ، محمد بن علی ترمذیؒ، حسین بن منصور حلاجؒ، ابوحمزہ بغدادیؒ، شیخ شبلیؒ توں وکھ بے شمار دوجے صوفیاء داذکرِ خیر کیتا اے۔ ایس توں علاوہ صوفیاء دے مختلف مکاتب و مذاہب دے نال نال دیگر کئی فرقیاں بارے وی جانکاری دتی اے تے گمراہ فرقیاں دے کوجھ دس کے اوہناں توں بچن دی نصیحت کیتی اے۔

جیویں کہ اسیں سب توں پہلے ذکر کیتا اے کہ آپ نے ایہہ کتاب عاماں لئی وی لکھی اے پر ایہدے مخاطب دراصل خاصانِ خدا نیں، جہناں دا اوڑھنا، وچھونا ای عبادت تے اطاعت ہوندا اے۔ ہر ویلے رب دی یاد وچ مست تے محوا ایہہ لوک دوجیاں توں وکھرے تے نویکلے مقام رکھدے نیں۔ ایہناں نوں ای اصل وچ اہلِ تصوف، اہلِ طریقت، صاحب حال، مقربانِ خدا، محبوبانِ خدا ورگے القابات نال

Marfat.com

پچھانیا جاندا اے تے ایہوای لوک نیں جیہناں کول تصوف دا سچا تے سُچا علم ہوندا اے۔

علم تصوف دی تعریف، ہیئت تے اصل بارے علمائے کرام بڑی دیر توں لکھدے چلے آرہے نیں۔ اس دیاں بے شمار تعریفاں تے توجیہاں کیتیاں گئیاں۔ ہر کسے نے اپنے اپنے ذہن تے قلبی واردات دے مطابق اس علم دی تشریح کرن دی کوشش کیتی۔ قدیم اولیائے کرام تے، علماءِ حق نے تصوف دیاں بڑیاں خوبصورت تشریحاں کیتیاں نیں۔ پر قبلہ عالم داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ دی کتاب کشف المحجوب نوں ایہناں ساریاں تشریحات دے اگوہوون دا شرف حاصل اے۔

آپؒ دی کتاب تے گل بات کرن توں پہلے اسیں مختصراً کھراں وچ تصوف بارے کجھ آکھنا چاہواں گے۔ تصوف دیاں بے شمار تعریفاں کیتیاں گئیاں نیں۔ اینی گل تے ہر کوئی تسلیم کردا اے کہ انسان دو چیزاں نوں کٹھیاں کر کے بنایا گیا اے اک جسم تے دوجا روح، جسم ساڈے ظاہری اعضاء دے مجموعے دا ناں ایں تے روح ایس مجموعے دے وال وال وچ حرکت کرن والی اوس ''شے'' دا ناں اے جہدی وجہ نال افعال و اعمال ظہور وچ آندے نیں۔ اسیں جانئے آں کہ ساڈا جسم فانی اے۔ پر روح فانی نہیں کیوں جے ایہہ امرِ ربی ہے، تے رب تعالیٰ دا امر کدے فانی نہیں ہو سکدا۔ البتہ کُلُّ شَیْئٍ یَرْجِعُ اِلیٰ اَصْلِہٖ۔ دے مصداق روح ایس قفسِ عنصری چوں پرواز کر کے اصل نال جا ملے گی۔ ہاں اللہ کریم نے اپنی قدرتِ کاملہ نال روح نوں اینی قوت ضرور عطا فرما دتی اے جے اوہ فانی تے باقی دوواں لذتاں توں لابھ چک سکے۔ جیویں ساڈا ہر عضو ساڈے نال ای فنا اے۔ اکھ، کن، نک، زبان، ہتھ، پیر غرض ایہہ سارے فانی نیں۔ ہن اک فانی اکھ جیس شے دا مشاہدہ کردی اے یقیناً اوہ وی فانی اے۔ ایہدے وچ اینی قوت نہیں جے ''باقی'' دا مشاہدہ کر سکے۔ جیویں موسیٰؑ نوں حکم ہویا کہ'' لن ترانی ''یعنی توں مینوں نہیں ویکھ سکدا۔ ہن اکھ کسے وی ظاہری حسین شے نوں ویکھ کے لذت حاصل کردی اے تے روح وی دراصل لذت حاصل کردی اے۔ لیکن اللہ کریم نے ایس روح دی رہنمائی واسطے انبیائے کرامؑ گھلے تے آخر وچ ساڈے سوہنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نوں گھلیا۔ تاں جے لوکاں نوں دس دتا جائے کہ فانی نال دل نہ لاوَ۔ کیوں جے ایس عارضی خوشی دا کوئی فائدہ نہیں جے قیامت والے دن اوس حقیقی خوشی توں محروم کر دتے جاوَ جیہڑی دائمی اے تے ہمیش رہن والی وی۔ اسیں روح دی رہنمائی دا ذکر ایس لئی کیتا اے کہ دراصل اوس نوں دنیا دیاں عارضی لذتاں تے خوشیاں توں منہ موڑ کے خالقِ حقیقی نال دل لان دی لوڑ اے۔ جیویں کھانے نال ساڈے جسم نوں قوت ملدی اے پر ایہہ وی حقیقت اے کہ بوہتا کھان نال غفلت تے غنودگی پیدا ہوندی اے۔ جیہڑی شہوانی خواہشات تے شیطانی حملیاں

Marfat.com

واسطے راہ پدھرا کر دیندی اے۔ ایس لئی انبیاءؑ تے اولیاءؒ دووی کھانے وچ انتہائی اعتدال رکھدے سن۔

اسیں گل کر رہے ساں روح دی پاکیزگی بارے۔ چنانچہ قرآن پاک وچ جیہڑا ارشاد اے کہ:

"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى" (24)

''تحقیق بھلیائی حاصل کیتی اوس نے جس نے خودنوں پاک کرلیا۔''

ایتھے پاکیزگی توں مراد روح دی پاکیزگی ای اے۔ البتہ جسمانی، پاکیزگی اوس دی ابتدا اے۔ جسم نوں پاک صاف بنان لئی طہارت، غسل تے وضو ہین۔ پر روح نوں پاک کرن لئی کثرت نال ذکرِ الٰہی کرنا چاہیدا اے جیویں قرآن پاک وچ ارشاد اے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ (25)

روح دی ایسے پاکیزگی نوں قائم رکھن لئی حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ہوراں دی کتاب ''کشف المحجوب'' اک اجیہی کنجی دی حیثیت رکھدی اے جیہدے نال نفس تے شیطان دے مارے ہوئے جندرے بڑی سوکھ نال کھل سکدے نیں۔ آپ نے ایس موضوع دا مڈھ فقر توں بنھیا اے تے فقر دیاں خوبیاں دسدیاں ہویا ''غنا'' اتے وی سیر حاصل بحث کیتی اے۔ اوس تے بعد لفظ صوفی دیاں تشریحاں کر دیاں بڑے باریک نکتے بیان فرمائے نیں۔ ایتھے حضور ﷺ دی اک حدیث مبارکہ درج فرمائی کہ ''جیہناں نے اہل تصوف دی واج سن کے اوہناں دا آکھیا نہ منیا اوہ اللہ دے نیڑے غافلاں وچ گنیا گیا۔'' پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دے ایثار دا واقعہ بیان کر کے آپ نے دسیا کہ اصلی صوفی اوہو ہوندا اے جیہڑا ''ماسوی اللہ'' نوں اپنے دل وچوں بالکل کڈھ دیوے جیویں صدیق اکبرؓ نے گھر دا سارا مال واسباب حضور ﷺ دی خدمت درج پیش کر دتا پر متھے تے شکن تک نہیں آئی۔

لغات دیاں منگاں موجب ایس ناں دا کسے لفظ توں بنیا ہونا کسے وی معنے پاروں صحیح ثابت نہیں ہوندا۔ اوہ ایس لئی پئی اصل لفظ دا کوئی مادہ نہیں جیہدے وچوں ایہہ نکلیا ہووے۔ کیوں جو کسے شے دا نکلنا اپنے مول مڈھ نال کوئی اک رنگی یاں رشتہ داری چاہندا اے تے جیہڑی شے دی ہوند رکھدی اے۔ اوہ اکا صفن صفائی (کلکھ نہ ہوون) دی ضد اے۔ پر کوئی لفظ اپنے ہم جنس وچوں تے نکل سکدا اے۔ پر ضد وچوں نہیں نکل سکدا۔ بس لفظ صوفی سورج توں ودھیرا روشن اے۔ ایس حقیقت دے اہل لوکاں نوں تے ایہدے معنے دسن دی کوئی لوڑ نہیں پیندی۔ کیوں جو لفظ صوفی دی تشریح تے نشاندہی ہوای نہیں سکدی۔ (26)

اگے جا کے فرماندے نیں۔

''صوفی اوہ ہوندا اے جیہڑا اپنے آپ نوں مکا بیٹھا ہووے تے حق تعالیٰ نال بقا پائی

Marfat.com

ہووے سو۔انسانی فطرت دے پنجے وچوں رہائی پائی ہوسو۔سچائیاں دی سچائی (اللہ تعالیٰ) نال
جڑ مل گیا ہووے۔" (27)

صوفی دیاں بے شمار صفتاں یعنی سادگی، گھٹ کھانا پینا، پشم دا موٹا تے کھردرا لباس پانا۔رات نوں جاگنا تے دوجے لوکاں دے کم آنا وغیرہ دی بیان کیتاں نیں۔اہلِ تصوف دیاں تن قسماں وی دسیاں نیں۔ یعنی صوفی جیہڑا صاحبِ حال اے دوجا متصوف جیہڑا صوفیاں دی اتباع وچ حصولِ حق لئی کوشش کردا رہندا اے۔تیجا مستصوف جیہڑا ظاہری طور تے صوفیاں ورگا بنیا ہویا اے پر اندروں نفس دا غلام تے پکا دنیادار اے۔ ایسا بندہ اللہ دے نزدیک انتہائی گناہ گار اے۔

گویا کشف المحجوب وچ قدم قدم تے انساناں خاص طور تے مسلماناں نوں اپنا اصل مقام پچھانن تے اللہ تعالیٰ دی اطاعت تے اطاعت نوں کامل کرن دی تلقین ملدی اے۔کتاب وچ صرف اطاعتِ الٰہی دی تکمیل بارے ای نہیں سگوں اوہدے ثمرات بارے وی دسیا گیا اے۔فنا و بقاء دیاں ساریاں منزلاں دی تشریح کرکے انسان دے اوس مقام خاص دی جانکاری دتی گئی اے جتھے جاکے اوہ بقاء باللہ دی منزل حاصل کرلیندا اے۔ایتھے ای محب تے محبوب دے وچکار پردے اٹھ جاندے نیں۔قطرہ سمندر نال مل کے اپنی پچھان گوا لیندا اے۔دوجے لفظاں وچ اپنی ہستی دے فنا توں بعد حق تعالیٰ دے بقا نوں جان لیندا اے تے ایہہ عرفان انسان دی منزل اے تے اس منزل تے اپڑان لئی آپ دی کتاب کشف المحجوب اک کامل مرشد دی طرح پیر پیر تے بندے دی راہنمائی کردی اے۔ایسے لئی سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماندے نیں:

"ومی فرمودند کشف المحجوب از تصنیف علی ہجویری است قدس سرہٗ العزیز۔اگر کسے را پیری نہ باشد، چوں ایں را مطالعہ کند اورا پیدا شود ...." (28)

ترجمہ:۔ "جس دا کوئی مرشد نہ ہووے۔ایس کتاب دا مطالعہ کرے۔ایس کتاب دا مطالعہ کرلے۔ اوہنوں مرشد مل جاوے گا۔"

Marfat.com

حوالہ جات

1۔ سورۃ الحجر: 29۔ 2۔ سورۃ التین: 4۔

3۔ سورۃ الاسریٰ: 80۔ 4۔ سورۃ النازعات: 40۔

5۔ سورۃ التین: 5۔ 6۔ سورۃ الاعراف: 182۔

7۔ ایضاً۔

8۔ مولوی غلام رسول عالپوری، احسن القصص، مرتبہ اقبال صلاح الدین، عزیز پبلشرز لاہور، ص 130۔

9۔ مولوی نور احمد چشتی، تحقیقات چشتی، پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور، 1964، ص 188۔

10۔ علی بن عثمان ہجویری، کشف المحجوب، اُردو ترجمہ ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری، اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور، 1978، ص 12۔ 11۔ تحقیقاتِ چشتی، ص 188۔

12۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات، اردو ترجمہ مولانا محمد سعید نقشبندی، طبع کراچی، دفتر اوّل، ص 238۔

13۔ تحقیقاتِ چشتی، ص 190۔ 14۔ کشف المحجوب، ص 66۔

15۔ خلیق احمد نظامی پروفیسر، تاریخ مشائخ چشت، طبع دہلی، بار اوّل 1953، ص 98۔

16۔ امام غزالیؒ "تبلیغ دین، ترجمہ محمد عاشق الٰہی میرٹھی، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ص 25۔

17۔ سلطان باہوؒ، ابیاتِ باہو، نذیر پبلشرز اُردو بازار لاہور، ص 120۔

18۔ بیہقی شریف 19۔ سورۃ الابراہیم: 8

20۔ سورۃ البقرہ: 153

21۔ کشف المحجوب، پنجابی ترجمہ: شریف صابر، قاضی پبلیکیشنز لاہور، 1996، ص 82۔

22۔ ایضاً، ص 83۔ 23۔ ایضاً، ص 559۔

24۔ سورۃ الاعلیٰ: 14۔ 25۔ سورۃ الرعد: 28۔

26۔ کشف المحجوب، پنجابی ترجمہ: شریف صابر، ص 101۔ 27۔ ایضاً، ص 102

28۔ نظام الدین اولیاءؒ، ملفوظاتِ دُرَرِ نظامی، بحوالہ مولانا عبدالماجد دریابادی، تصوف اسلام، طبع اعظم گڑھ، بار سوئم، ص 52۔

Marfat.com

سہ ماہی مجلّہ

معارف اولیاء

(حضرت داتا گنج بخشؒ نمبر)

مرکز معارف اولیاء
دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ،
محکمہ مذہبی امور و اوقاف پنجاب